اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا يَّهۡدِيۡۤ اِلَى الرُّشۡدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnt.com

# قرآنا عجبا

مختصر سوال وجواب کی صورت میں

## ولو اَنَّنا -8

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

# محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ

## تفسیر القرآن العظیم

# قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

## وَلَوۡ اَنَّنَا -8

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں


نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 8)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

**پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ**

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

# عرض ناشر

**الحمدللہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی النبي الکریم وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.**

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ”لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔“ (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ”قرآن مجید“ کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ”تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔“ (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ”طالب علم“ کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہوگی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ”گھر گھر تک، دنیا بھر تک“ پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ”قرآن مجید“ کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ”رب“ کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ـــــ دوسروں کو سکھائیں      خود پڑھیں ـــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آئیے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

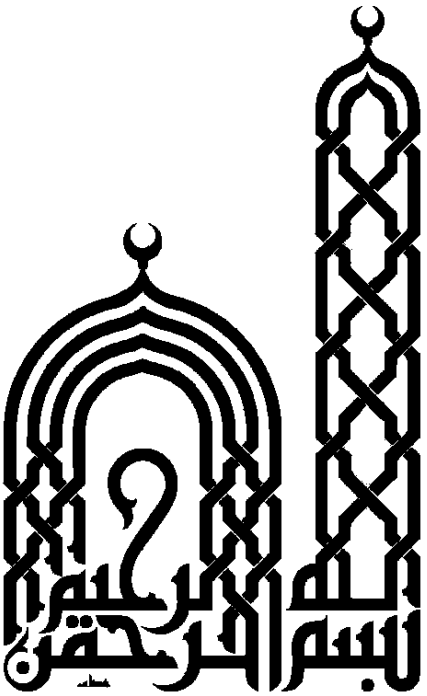


اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com





﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا

''اور اگر ہم واقعتاً ان پر فرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ان کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے

مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾

تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں'' (111)

سوال 1: ازلی بدبخت ایمان لانے والے نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ ... يَجْهَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب (1) ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى﴾ ''اور اگر ہم واقعتاً ان پر فرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے'' رب العزت نے معجزات کا مطالبہ کرنے والوں کے بارے میں، جو اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اگر کوئی نشانی آجائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے، واضح فرمایا ہے کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں اگرچہ معجزات دیکھ لیں یا فرشتوں کو رسالت کی تصدیق کرتے دیکھ لیں یا مردے ان سے باتیں کرنے لگیں یا خود انہیں مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا جائے جب تک اللہ تعالیٰ کو ان کا ایمان لانا منظور نہ ہو۔

(2) اس آیت میں مشرکوں کو جواب دیا گیا ہے جو کہتے تھے: ﴿اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا﴾ ''یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو آپ ہمارے سامنے لے آئیں۔'' (بنی اسرائیل:92)

(3) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''اور جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انہوں نے کہا ہے کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔'' (الفرقان:21)

(4) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' (سورۂ یونس:96)

(5) ﴿وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا﴾ ''اور ہم ان کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے'' قبلاً قبیل کی جمع ہے یعنی عذاب کی قسمیں، قبیل ایک ایک قسم۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(6) یعنی اگر ان کے پاس باری باری ہر امت کو پیش کیا جائے اور وہ انہیں بتائے کہ اللہ کے رسول جس دین و شریعت کو لے کر آئے ہیں وہ سچا ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(7)﴿مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا﴾ ''تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے'' اگر ان کے سامنے ہم ہر چیز زندہ کر دیتے اور وہ ان کے ساتھ باتیں کرتے اور اس چیز کی تصدیق کرتے جسے رسول لے کر آیا ہے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ان کے ایمان لانے کی نہ ہو۔

(8)﴿اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ''مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے'' اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وہ اہل سعادت میں سے ہوتے تو وہ ایمان لے آتے۔ (جامع البیان:3/8)

(9)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صادق و مصدوق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک (نطفہ کی صورت میں) کی جاتی ہے، پھر وہ چالیس دن جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر چالیس دن مضغہ (گوشت کے لوتھڑے) کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف فرشتے کو بھیجتا ہے، وہ اس میں روح پھونکتا ہے اور اس کو چار باتوں کا حکم ہوتا ہے، ایک تو اس کی روزی لکھنا (یعنی محتاج ہوگا یا مال دار)، دوسرے اس کی عمر لکھنا (کہ کتنا عرصہ زندہ رہے گا)، تیسرے اس کا عمل لکھنا (کہ کیا کیا کرے گا) اور آخری بات یہ لکھنا کہ نیک بخت (جنتی) ہوگا یا بد بخت (جہنمی) ہوگا۔ پس میں قسم کھاتا ہوں اس کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! بے شک تم لوگوں میں سے کوئی اہل جنت کے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور بہشت میں بالشت بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر تقدیر کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے، پس وہ دوزخیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں چلا جاتا ہے، اور کوئی آدمی عمر بھر دوزخیوں والے کام کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ دوزخ میں اور اس میں سوائے ایک بالشت برابر کے کچھ فرق نہیں رہتا کہ تقدیر کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے، پس وہ بہشتیوں والے کام کرنے لگتا ہے اور پھر بہشت میں چلا جاتا ہے۔'' (بخاری:3332)

(10)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ ''لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں'' اکثر لوگ نادان ہیں جانتے ہی نہیں کہ ایمان کی دولت اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملتی ہے، خلاف عادت نشانیوں کے ظہور سے نہیں۔ (تیسیر الرحمن:427/1)

(11)وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی تدبیر اور اس کی حکمت سے جاہل ہیں۔ (ایسر التفاسیر:415)

(12)عقل اور علم کا تقاضا تو یہ ہے کہ بندے کا مطلوب و مقصود اتباع حق ہو اور وہ اسے ان طریقوں سے تلاش کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے، حق پر عمل کرے اور اس کی اتباع میں اپنے رب کی مدد طلب کرے۔ اپنے نفس اور اپنی قوت اختیار پر بھروسہ نہ کرے اور ان آیات و معجزات کا مطالبہ نہ کرے جن کا کوئی فائدہ نہیں۔ (تفسیر سعدی:811/1)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال2: ایمان لانے یا کفر کرنے، ہدایت کا راستہ اختیار کرنے یا گمراہ ہونے کا دارومدار کن چیزوں پر نہیں ہوتا؟

جواب: (1) حق کو قبول کر کے ایمان لانے یا کفر کرنے، ہدایت کا راستہ اختیار کرنے یا گمراہ ہونے کا دارومدار بیرونی عوامل پر نہیں ہوتا۔

(2) ایمان کا دارومدار معجزات پر نہیں ہوتا کہ انسان اپنی آنکھوں سے فرشتے اترتے دیکھے یا مردے کلام کرنے لگیں یا مافوق الفطری چیزیں اکٹھی کر دی جائیں تو انسان ایمان لے آئے۔ یہ حالات عقل کو عاجز کرنے والے ہوتے ہیں لیکن دل کا علاج کرنے والے، اور دل میں گنجائش بنانے والے نہیں ہوتے۔

(3) انسان کی ہدایت اور گمراہی، اس کے ایمان اور کفر کا انحصار صرف دلائل پر بھی نہیں ہوتا۔

سوال3: ایمان اور کفر، ہدایت اور گمراہی کا دارومدار کس چیز پر ہوتا ہے؟

جواب: (1) ایمان اور کفر، ہدایت اور گمراہی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہوتا ہے۔ ایک انسان اگر حق کی طرف رغبت رکھے اور توجہ کرے اور اس کے لیے کوشش کرے تو چاہے اسے معلوم نہ ہو کہ ہدایت کہاں ہے، اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کی راہ نمائی کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے توفیق مل جاتی ہے اور انسان ہدایت کے راستے پر آ جاتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے نفرت کرے اور ہدایت کے راستے پر آنے سے منہ موڑے تو اللہ تعالیٰ کی مشیت اسے راہ حق سے دور پھینک دیتی ہے۔ (2) ہدایت اور گمراہی، ایمان اور کفر دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

(3) ہدایت اور گمراہی، ایمان اور کفر کا تعلق انسان کے دل سے ہوتا ہے۔ اگر انسان کا دل بیمار ہو تو قبولیت حق کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا ہے اس لیے دل کے علاج کی ضرورت ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ

"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے جو دھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک

زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾

دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔ چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں" (112)

سوال1: ہر نبی کا دشمن ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَكَذٰلِكَ ... يَفْتَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ﴾ "اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انسان شیطانوں اور جن شیطانوں کو دشمن بنا دیا ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے جس طرح ہم نے آپ ﷺ کے دشمن بنا دیئے جو آپ ﷺ کی دعوت کو ٹھکراتے ہیں اور آپ ﷺ سے حسد کرتے ہیں تو یہ ہماری سنت ہے، ہم ہر نبی کے جس کو ہم مخلوق کی طرف مبعوث کرتے ہیں، جنوں اور انسانوں میں سے دشمن مقرر کر دیتے ہیں اور وہ ان تمام امور کی مخالفت کرتے ہیں جسے رسول لے کر آئے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1/811)

(2) ﴿شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ﴾ شیطان انسانوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو حق کو شکست دینے کے لئے لیڈر شپ کا کردار ادا کرتے ہیں۔ (3) جنوں کے شیطان اور انسانوں کے شیطان ایک جیسے ہوتے ہیں، دونوں سرکش ہوتے ہیں، گمراہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ہوتے ہیں۔

(4) نبی ﷺ کو یہ تسلی دی گئی کہ آپ ﷺ غم نہ کریں، آپ ﷺ کے ساتھ جو دشمنی اور مخالفت کا معاملہ کیا جا رہا ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں، ہر قوم اپنے نبی کے ساتھ یہی معاملہ کرتی چلی آئی ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اُس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں۔'' (الانعام:34) (مختصر ابن کثیر:1/531)

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے لیے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا ہے اور آپ کا رب ہی ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا ہے۔'' (الفرقان:31)

(6) (i) اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ہر نبی کے مقابلے میں شیاطین انسان اور جن مخالفت اور دشمنی کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے اور تقدیر سے جنوں اور انسانوں میں سے نبیوں کے دشمن بنائے ہیں۔

(iii) اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اس دنیا میں حق اور باطل کے درمیان جنگ جاری رہے جس میں ایک جانب رسول ہوں جن کے ساتھ سچائی ہو اور دوسری جانب انسان اور جن شیاطین ہوں جن کے ساتھ فریب، دھوکہ اور باطل ہو۔

(iv) اللہ تعالیٰ یہ کشمکش برپا کر کے انسانوں کے اندر کے رجحانات کو سامنے لانا چاہتے ہیں تاکہ کھوٹے اور کھرے لوگ الگ ہو جائیں اور تاکہ ہر ایک کو اپنی چاہت کے لئے کوشش کا میدان مل جائے اور اس طرح امتحان کا مقصد پورا ہو جائے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اورانسانوں کے حق میں یا خلاف فیصلے کئے جاسکیں۔

(7)﴿يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ ''جودھوکہ دینے کے لیے ملمع کی ہوئی باتیں ایک دوسرے کے دل میں ڈالتے ہیں'' یعنی وہ ایک دوسرے کوان باطل امورکوسجا کراورمزین کرکے پیش کرتے ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتے ہیں اوروہ اس کی تعبیرات کوآراستہ کرکے بہترین اسلوب میں پیش کرتے ہیں تاکہ بے وقوف اس سے دھوکہ کھاجائیں اورسیدھے سادھے لوگ ان کے سامنے سراطاعت خم کردیں جوحقائق کافہم رکھتے ہیں نہ معانی کوسمجھتے ہیں، بلکہ خوب صورت الفاظ اورملمع سازی ان کواچھی لگتی ہے، پس وہ حق کو باطل اور باطل کوحق سمجھنے لگتے ہیں۔

(تفسیر سعدی:812/1)

(8) شیطان انسان اورجن دل فریب باتیں لوگوں پر القاء کرتے ہیں۔لوگ ان باتوں کی طرف شوق سے توجہ دیتے ہیں جو ہدایت سے دورلے جانے والی ہوتی ہیں یوں زمین میں فساداورگمراہی پھیلاتے ہیں۔

(9) شیاطین انسان اورجن ایسے خوش نما الفاظ بولتے ہیں جولوگوں کودلیل معلوم ہوتے ہیں جن سے متاثر ہوکروہ حق کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔یہ صورت حال قیامت تک باقی رہے گی۔

(10) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھروہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے۔پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے جوفتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو۔ ان میں سے ایک آتا ہے اورکہتا ہے: میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے: تونے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا، پھران میں ایک اورآتا ہے اورکہتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی کواس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اوراس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوادی۔شیطان اسے اپنے قریب کرکے کہتا ہے: ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے)۔'' اعمش نے کہا: میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا: ''وہ اسے اپنے سے چمٹالیتا ہے۔'' (صحیح مسلم:7106)

(11) اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان کشمکش کا ماحول خود پیدا کرتے ہیں۔یہ مخالفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اٹھتی ہے۔یہ انسان کوخالص کرنے کے لئے اٹھتی ہے۔انسان یہ چاہتا ہے کہ یہ مخالفت ختم ہوجائے پھرمیں ٹھیک ہوجاؤں گا حالانکہ اگرانسان ٹھیک ہوجائے تومخالفت ٹھیک ہوجاتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اوراللہ تعالیٰ کے طریقہ کار کوسمجھنا چاہیے۔'' میرے گھروالے اگرمیرے راستے کی رکاوٹ نہ بنے تومیں پتہ نہیں کیا کچھ کرجاؤں'' ایسی باتیں سامنے آتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آگیا کہ گھروالوں نے رکاوٹ بننا ہے، اب ہم اس رکاوٹ کوخود دورنہیں کرسکتے، لیکن ہم



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ کر سکتے ہیں کہ اپنے آپ کو سیدھے راستے پر لگائے رکھیں۔ اگر آپ کے اندر اخلاص ہوگا اور مستقل مزاجی ہوگی تو مخالفت خود ختم ہو جائے گی۔ یہ کام خود سے خود ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ مخالفت اس وقت تک اپنے عروج پر رہتی ہے جب تک کہ انسان خود خالص، سیدھا، سچا کھرا نہیں ہو جاتا۔ کچھ دین کی دعوت دینے والے ایسے ہوتے ہیں کہ لوگ ان کے بارے میں کہانیاں گھڑتے ہیں، لوگ الزام تراشی کرتے ہیں ان کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ان کو بھی چھوڑ دو۔ ان کو پکڑ کر نہیں بیٹھنا کیونکہ وقت تو اتنا ہی ہے۔ اتنی انسان کے پاس فرصت کہاں کہ کہانیاں پکڑ پکڑ کر بیٹھے؟ آپ ان کی طرف توجہ ہی نہ کرو، سیدھے راستے کی طرف چلتے چلے جاؤ۔ اگر انسان جھوٹے افسانوں کی طرف توجہ دینے لگے تو یہ چیز بھی اسے مقصد سے ہٹا دیتی ہے۔

(12) کتنا چھوٹا سا پروگرام ہے، سادہ سا: ﴿فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں'' یہی انسان کے لیے صراطِ مستقیم پر چلنے کی صورت ہے۔

(13) شیاطین جنوں اور انسانوں کے دھوکے کی کوئی حقیقت نہیں۔ ان کے پاس کوئی ذاتی قوت نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود و قیود میں کام کرتے ہیں۔ قادر مطلق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔

(14) ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے چنانچہ آپ انہیں چھوڑ دیں اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں'' اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو شیاطین جن اور انسان ہدایت کے راستے کی مخالفت نہ کرتے، دوسرے لوگوں کو گمراہ نہ کرتے اور انبیاء اور ان کے پیروکاروں کو اذیت نہ دیتے۔

(15) اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو آزمائے تاکہ وہ دیکھ لے کہ کون صبر کرتا ہے، کون ثابت قدم رہتا ہے، کون سچائی کا ساتھ دیتا ہے اور کون خوشی اور غمی میں، خوشحالی اور بدحالی میں اللہ تعالیٰ کے عہد پر قائم رہتا ہے؟

(16) یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ حق اور باطل کی دشمنی کے اس پروگرام کو شروع ہی نہ کرے لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو صاف کرنا چاہتے ہیں اور آزمائش میں کامیاب ہونے پر مخالفت ختم ہو جاتی ہے اور دشمن کمزور ہو جاتے ہیں۔

سوال 2: شیطان انسانوں اور جنوں کے دھوکے سے بچنے کے لئے مومن کیا کر سکتا ہے؟

جواب: (1) مومن سچے اور بے بنیاد دلائل میں فرق کرے۔ (2) وہ دلیل اور شوشے میں فرق کرے۔

(3) وہ بے بنیاد دلائل اور شوشوں کو رد کر دے۔ (4) وہ سنجیدگی سے حالات کا جائزہ لے تو دھوکے سے بچ سکتا ہے۔

(5) وہ اپنے رب کی پناہ لے لے۔ (6) وہ سچا علم حاصل کر لے۔ سچی دلیل سے بودی دلیل کھل جائے گی۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(7)وہ سچے لوگوں کے ساتھ شامل ہوجائے۔(8)وہ دوسرے انسانوں کو بچانے کے لئے نیکی کی دعوت دے۔

﴿وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا

''اور تا کہ اس (جھوٹ) کی طرف ان کے دل مائل ہوں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اسے پسند کریں

مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ﴾

اور تا کہ وہ بھی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں''(113)

سوال: اللہ تعالیٰ نے شیاطین کو انبیاء کی دشمنی، گمراہی پھیلانے اور اپنی باتوں سے دھوکہ دینے کی اجازت دینے کی جو وجہ بیان فرمائی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِتَصْغٰٓى... هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت اس لیے دی ہے کہ ﴿وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ ''اور تا کہ اس (جھوٹ) کی طرف ان کے دل مائل ہوں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے'' یعنی آخرت پر یقین نہ رکھنے والوں کے دل حق کی دشمنی اور گمراہی پھیلانے کی طرف مائل ہوں۔

(2)﴿وَلِيَرْضَوْهُ﴾ ''اور تا کہ وہ اسے پسند کریں'' تا کہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے انبیاء کی دشمنی اور گمراہی پھیلانے پر راضی ہوجائیں۔

(3)﴿وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ﴾ ''اور تا کہ وہ بھی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت اس لیے دی ہے تا کہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے جو برائیاں کرنا چاہتے ہیں ان کا اکتساب کرلیں۔

(4) تا کہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے شیاطین کے پیروکار بن کر ان سے رعب کھائیں، ان کی شان وشوکت سے مرعوب ہوجائیں اور یوں شر اور فساد پھیلانے کے لئے ان سے ہدایات لیں۔

(5)اللہ تعالیٰ نے یہ اجازت اس لئے دی ہے تا کہ حق اور باطل کی کشمکش میں اصلاح کا کام جاری رہے، خیر، شر سے الگ ہوکر سامنے آئے، شیاطین قیامت کے دن اپنا بوجھ اٹھائیں اور انبیاء کے پیروکار اصلاح کے ذریعے اپنی جنت تک پہنچ جائیں۔

(6)یعنی اس کی طرف مائل ہونے کے بعد پس ان کے دل پہلے اس کی طرف مائل ہوتے ہیں پھر ان خوبصورت اور مزین عبارات کو جب دیکھتے ہیں تو ان کو پسند کرنے لگتے ہیں یہ عبارات ان کے دل میں سج جاتی ہیں اور ایک راسخ عقیدہ اور لازم



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وصف بن جاتی ہیں۔ پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان سے اس قسم کے اعمال سرزد ہوتے ہیں، یعنی وہ اپنے قول و فعل میں جھوٹ کا ارتکاب کرتے ہیں جو ان عقائد قبیحہ کا لازمہ ہیں پس یہ حال ان شیاطین جن وانس کا ہے جو ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں۔ رہے آخرت پر ایمان رکھنے والے عقل منداور سنجیدہ لوگ تو وہ ان عبارات سے دھوکہ کھاتے ہیں نہ ان ملمع سازیوں کا شکار ہوتے ہیں بلکہ ان کی ہمت اور ان کے ارادے حقائق کی معرفت حاصل کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ ان معانی پر نظر رکھتے ہیں جن کی طرف دعوت دینے والے دعوت دیتے ہیں۔ اگر یہ معانی حق ہیں تو انہیں قبول کر لیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں خواہ ان کو کم تر عبارات اور غیر فراوانی الفاظ میں کیوں نہ بیان کیا گیا ہو اور اگر یہ معانی باطل ہیں تو انہیں ان کے قائل کی طرف لوٹا دیتے ہیں خواہ ان کا قائل کوئی بھی ہو اور خواہ ان الفاظ کو ریشم سے بھی زیادہ خوشنما لبادہ اوڑھا گیا ہو۔

(7) یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے کہ اس نے انبیائے کرام علیہم السلام کے دشمن بنائے اور باطل کے انصار واعوان مقرر کر دیئے جو باطل کی طرف دعوت دیتے ہیں تا کہ اس کے بندوں کی آزمائش اور امتحان ہو سکے اور سچے، جھوٹے، عقل منداور جاہل، صاحب بصیرت اور اندھے کے درمیان امتیاز ہو سکے اور یہ بھی اس کی حکمت کا حصہ ہے کہ حق و باطل کی اس کشمکش کے اندر حق کی تبیین اور توضیح ہے کیونکہ جب باطل حق کا مقابلہ کرتا ہے تو حق روشن ہو کر اور نکھر کر سامنے آجاتا ہے تب اس وقت حق کے وہ دلائل اور شواہد واضح ہو جاتے ہیں جو حق کی صداقت اور حقیقت اور باطل کے فساد اور اس کے بطلان پر دلالت کرتے ہیں جو سب سے بڑا مقصد ہے جس کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 812/1)

﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ

''تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو منصف تلاش کروں حالانکہ اُس نے تمہاری جانب یہ کتاب مفصل نازل کی ہے اور جن لوگوں کو

اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ

ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں یقیناوہ آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل کی گئی ہے لہٰذا

مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾

آپ شک کرنے والوں میں نہ ہوں'' (114)

سوال: اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے ہوتے ہوئے کسی کے فیصلوں کی ضرورت نہیں، اس کی وضاحت ﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



...الْمُمْتَرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا﴾ ''تو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو منصف تلاش کروں حالانکہ اُس نے تمہاری جانب یہ کتاب مفصل نازل کی ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت کر رہے ہیں کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور منصف تلاش کروں؟ یعنی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے احکامات کی پابندی کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مفصل کتاب نازل فرما دی ہے جس میں صحیح صحیح فیصلے موجود ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے موجود ہوتے ہوئے مجھے کسی کے فیصلوں کی ضرورت نہیں۔

(2) یہ سوال اس لئے کیا گیا تا کہ لوگوں کو سمجھ آ جائے کہ اسلام قبول کرنے والے زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کو قبول کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو انسانوں کی زندگی کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سبھی مخلوق ہیں، محکوم ہیں اور مخلوق کا فیصلہ ظلم اور نقص پر مبنی ہوتا ہے۔

(3) ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو ہی حاکم بنانا واجب ہے۔ وہی خلق اور امر کا مالک ہے۔

(4)﴿وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا﴾ ''حالانکہ اُس نے تمہاری جانب یہ کتاب مفصل نازل کی ہے'' کتاب کو مفصل نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام لوگوں کے درمیان معاملات کے فیصلے اس کتاب کے مطابق کئے جائیں۔

(5) کتاب میں تفصیلات اس لئے بیان کی گئی ہیں تا کہ زندگی کے سارے اصول واضح اور مقرر کر دیئے جائیں تا کہ لوگوں میں کوئی الجھن باقی نہ رہے۔ اس کتاب میں حلال وحرام اور شریعت کے احکام واضح کر دیئے گئے ہیں۔

(6)﴿وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ﴾ ''اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں یقیناً وہ آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل کی گئی ہے'' اہل کتاب خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے کیونکہ یہ کتاب پچھلی خبروں کی تصدیق کرتی ہے۔

(7) اہل کتاب جانتے ہیں کہ قرآن مجید اسلام کی قوت کا راز ہے اور یہ کتاب سچی ہے، اسی وجہ سے وہ اسلام کے خلاف لڑتے ہیں، کتاب سے لڑتے ہیں تا کہ مسلمانوں کی زندگی سے کتاب کی حاکمیت ختم ہو جائے، تا کہ کتاب زندہ نہ رہے اور تا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے دین کا وجود نہ رہے۔

(8)﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ ''لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں نہ ہوں'' اے محمد ﷺ جو آپ کے رب کی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی طرف سے حق نازل کیا گیا ہے، آپ اس بارے شک میں مبتلا نہ ہوں۔

(9)﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَاسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ ''پھر اگر آپ اس بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ اُن لوگوں سے پوچھیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق ہی آیا ہے سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔'' (یونس:94)

﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ

''اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے، کوئی اُس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (115)

سوال: اللہ تعالیٰ کے اقوال اور احکامات صدق اور عدل پر مبنی ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَتَمَّتْ ... الْعَلِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ ''اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے'' امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں قول کے اعتبار سے سچی اور حکم کے اعتبار سے انصاف پر مبنی ہیں۔ (المصباح المنیر: 516/2)

(2) یہاں کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجی گئی خبریں، احکام، وعدے اور وعیدیں ہیں۔ وہ تمام خبریں اور وعدے اور وعید غایت درجے سچے ہیں اور وہ تمام احکام و اوامر عدل و انصاف کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اوامر و نواہی کے بعد کسی شخص کی قدرت میں نہیں (چاہے دنیا میں یا آخرت میں) کہ وہ اپنے احکام اور اوامر و نواہی کو نافذ کر سکے۔ (تیسیر الرحمن: 429,428) (3) اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں اور اس کے احکامات عدل پر مبنی ہیں۔ (الدر المنثور: 75/3)

(4)﴿لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ﴾ ''کوئی اس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے'' اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے کا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں اس لئے کہ اس کی اتھارٹی ہے کوئی اس کی فیصلہ کن بات کو بدل نہیں سکتا کیونکہ وہ حق ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت فرمائی ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(6)اللہ تعالیٰ نے اپنی باتوں کو پختہ کیا ہے۔اس لیے ان کو بدلنا ممکن نہیں۔اس کے کلام سے بڑھ کر عمدہ کلام وجود میں نہیں لایا جاسکتا۔

(7)﴿وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہی سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' (i) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی ہر سوچ کو جانتا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ ﴿السَّمِيْعُ﴾ ہے وہ اپنے بندوں کی ہر بات سنتا ہے،وہ مختلف زبانوں اور حاجتوں پر مشتمل آوازوں کو سنتا ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ ﴿الْعَلِيْمُ﴾ ہے وہ انسانوں کے مفادات کو جانتا ہے۔اس کا علم ظاہر و باطن اور سارے زمانوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا

''اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے،

الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾

وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں'' (116)

سوال: دنیا کے اکثر لوگ گمراہ ہیں،اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو لوگوں کی اکثریت کی اطاعت سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے'' یعنی دنیا کے اکثر لوگ گمراہ ہیں۔

(2)لوگوں کی اکثریت اپنے دین،علوم اور اعمال صالح سے ہٹ چکی ہے۔ان کا دین بگڑ چکا اور ان کے اعمال ان کی خواہشات کے مطابق ہیں۔رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ان سے پہلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے۔'' (الصافات:71)

(3)﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں،اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف:103)(4)افراد کی کثرت کبھی حق اور صداقت کی بنیاد نہیں رہی۔(تیسیر الرحمن:1/429)

(5)یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کسی گروہ کی کثرت سے اس کے حق ہونے پر دلالت نہیں کیا جاسکتا۔اسی طرح کسی معاملے میں اگر اس کو اختیار کرنے والے تھوڑے ہوں تو یہ قلت ان کے ناحق ہونے کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ اس کے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



برعکس حقیقت یہ ہے کہ اہل حق تعداد میں بہت کم اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و اجر میں عظیم ہوتے ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ حق و باطل کی پہچان کے لیے ان ذرائع کو اختیار کیا جائے جو اس کے لیے معروف ہیں۔(تفسیر سعدی:1/814,815)

(6)﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾''وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں'' اکثر لوگوں کا مقصد اپنی خواہشات کو پورا کرنا ہے اور گمان کی پیروی کرنا ہے جب کہ گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں آتا۔وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں قیاس آرائیاں کرتے ہیں اور اندازے لگاتے ہیں جس کا انہیں کچھ علم نہیں ہوتا۔

سوال 2: لوگوں کی اکثریت سیدھے راستے سے کیسے بھٹکا دیتی ہے؟

جواب: لوگوں کی اکثریت سیدھے راستے سے بھٹکا دیتی ہے کیونکہ (1) اکثر انسان جہالت میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(2) اکثر لوگ گمان کی پیروی کرتے ہیں اور کتاب کے یقینی علم کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(3) اکثر لوگ قیاس آرائیاں کرتے ہیں اور گمراہی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے انسان کو تنبیہ کی ہے کہ اگر ان کی پیروی کی تو یہ گمراہ کر دیں گے۔

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾

''یقینا آپ کا رب ہی خوب جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکتا ہے اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی خوب جاننے والا ہے''(117)

سوال 1: ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ... بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾''یقینا آپ کا رب ہی خوب جاننے والا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکتا ہے'' ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔اللہ تعالیٰ گمراہوں کو خوب جاننے والا ہے اور ان پر گمراہی کے کام آسان کر دیتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچی بات کہنے والا ہے۔وہ انسانوں کے بھٹکنے کا حال اچھی طرح جانتا ہے۔(i) وہ جانتا ہے کہ کس نے اپنی بڑائی کے لئے حق کو اہمیت نہیں دی؟ (ii) وہ جانتا ہے کہ کس نے تعصب کی وجہ سے حق کو سمجھا ہی نہیں؟

(iii) وہ جانتا ہے کہ کس نے حسد کی وجہ سے گمراہی کا راستہ اختیار کیا ہے؟

(3)﴿وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾''اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون اس کی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہدایت کی پیروی کرتا ہے۔وہ جانتا ہے کہ کون حق اور سچ کا ساتھ دینے والا ہے؟

(4)﴿اَلْمُهْتَدِيْنَ﴾وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلے اور اسلام کی پیروی کی جو اس کا راستہ یعنی سبیل اللہ ہے۔(ایسر التفاسیر:416)

(5) آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک جائے گا، اس لیے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور کون اس کی راہ اختیار کرے گا تو اس کے لیے اس راہ پر چلنا آسان کر دیتا ہے۔(تیسیر الرحمن:429/1)

﴿فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴾

''چنانچہ اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو''(118)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے نام کا ذبیحہ حلال ہے، اس کی وضاحت ﴿فَكُلُوْا ... مُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴾''چنانچہ اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو ایمان کے تقاضے پورے کرنے کا حکم دیا ہے کہ حلال مویشیوں کا گوشت کھائیں جن پر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ یعنی ذبیحہ بتوں کے نام کا نہ ہو اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے۔

(2) حلال مویشیوں کی حلت کا اعتقاد بھی رکھیں اور اہل جاہلیت کی طرح حلال کو حرام قرار نہ دیں۔

سوال 2: ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا اسلام میں ضروری قرار دیا گیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:(1) جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا دراصل اس پر اللہ تعالیٰ کے حق کو تسلیم کرنا ہے اور نام لے کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔(2) ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا اس لئے ضروری قرار دیا گیا ہے تا کہ انسان کے عقیدے کے رخ کا تعین کر دیا جائے تا کہ وہ ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت کر سکے۔

سوال 3: جانوروں کو اپنی خوراک بنانے کا حق ہمیں کیسے ملتا ہے؟

جواب:(1) جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

(2) ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے۔

(3) شکر کی قیمت ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے جانور ہمارے لئے حلال ہو جاتے ہیں۔

﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ

''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے حالانکہ یقیناً وہ تفصیل سے تمہیں بتا چکا ہے



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ

جو اس نے تم پر حرام کیا ہے سوائے اس کے جس کے لیے تم مجبور کر دیے جاؤ اور بلاشبہ بہت سے لوگ یقیناً اپنی خواہشات کے

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿

ساتھ بغیر کسی علم کے گمراہ کرتے ہیں، یقیناً آپ کا رب حد سے گزرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے" (119)

سوال 1: حلال ذبیحوں کو کھانا حلال ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا لَكُمْ ... بِالْمُعْتَدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ "اور تمہیں کیا ہے کہ تم اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے حالانکہ یقیناً وہ تفصیل سے تمہیں بتا چکا ہے جو اس نے تم پر حرام کیا ہے" رب العزت نے حلال کھانے کے لیے دلائل دیئے ہیں۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ جن حلال جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ذبح کیا جائے ان کے کھانے میں حرج سمجھنے کی کوئی معقول وجہ نہیں اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بتا دیا ہے کہ کون سے جانور حرام کیے گئے ہیں؟ اب کوئی شبہ بھی باقی نہیں رہ جاتا کہ حرام میں پڑنے کے خوف سے حلال چیزیں بھی کھانی چھوڑ دی جائیں۔ ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے مردار اور خون اور سؤر کے گوشت کو اور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔ پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے، اس حال میں کہ نہ وہ بغاوت کرنے والا ہو اور نہ وہ حد سے بڑھنے والا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" (البقرۃ:173)

(2) اہل جاہلیت اس جانور کو نہیں کھاتے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔ مومن کے ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اہل جاہلیت کی مخالفت کر کے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ جانور کو کھائیں۔

(3) ﴿اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ﴾ "سوائے اس کے جس کے لیے تم مجبور کر دیے جاؤ" یعنی مجبوری کی حالت میں جو بھی مل جائے اسے کھانا حلال ہے۔

(4) آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ اگر شریعت کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیتی تو وہ اپنی اباحت پر باقی ہے۔ پس جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ خاموش ہے وہ حلال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام ٹھہرایا ہے اس کی تفصیل بیان کر دی ہے اور جس کے بارے میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی وہ حرام نہیں ہے۔ بایں ہمہ وہ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حرام چیزیں جن کو اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے، ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے سخت بھوک اور اضطراری حالت میں مباح کر دیا ہے۔ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ﴾ ''تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت'' اس کے بعد فرمایا: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ ۙ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ ''چنانچہ جو شخص بھوک میں مجبور کیا جائے کہ گناہ کے لیے مائل ہونے والا نہ ہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (المائدہ:3، تفسیر سعدی:815/1)

(5) ﴿وَإِنَّ كَثِيرًا لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ بہت سے لوگ یقیناً اپنی خواہشات کے ساتھ بغیر کسی علم کے گمراہ کرتے ہیں'' اکثر لوگ بغیر کسی علم کے، بغیر کسی دلیل کے، خواہشات نفس کو ابھار کر بہکاتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ ''اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے، وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔'' (الانعام:116)

(6) ﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ﴾ ''یقیناً آپ کا رب حد سے گزرنے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے'' انسان علم کے بغیر لوگوں کو گمراہ کر کے بڑے گناہ کا مرتکب بنتا ہے۔ وہ یہ کام اپنی خواہشات کی تسکین کے لیے کرتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ حد سے گزرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

(7) بندے کو اس قسم کے لوگوں سے بچنا چاہیے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کیے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان کی دعوت کسی دلیل اور برہان پر مبنی نہیں ہے اور نہ ان کے پاس کوئی شرعی حجت ہے۔ پس ان کی فاسد خواہشات اور گھٹیا آراء کے مطابق ان کو شبہ لاحق ہوتا ہے پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے بندوں پر ظلم و تعدی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے برعکس راہِ راست کی طرف رہنمائی کرنے والے ہدایت یافتہ لوگ حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اپنی دعوت کو دلائل عقلیہ و نقلیہ کی تائید فراہم کرتے ہیں اور وہ اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے تقرب کے سوا اور کوئی مقصد پیش نظر نہیں رکھتے۔ (تفسیر سعدی:816/1)

(8) ﴿مُعْتَدِينَ﴾ ''حد سے گزرنے والے'' جو حلال کو حرام اور حق کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:418)

سوال 2: انسان حلال و حرام اور جائز و ناجائز میں اللہ تعالیٰ کا حکم کیوں چھوڑتا ہے؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب:(1)انسان اپنی خواہشات سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو چھوڑتے ہیں۔

(2)انسان علم کے بغیر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے حق پر دست درازی کرتے ہیں حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں۔

﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا

''اور تم گناہ کے ظاہر کو بھی چھوڑ دو اور اس کے باطن کو بھی، جو لوگ گناہ کماتے ہیں یقیناً انہیں اس کا جلد بدلہ دیا جائے گا

كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ﴾

جو وہ کیا کرتے تھے''(120)

سوال: کھلے اور چھپے ہر گناہ سے بچنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَذَرُوْا ... يَقْتَرِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے حکم دیا ہے:﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ﴾''اور تم گناہ کے ظاہر کو بھی چھوڑ دو اور اس کے باطن کو بھی''یعنی کھلے اور چھپے ہر گناہ سے بچتے رہو۔تمہارے خیالات پاک اور ارادے نیک ہوں اور ظاہری گناہوں سے بھی بچتے رہو نہ کوئی بڑا گناہ کرو اور نہ ہی چھوٹا۔

(2)﴿الْاِثْمِ﴾''گناہ''سیدنا نواس بن سمعان انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں کھٹکے اور تم ناپسند کرو کہ لوگوں کو پتہ چلے۔''(صحیح مسلم:6516)

(3)﴿ظَاهِرَ الْاِثْمِ﴾''گناہ کے ظاہر کو''اس سے مراد گناہ کا ظاہر ہے یعنی جو گناہ کھلے طور پر محسوس ہوں۔حلال وحرام میں اور جائز و ناجائز میں اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ دینا، یہ کھلا گناہ ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾''آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو۔''(الاعراف:33)

(4)﴿وَبَاطِنَهٗ﴾''اور اس کے باطن کو بھی''وہ جن کا گناہ ہونا انسان کی عقل سے چھپ جاتا ہے،جنھیں انسان گناہ نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ کر جو توہمات انسان کے اندر جنم لیتے ہیں یہ چھپا ہوا گناہ ہے۔انسان کے خود ساختہ توہمات کی بنیاد پر ظاہری کاموں کا بھی تعین ہوتا ہے۔

(5)یہاں اثم سے مراد تمام معاصی ہیں جو بندے کو گناہ گار کرتے ہیں یعنی اسے ان امور کے بارے میں گناہ اور حرج میں مبتلا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق سے متعلق ہوتے ہیں۔پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو ظاہری



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور باطنی گناہوں کے ارتکاب سے منع کیا ہے یعنی چھپ کر یا علانیہ۔ ان تمام گناہوں کے بارے میں بحث و تحقیق کرنا، قلب و جوارح کے گناہوں کی معرفت اور ان کے بارے میں علم حاصل کرنا مکلف پر حتمی طور پر فرض ہے اور بہت سے لوگوں پر ان کے گناہ مخفی رہتے ہیں خاص طور پر قلب کے گناہ چھپے رہتے ہیں مثلاً تکبر، خود پسندی اور ریا وغیرہ۔ یہاں تک کہ بندہ ان میں سے بہت سے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے مگر اسے اس کا احساس اور شعور تک نہیں ہوتا اور یہ علم سے اعراض اور عدم بصیرت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:816/1)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ اور کوئی غیرت مند نہیں یہی وجہ ہے کہ اس نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے۔ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔'' (صحیح بخاری:4634)

(7) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بننا چاہتے ہوں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی فکر اور عمل کو پاک کریں کیونکہ فکر کی ناپاکی کی صورت میں انسان نافرمانی کے کاموں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(8) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ﴾ ''جو لوگ گناہ کماتے ہیں یقیناً انھیں اس کا جلد بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ نے گناہ کے ظاہر اور باطن کو چھوڑنے کا حکم دیا ہے کہ اپنی نیتوں اور ارادوں کو بھی پاک کرو اور اعمال سیئہ کو بھی چھوڑ دو۔ یہاں یہ واضح فرمایا ہے کہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کے اکتساب کے مطابق اور گناہوں کی کثرت اور قلت کے مطابق انہیں سزا دی جائے گی۔ یہ سزا دنیا میں ملے تو برائیوں اور گناہوں میں کمی کر دی جاتی ہے اور آخرت میں جو سزا ملے گی وہ کبھی ختم نہ ہوگی۔ یا ارحم الراحمین ہمیں اپنے غضب اور اپنی سزاؤں سے بچا لینا۔

14 ع 11 1

﴿وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ

''اور جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا اس میں سے نہ کھاؤ اور بلاشبہ وہ یقیناً فسق ہے اور بے شک شیاطین ضرور اپنے ساتھیوں

لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾

کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بے شک تم بھی یقیناً مشرک ہو جاؤ گے'' (121)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا ہم وہ جانور کھائیں جنہیں ہم قتل (یعنی ذبح) کرتے ہیں، اور ان جانوروں کو نہ کھائیں جنہیں اللہ قتل کرتا (یعنی مار



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دیتا) ہے، تو اللہ نے ﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴾ سے ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ تک نازل فرمائی۔ (ترمذی:3069)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا نام لیے بغیر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا ... لَفِسْقٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَأْكُلُوْا﴾ ''اور تم نہ کھاؤ'' ممانعت ہے۔

(2) ﴿مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ ''جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کیا گیا اس میں سے'' جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں وہ بھی شامل ہیں جن پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ ''اور وہ جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا نام پکارا جاتا ہے۔'' (المائدہ:3)

(3) اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ اگر ذبیحے پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو تو وہ حلال نہیں ہے خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ (المصباح المنیر: 519/2)

(4) اس میں وہ جانور بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے ذبح کیے گئے ہوں مگر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو تو اس کا کھانا حرام ہے۔ بھولنے والا مستثنیٰ ہے۔

(5) اس میں وہ جانور بھی شامل ہیں جو ذبح کیے بغیر مرجائیں یعنی مردار۔ ان کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ ''تم پر حرام کر دیا گیا مردار۔'' (المائدہ:3)

(6) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو چھوڑو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لو تو اسے کھالو جو وہ تمہارے لیے روکے۔'' (بخاری:5484، مسلم:4972)

(7) سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آلہ خون بہادے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو تو اسے کھالو۔'' (بخاری:2488، مسلم:5092)

(8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنوں سے فرمایا: ''تمہارے لیے ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو۔'' (مسلم:1007)

(9) نبی کریم ﷺ نے بقرعید کے دن نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر قربانی کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا ہو تو اسے دوسرا جانور بدلہ میں قربانی کرنا چاہیے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہ کیا ہو وہ اللہ کے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نام پر ذبح کرے۔'' (بخاری:985)

(10)﴿وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ﴾ ''اور بلاشبہ وہ یقیناً فسق ہے'' دنیا میں جو کچھ بھی موجود ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مال ہے۔اس پر اس کا نام لے کر اس کے بتائے ہوئے طریقے سے حاصل کیا جائے اور اس کے بتائے ہوئے طریقے سے استعمال کیا جائے یہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے، یہی اسلام ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے یا اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق حاصل نہ کیا جائے تو یہ فسق ہے اس اعتبار سے کہ یہ اسلام کے دائرے سے، اطاعت کی حد سے باہر نکلتا ہے۔

سوال3: شیاطین کیا وحی کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِنَّ ... لِيُجَادِلُوْكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ﴾ ''اور بے شک شیاطین ضرور اپنے ساتھیوں کے دل میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں کہ جن جانوروں کو تم نے خود قتل کیا ہے انہیں کھا لیتے ہو مگر جن کو اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے انہیں تم نہیں کھاتے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:4/1380)

(2) یعنی وہ تمہارے ساتھ بغیر کسی علم کے جھگڑا کریں گے، کیونکہ مشرکین نے جب یہ سنا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے مردار کو حرام قرار دے دیا ہے اور جس کو ذبح کیا گیا ہو اس کو حلال قرار دیا ہے اور ان کا مسلک یہ تھا کہ وہ مردار کے کھانے کو حلال سمجھتے تھے۔چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے عناد کی بنا پر بغیر کسی دلیل اور برہان کے کہا: ''تم اس جانور کو تو کھا لیتے ہو جسے تم نے خود قتل کیا اور وہ جانور نہیں کھاتے جسے اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔'' اس سے مراد وہ مردار لیتے تھے۔یہ انتہائی فاسد رائے ہے جو کسی دلیل اور حجت کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کی کج بحثی کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے۔

(3) اگر حق ان کی آراء کا تابع ہوتا تو زمین اور آسمان اور ان کے رہنے والے سب فساد کا شکار ہو جاتے اس لیے ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے احکام پر، جو کہ مصالح عامہ اور منافع خاصہ کے موافق ہیں، اس عقل کو مقدم رکھتا ہے۔اور یہ ان سے کچھ بعید بھی نہیں کیونکہ یہ آراء ان سے اس بناء پر صادر ہوئی ہیں کہ ان کے سرپرست شیاطین ان کو باطل آراء الہام کرتے ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ مخلوق بھٹک کر اپنے دین سے دور ہو جائے اور وہ ان کو دعوت دیتے رہتے ہیں تاکہ وہ جہنمی بن جائیں۔ (تفسیر سعدی:1/817,818)

سوال4: کسی کی بات کو شریعت پر مقدم کرنا شرک ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... لَمُشْرِكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب:(1)﴿وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ ''اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو بے شک تم بھی یقیناً مشرک ہو جاؤ گے'' اگر تم نے اللہ تعالیٰ کی شریعت سے روگردانی کرتے ہوئے کسی اور کے قول کو مقدم قرار دیا تو یہ بھی شرک ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا کہ زندگی کے معاملات میں جزوی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنا کھلا شرک ہے۔اس وجہ سے مسلمان دائرہ اسلام سے باہر نکل جاتا ہے۔جب یہ آیت نازل ہوئی:﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ ''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ایک ہی معبود کی عبادت کریں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی، وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں'' (التوبۃ:31) تو عدی بن حاتم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ انہوں نے احبار اور رہبان کی بندگی تو نہیں کی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! انہوں نے کی ہے،انہوں نے ان کے لئے حلال کو حرام کر دیا اور حرام کو حلال۔'' (ترمذی)

(3) اگر تم نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے میں ان کی بات مانی تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔

(4) آیت کا یہ حصہ دلیل ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی شے کو اپنی طرف سے حلال کرے گا یا کسی حلال کو حرام کرے گا وہ مشرک ہوگا۔(تیسیر الرحمن:433/1)

(5) ﴿اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ ''تو تم بھی یقیناً مشرک ہو جاؤ گے'' کیونکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو اپنا سرپرست اور ولی بنا لیا ہے اور وہ جس بنیاد پر مسلمانوں سے علیحدہ ہوئے تم نے بھی اس کی موافقت کی اس لیے تمہارا راستہ اور ان کا راستہ ایک ہے۔یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ وہ کشف والہامات جو دل میں القاء ہوتے ہیں اور یہ کشف والہام خاص طور پر صوفیہ کے ہاں بہت کثرت سے واقع ہوتے ہیں۔۔۔اپنے مجرد الہام ہونے کی بنا پر اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حق ہیں۔اور ان کی اس وقت تک تصدیق نہیں کی جا سکتی جب تک کہ ان کو قرآن وسنت پر پیش نہ کیا جائے۔اگر قرآن وسنت ان کو قبول کرنے کی شہادت دیں تو ان کو قبول کر لیا جائے۔اگر یہ کشف والہام قرآن وسنت کے منافی ہوں تو ان کو رد کر دیا جائے۔اگر ان کا حق یا باطل ہونا واضح نہ ہو تو اس میں توقف کیا جائے،اس کی تصدیق کی جائے نہ تکذیب۔کیونکہ وحی اور الہام شیطان کی طرف سے بھی ہوتا ہے اس لیے الہام رحمانی اور الہام شیطانی کے مابین فرق اور امتیاز کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ دونوں قسم کے الہامات کے درمیان عدم تفریق سے بندہ جن غلطیوں اور گمراہیوں کا شکار ہوتا ہے ان کو اللہ تعالیٰ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ (تفسیر سعدی:818/1)

﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ

''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنا دی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے،

كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ

اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

جو وہ عمل کرتے تھے'' (122)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: علامہ بغوی معالم التنزیل میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت دو خاص آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی پھر ان دو آدمیوں کے تعین میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ﴿وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا﴾ سے سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب (رسول اللہ ﷺ کے چچا) مراد ہیں اور ﴿مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ﴾ سے ابوجہل مراد ہے۔ واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ ابوجہل نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر گھوڑے کی لید پھینک دی تھی۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا جو شکار کر کے ہاتھ میں کمان لیے ہوئے آ رہے تھے اور ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ ابوجہل کی حرکت کا علم ہوا تو غصہ میں بپھر گئے اور ابوجہل کے پاس آ کر اس کے سر پر کمان ماردی۔ وہ عاجزی کرنے لگا اور کہنے لگا کہ تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ کیسا دین لے کر آئے، ہمیں بے وقوف بناتے ہیں اور ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اور ہمارے باپ دادا کے مخالف ہیں۔ اس پر سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سے بڑھ کر بے وقوف کون ہوگا تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو، پھر انہوں نے اسی وقت ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ اس پر آیت کریمہ ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ نازل ہوئی۔ (تفسیر انوار البیان:292/2)

سوال 2: کافر اور مومن کی مثال کی وضاحت ﴿اَوَمَنْ ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں کافر اور مومن کی مثال ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا﴾ ''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا'' یہ مومن کی مثال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت عطا کرنے سے پہلے گناہوں کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا کافر تھا۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(2)﴿مَيْتًا﴾ ''مردہ'' جس میں روح مفقود ہو اور روح سے مراد ایمان ہے۔(ایسر التفاسیر:419)

(3) مجاہد نے کہا﴿مَيْتًا﴾ سے مراد گمراہ ہے۔(تفسیر الدر المنثور:81/3)

(4) موت سے مراد کفر کی حالت ہے جس میں انسان کائنات کی ازلی وابدی حقیقت سے انکار کر کے اس سے کٹ جاتا ہے۔

(5) مردہ سے مراد کافر ہے جس کا دل حق سے غافل ہوتا ہے اور مردہ کی طرح اس کو فائدہ بخش اور ضرر رساں چیزوں میں امتیاز نہیں ہوتا۔

(6) وہ انسان مردہ ہے جو ہدایت کی روشنی سے محروم ہو۔انسان جب کفر کرتا ہے تو دراصل سب سے بڑی سچائی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرتا ہے۔اس کی قوتیں اور صلاحیتیں جو سچائی کا اعتراف کرنے کے لئے دی گئی تھیں بے کار ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔ایسا انسان کبھی کائنات سے بھی ہم آہنگ نہیں ہو سکتا کیونکہ کائنات کی اور انسان کی فطرت ایک ہے۔اپنی فطرت سے ہٹ کر وہ کائنات کی فطرت کا بھی انکار کرتا ہے یوں وہ ایک غیر مؤثر اور فطرتاً مردہ انسان بن جاتا ہے۔مردہ آدمی وہم اور تعصب میں پھنسا ہوتا ہے۔اس کے ذہن میں سیدھے اور سچے حقائق نہیں آتے۔اس کے ذہن پر پہلے سے موجود خیالات حاوی رہتے ہیں اس لئے وہ سچائی کا اعتراف نہیں کر سکتا۔وہ اندھیرے میں بھٹکتا ہے یوں زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ انسان بن جاتا ہے۔

(7)﴿فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ ''پھر ہم نے اسے زندہ کیا'' مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: یعنی اسے ہدایت دی۔(تفسیر الدر المنثور:81/3) یعنی اسے اسلام کی طرف ہدایت دی۔

(8)﴿فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ ''پھر ہم نے اسے زندہ کیا'' پھر ہم نے اسے علم، ایمان اور اطاعت کی روشنی کے ذریعے سے زندہ کر دیا اور وہ اس روشنی میں لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو، اپنے امور میں بصیرت سے بہرہ ور ہو، اپنے راستے کو جانتا ہو، بھلائی کی معرفت رکھتا ہو، اسے ترجیح دیتا ہو، اپنے آپ پر اور دوسروں پر اس کے نفاذ کی کوشش کرتا ہو، جو برائی کی معرفت رکھتا ہو، اسے ناپسند کرتا ہو اور اسے ترک کرنے کی کوشش کرتا ہو اور خود اپنی ذات سے اور دوسروں سے اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہو۔۔۔کیا یہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو جہالت، گمراہی، کفر اور گناہوں کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہو؟(تفسیر سعدی:819/1)

(9) ایمان اس کائنات کی اصل قوت کا یقین کرنے اور اس کے ساتھ جڑ جانے کو کہتے ہیں۔ایمان دراصل نور ہے جو انسان کی آنکھیں کھول دیتا ہے جس سے انسان اصل حقیقت کا ادراک حاصل کرتا ہے۔اسے اپنی حقیقت، اپنی زندگی کی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حقیقت اور زمین پر ہونے والے واقعات کی حقیقت اور اس زمین پر جاری طریقہ کار کی حقیقت سمجھ آتی ہے۔

(10)(i) جب انسان ایمان لاتا ہے تو اس کائنات کی اصل حقیقت یعنی اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتا ہے۔ یوں وہ ایک روشنی میں آجاتا ہے جس کے ذریعے اسے دین کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ دین کے تمام اجزاء میں ایک گہرا تعلق ہے۔ یہ اجزاء ایک جسم کی طرح ہیں جو زندہ ہے۔ (ii) انسان پر اپنی حقیقت واضح ہوتی ہے یوں اس کی ذات کی حقیقت زندہ ہو جاتی ہے۔ (iii) اس پر زمین پر ہونے والے واقعات کی حقیقت واضح ہوتی ہے تو یہ واقعات زندہ ہو جاتے ہیں۔

(iv) اس پر سچائی واضح ہوتی ہے تو وہ ہر معاملے اور ہر واقعے میں سچائی کے راستے کو پالیتا ہے۔ یوں اس کے دل میں سچائی زندہ ہو جاتی ہے۔ (v) انسان اللہ تعالیٰ کی سنت کو اپنے اردگرد جاری دیکھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی یہ سنت اس کے لیے زندہ ہو جاتی ہے۔ (vi) وہ اپنے ماحول میں اللہ تعالیٰ کے ارادوں کو معلوم کر لیتا ہے خواہ وہ چھپے ہوئے ہوں یا ظاہر ہوں۔ وہ اردگرد رونما ہونے والے واقعات اور ان کے انجام کو کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہے یوں اُس کے لیے ماحول میں زندگی اور حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ یوں وہ سب کچھ جو انسان کی ذات میں ہے، کائنات میں ہے اور ماحول میں ہے ایمان کی وجہ سے اُس کے لیے زندگی بن جاتا ہے، اس لیے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے زندگی قرار دیا ہے۔ (vii) اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ شخص زندہ ہے جس کو ہدایت کی روشنی پیش کی گئی اور اس نے قبول کر لی اسے سچائی پہچاننے میں دیر نہیں لگی۔ سچائی اس کے لیے ایسی روشن حقیقت بن گئی جس کی روشنی میں وہ خود چلتا ہے اور دوسروں کو چلاتا ہے، یہی حرکت اس کی زندگی ہے۔

(11)﴿وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ﴾ ''اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنا دی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے'' جو انسان ایمان کی روشنی حاصل کرتا ہے اس کے خیالات روشن ہو جاتے ہیں، اس کا شعور روشن ہو جاتا ہے اسی وجہ سے اس کے دل کو خوشی نصیب ہوتی ہے اور وہ اپنے حالات سے خوش اور اپنے انجام پر مطمئن ہوتا ہے۔

(12) اس کے دل کے اطمینان اور خوشی کا تعلق اس کے رویے میں بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے دل سے روشنی کی لہر اٹھتی ہے تو وہ گمراہوں کو راستہ دکھاتا ہے، خوفزدہ انسانوں کو اطمینان دلاتا ہے، وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے، غلاموں اور قیدیوں کو آزاد کرتا ہے اور دوسروں سے رہا کروانے کے لئے کوششیں کرتا ہے، وہ بیماروں کی شفا کے لئے تدابیر اختیار کرتا ہے، وہ بے سہاروں کے لیے سہارا بنتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے بے تعلق لوگوں سے تعلق بحال کرواتا ہے، اور انسانیت تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہے، اس پیغام کو پہنچانے کے لئے وہ سارے مادی اسباب فراہم کرتا ہے، کبھی وہ پیغام رسانی کے لئے، اس کی تعلیم کے لئے مراکز قائم کرتا ہے، باقاعدہ سسٹم بناتا ہے یا اس کا حصہ بنتا ہے، کبھی وہ پیغام کی ترویج و اشاعت کے لئے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نئے نئے راستے تلاش کرتا ہے، وہ ایسے تمام افراد کو اکٹھا کرتا ہے اور انہیں جوڑنے کی کوشش کرتا ہے جن کے دل روشن ہو گئے ہوں اور اُس روشنی کو بڑھانے اور پھیلانے کے انتظامات کرتا ہے۔

(13) انسان ایمان کی روشنی پا کر قافلہ ایمان کے ساتھ جڑ جاتا ہے۔ یوں مومن تعلقات کا ایک خزانہ حاصل کر لیتا ہے۔ وہ ایک ایسے قافلے میں شامل ہو جاتا ہے جس کی جڑیں پوری انسانی تاریخ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کے لیے ماضی کے رابطے یعنی رسولوں اور ایمان والوں سے تعلق روشن ہو جاتا ہے۔ وہ حال کی زندگی کے ساتھ ساتھ ماضی میں بھی تعلق قائم کر کے ماضی کو اپنے لیے زندہ کر لیتا ہے۔ اس کا وجود اور اس کی شخصیت اس کی عمر کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ اس کے جانے کے بعد بھی اس کے صدقہ جاریہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس کے اعمال صالح کے اثرات جاری رہتے ہیں یوں انسانی تاریخ میں مومن کا کام جاری رہتا ہے۔ بجھے ہوئے تاریک دل پر جب ایمان کی بارش ہوتی ہے تو انسان کو زندگی، حرکت، ترقی اور ہمیشہ کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔

(14) ﴿كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ﴾ ''اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے'' یہ دوسرا شخص ہے جو کافر ہے، جو جہالت، توہمات اور گمراہیوں میں گھرا ہو۔

(15) کافر زمین پر مضبوط وجود نہیں رکھتا۔ وہ خودرو پودے کی طرح ہوتا ہے جس کی جڑیں پختہ نہیں ہوتیں۔ اس کا اپنے خالق سے تعلق نہیں ہوتا اس لئے کائنات سے بھی اس کا تعلق صرف مادی رہ جاتا ہے، روحانی تعلق نہیں ہوتا، جیسے کسی بھی جانور کا تعلق ہوتا ہے۔ مادی دنیا کے ساتھ اس کا یہ تعلق ایسا ہے جو نہایت محدود ہے اس لئے کافر کے لئے کوئی قرار نہیں۔

(16) ﴿لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا﴾ ''اس سے نکلنے والا نہیں ہے'' کافر سمندر میں ڈوبنے والے کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہے لیکن بھنور سے نکلنے کا راستہ نہیں پاتا۔

(17) وہ اس لئے نہیں نکل سکتا کہ اس پر تمام راستے مشتبہ ہو گئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عقل عطا فرمائی، وہ فطری طور پر بھلائی برائی کی پہچان بھی رکھتا ہے لیکن رسولوں کی دعوت پر لبیک نہیں کہتا اور اللہ تعالیٰ کی وحی سے فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے اس کفر اور شرک کے اندھیرے سے نہیں نکل سکتا۔

(18) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا، پھر ان پر اس دن اپنے نور کو ڈالا، تو جس پر اس دن نور الٰہی (کا اثر) پہنچا، وہ ہدایت یاب ہو گیا اور جو اس سے محروم رہا وہ گمراہ ہو گیا۔'' (مسند احمد: 2642، مستدرک حاکم: 57)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(19) دو طرح کے افراد اپنی زندگی، زندگی کے برتنے، اپنے حالات و واقعات، اپنے کاموں اور کاموں کے پیدا کردہ اثرات کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ ایمان کی وجہ سے انسان کا ماضی کے ایمان والوں سے تعلق جڑتا ہے، اپنے دور میں اُس کی زندگی ترقی کرتی ہے اور مستقبل میں اس کے کاموں کے اثرات جاری رہتے ہیں۔ یوں وہ زندہ شخص اس کی طرح کیسے ہوسکتا ہے جس کا دل اندھیروں میں گھرا ہوا، اپنے ماضی سے کٹا ہوا، حال سے مایوس اور مستقبل سے ناامید ہو، دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔

(20) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافر کی ایک مثال بیان کی ہے اور مقصود مومنوں کو کافروں کی اتباع سے نفرت دلانا ہے۔ (تیسیر الرحمن: 433/1)

(21) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''ان دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے کی طرح اور دیکھنے اور سننے والے کی طرح ہے، کیا دونوں مثال میں یکساں ہوسکتے ہیں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟'' (ہود: 24)

(22) ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرہ: 257)

(23) ﴿اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟ یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟'' (ملک: 22)

(24) ﴿كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیے گئے جو وہ عمل کرتے تھے'' انسان جب روشنی کی حقیقت کو نہیں سمجھتا تو اندھیرے کو ہی اصل حقیقت سمجھ بیٹھتا ہے۔ جب وہ اس کو پسند کرنے لگتا ہے تو اُس کے لیے اندھیرے محبوب بنا دیے جاتے ہیں اور وہ گمراہی میں دور تک نکل جاتا ہے۔ اس راستے میں انسانوں اور جنوں میں سے شیاطین اس کے اعمال کو خوب صورت بنا کر دکھاتے ہیں۔ کافر کے پاس اندر کی روشنی نہیں ہوتی اس لیے وہ شیطانوں کی باتوں کو توجہ سے سنتا ہے اور اُن کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ یوں اس کے لیے ہدایت اور ضلالت



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

(25) پس شیطان ان کے سامنے ان کے اعمال کو خوشنما بنا تا رہتا ہے اور ان کو ان کے دل میں سجا تا رہتا ہے، یہاں تک کہ یہ اعمال ان کو اچھے لگنے لگ جاتے ہیں اور حق دکھائی دیتے ہیں۔ یہ چیزیں عقیدہ بن کر ان کے دل میں بیٹھ جاتی ہیں اور ان کا وصف راسخ بن کر ان کے کردار میں شامل ہو جاتی ہیں۔ بنا بریں وہ اپنی برائیوں اور قباحتوں پر راضی رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اندھیروں میں سرگرداں اور اپنے باطل میں لڑکھڑاتے رہتے ہیں۔ تاہم ان کی حیثیت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ کچھ ان میں سے قائدین اور متبوعین ہیں اور کچھ تابع اور پیروکار۔ (تفسیر سعدی:819/1)

سوال 3: انسان اندھیروں سے کیسے نکل سکتا ہے؟

جواب: (1) ایمان اور کفر کی حقیقت کو سمجھ کر۔

(2) ہدایت اور گمراہی کی حقیقت جان کر۔

(3) ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر۔

(4) اللہ تعالیٰ کے کلام سے حقیقت کا علم حاصل کر کے۔

(5) اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے پروگرام "دین اسلام" کے مطابق ڈھال کر انسان کفر کے اندھیروں سے نکل سکتا ہے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا

"اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے بڑوں کو مجرم بنا دیا ہے تا کہ وہ اس میں مکر و فریب کریں اور جو مکر و فریب وہ کرتے

بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾

ہیں اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے" (123)

سوال 1: شر پسند ہر دور میں موجود رہے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَ كَذٰلِكَ ... يَشْعُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا﴾ "اور اسی طرح ہم نے بنا دیا ہے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ! جس طرح آپ ﷺ کی بستی میں بڑے بڑے مجرم، کفر و شرک کی دعوت دینے والے، لوگوں کو حق سے روکنے والے اور آپ کی مخالفت پر ابھارنے والے شر پسند موجود ہیں ایسے ہی ہر نبی کے دور میں اس قسم کے شر پسند موجود رہے جو حق کی مخالفت کرتے رہے لیکن ان کا انجام برا ہوا اور فتح انبیاء کو ہی حاصل ہوئی۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(2)﴿فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ﴾ ''ہر بستی میں'' یعنی بڑے شہر میں۔(ایسر التفاسیر:419)

(3)﴿اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا﴾ ''اس کے بڑوں کو مجرم'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: اس کے بڑے مجرموں سے مراد سلطان، اس کے برے لوگ تا کہ وہ اس میں نافرمانیاں کریں۔(ابن ابی حاتم:1383/4)

(4)﴿لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا﴾ ''تا کہ وہ اس میں مکر وفریب کریں'' تا کہ وہ اس میں فریب کاریاں کریں، اور جنگوں کے ذریعے سازشیں کریں۔(ابن کثیر:112/2)

(5)بڑے مجرموں سے مراد جرائم پیشہ افراد ہیں جن کا جُرم دین سے دشمنی ہوتا ہے، جو اقتدار حاصل کر کے اُسے دین کی دشمنی اور اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

(6)ابن کثیر ہی کہتے ہیں جس طرح مکہ میں مجرموں کو نبی ﷺ کی مخالفت پر ابھارنے والے اور حق کے راستے سے روکنے والے بڑے شر پسند موجود رہے جو کفر اور شرک کے مرکز اور ستون تھے اسی طرح آج بھی نبی ﷺ کی مخالفت میں لوگوں کو صحیح دین سے روکنے کے لیے سازشیں ہو رہی ہیں، فریب دیے جا رہے ہیں لیکن وہ بھی چالیں چلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ وہ اسی طرح برے انجام کو پہنچیں گے جیسے ماضی کے بڑے بڑے مجرم، فرعون، نمرود اور قارون وغیرہ پہنچتے رہے ہیں۔

(7)﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے مجرموں میں سے ہر نبی کے لئے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا ہے۔''(الفرقان:31)

(8)﴿وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور جو مکر وفریب وہ کرتے ہیں اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے'' بڑے مجرموں کے دلوں میں تکبر بھرا ہوا ہوتا ہے۔ یہ تکبر اسلام سے دوری کا سبب بنتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے کے باوجود اس سے دور رہتے ہیں۔ وہ بندے ہونے کے باوجود بندگی کے فطری پروگرام سے دور رہتے ہیں یعنی ایمان لانا اور اطاعت کرنا انہیں پھانسی کا پھندا گلے میں ڈالنے کی طرح لگتا ہے اور اس طرح خود بھی گہرے اندھیروں کے مسافر بن جاتے ہیں اور لوگوں کو بھی تاریکیوں میں غرق کر دیتے ہیں۔ انہیں اس کا شعور نہیں ہوتا ہے کہ انہوں نے حق کی مخالفت کر کے اپنے رب کو کھو دیا ہے، اپنی فطرت کو کھو دیا ہے، اپنی زندگی کے پروگرام کو کھو دیا ہے، اپنے آخری انجام کو کھو دیا ہے اس طرح وہ زندگی کے قیمتی سرمائے کو، صلاحیتوں اور وقت کو، مال کو ضائع کر کے تہی دامن ہو جاتے ہیں اور لٹے پٹے اللہ تعالیٰ کے حضور ایسے حاضر ہوتے ہیں کہ نہ کوئی مددگار، نہ سفارشی، نہ کوئی بدلے میں کام آنے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والا۔تن تنہا مجرم بن کر اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر ہونے والا اپنی زندگی کے دھوکے کے بارے میں بے شعور ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ہر بستی کے بڑے مجرموں کو دین کی دشمنی میں لگا دیا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ حق یعنی اس کائنات کی، کائنات بنانے والے کی اور انسان کی ذات کی اصل سچائی اور باطل کے درمیان جو تضاد ہے وہ انسانوں کے سامنے پوری طرح واضح ہو جائے تا کہ انہیں دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کرنے اور اسے اختیار کرنے کی جو آزادی دی گئی ہے اسے کام میں لائیں۔اس حق اور باطل کی جنگ کے لیے اللہ تعالیٰ ایک طرف سچائی کے ساتھ رسولوں کو بھیجتا ہے جو حق کو انسانوں پر واضح کرتے ہیں، خود سچے ہوتے ہیں، سچائی پر چلتے ہیں، سچائی کا راستہ دکھاتے ہیں، سچائی کے راستے پر چلاتے ہیں، دوسری طرف بڑے مجرموں کو اللہ تعالیٰ حق اور سچ کا دشمن بنا دیتا ہے، وہ ہر ایسی آواز پر بھی دشمن ہو جاتے ہیں جو سچائی کی دعوت دے، سچے دین کی طرف پکارے، ایسی ہر آواز انہیں اپنے اور اپنے پروگرام کے خلاف محسوس ہوتی ہے، یہ لوگ حق کی دعوت میں ایسے شوشے نکالتے ہیں جس سے تمام افراد کو حق قبول کرنے سے روک سکیں، یہ مجرم حق کے خلاف شبہات پیدا کرتے ہیں، دین کی دعوت دینے والوں کو بدنام کرتے ہیں، یوں ان کی ساری کوششیں صرف ان کے جرم کو بڑھاتی ہیں، دعوت دینے والوں اور دعوت کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔یوں دونوں قوتوں کے درمیان تضاد کی وجہ سے معرکہ گرم ہو جاتا ہے۔بڑے مجرم چاہتے ہیں کہ ان کی بات چلے اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ان سے حاکمیت کا حق چھین لیا جائے یوں جب بڑے مجرموں کا اقتدار ختم ہو جاتا ہے تو لوگ اللہ تعالیٰ کی غلامی میں آجاتے ہیں اور انسانوں کو آزادی نصیب ہو جاتی ہے۔اس معرکے کی وجہ سے لوگوں کے میلانات اور رجحانات کھل کر سامنے آتے ہیں یوں اچھے اور برے انسان کھل کر ایک دوسرے کے سامنے آجاتے ہیں، کھوٹے اور کھرے لوگ الگ ہو جاتے ہیں، ہر ایک کو اپنے میدان میں کوشش کرنے کا بھرپور موقع ملتا ہے اور امتحان کا مقصد پورا ہو جاتا ہے جس کے بعد جزا اور سزا کا معاملہ ہوگا۔

(2) اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کبار ائمہ ہدیٰ اور بڑے بڑے فاضل لوگوں کو کھڑا کرتا ہے جو ان مجرموں کا مقابلہ کرتے ہیں، ان کے نظریات واقاویل کا جواب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں اور اس طرح وہ ان راستوں پر گامزن ہوتے ہیں جو انہیں ان کے مقصد تک پہنچاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مدد سے نوازتا ہے، ان کی رائے کو درست کرتا ہے، ان کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے اور کامیابی ان کے اور ان کے دشمنوں کے مابین ادلتی بدلتی رہتی ہے یہاں تک کہ انجام کار فتح اور نصرت اور غلبہ اہل ایمان کے حصہ میں آتا ہے۔(تفسیر سعدی:819/1)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ

''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی اُس جیسا دیا جائے

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ

جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے، جن لوگوں نے

وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ﴾

جرم کیے جلد ہی انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر وفریب کرتے تھے'' (124)

سوال 1: ازلی بدبخت نشانیاں بھی ٹھکرا دیتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... رُسُلُ اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی اُس جیسا دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا ہے'' جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو ٹھکرا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک فرشتے ہمارے پاس بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت لے کر نہیں آتے۔

(2) تاریخی اعتبار سے بڑے مجرموں کی جانب سے حسد اور بغاوت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ نبوت اور رسالت ہمیں ملنی چاہیے۔ (3) یہ مطالبہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض بھی تھا اور ان کی خود پسندی اور تکبر کا اظہار بھی تھا۔

(4) اپنی طرف سے انہوں نے نبوت اور رسالت کے عطا کیے جانے پر پابندی بھی لگائی تھی کہ ہم مانتے اگر ہمیں ملتی۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''اور جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے گئے؟ یا ہم اپنے رب ہی کو دیکھتے؟ وہ اپنے دلوں میں بہت بڑے بن گئے اور انہوں نے سرکشی اختیار کی، بہت بڑی سرکشی۔'' (الفرقان:21)

(6) ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (٣١) اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (٣٢)﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ یہ قرآن دو بستیوں میں



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا؟ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں اُن کی معیشت کو ہم نے اُن کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر اُن کے درجے بلند کیے تاکہ اُن کا بعض، بعض کو تابع بنالے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (الزخرف:31،32)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی آیات کو نہ ماننے والے معجزات آنے پر یہ کیوں کہتے ہیں کہ ہمیں بھی رسولوں جیسا دیا جائے؟

جواب: (1) مجرم عذر کے طور پر ایک اَن ہونا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ ایمان اور اطاعت کے بغیر نبوت اور رسالت چاہتے ہیں۔ (2) مجرم چاہتے ہیں کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں بڑے بنے رہیں۔ وہ اگر نبوت کا مطالبہ بھی کرتے ہیں تو اپنی بڑائی کے لیے۔ ولید بن مغیرہ نے ایک بار کہا تھا کہ اگر نبوت حق ہوتی تو میں زیادہ مستحق تھا کہ میں نبی ہوتا کیونکہ اے محمد میں عمر میں تم سے بڑا ہوں اور مال میں تم سے زیادہ ہوں۔

(3) بڑے بڑے مجرم حسد اور بغاوت کی وجہ سے حق کو جھٹلا رہے تھے اور اپنے باطل پر قائم تھے۔

سوال3: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ﴾ ''اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کسے عطا فرمائے اور مخلوق میں سے کون اس کا زیادہ اہل ہے۔

(2) رسالت ایک عظیم منصب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کون رسول بننے کا اہل ہے، کون رسالت کا بوجھ اٹھا سکتا ہے اور کس کے اخلاق عظیم ہیں۔

(3) یہ آیت اللہ تعالیٰ کی حکمت کے کمال پر دلالت کرتی ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی عطا سے نوازتا ہے۔ وہ اسی کو رسالت کا منصب عطا فرماتا ہے جو اس کا اہل ہو۔

(4) اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو رسالت کے لیے منتخب فرمایا۔ آپ ﷺ اعلیٰ حسب ونسب رکھتے تھے۔ اہل مکہ آپ ﷺ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارتے تھے۔ ابوسفیان نے اس کا اعتراف شاہ روم ہرقل کے سامنے کیا تھا، جب اس نے پوچھا کہ ان کا نسب کیا ہے تو ابوسفیان نے کہا: آپ ﷺ عالی نسب ہیں، پھر شاہ روم نے پوچھا: کیا انہوں نے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولا تھا تو ابوسفیان نے کہا: نہیں۔ (بخاری:7)

(5) ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (الحج:75)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(6) سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیم علیہ السلام میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بنو کنانہ کا انتخاب کیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو ممتاز کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔'' (مسند احمد: 16989، مسلم: 5938)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ﴾ ''میں (آدم علیہ السلام سے لے کر) برابر آدمیوں کے بہتر قرنوں میں ہوتا آیا ہوں (یعنی شریف اور پاکیزہ نسلوں میں) یہاں تک کہ وہ قرن آیا جس میں میں پیدا ہوا۔'' (بخاری: 3557)

سوال 4: رسالت میں شک کرنے والے مجرموں کے انجام کی وضاحت ﴿سَيُصِيبُ... يَمْكُرُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ﴾ ''جن لوگوں نے جرم کیے جلد ہی انہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت پہنچے گی'' مجرم وہ ہیں جو رسالت میں شک کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ میں مستحق رسالت ہوں اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کو جہل کی طرف منسوب کرنا ہے۔ جنہوں نے یہ اعتراض کیا ہے انہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں ذلت پہنچے گی اور انہیں سخت سزا ملے گی۔ (تفسیر انوار البیان: 294/2)

(2) مجرموں کو قیامت کے دن ذلت اٹھانی پڑے گی۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (60)﴾ ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' (غافر: 60)

(3) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن ہر دھوکے باز کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے فلاں بن فلاں کی دھوکا بازی کا نشان۔'' (بخاری: 4537)

(4) ﴿وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾ ''اور سخت عذاب اس وجہ سے کہ وہ مکر و فریب کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں، یہ ان کی چال بازیوں کا بدلہ ہوگا جس کی وجہ سے انہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ ''اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکہف: 49)

(5) حق کے ساتھ تکبر سے پیش آنے کی وجہ سے انہیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کا سخت عذاب دیا جائے گا۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اہل دوزخ میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھا، اسے دوزخ میں ایک بار غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے دنیا میں کبھی آرام دیکھا تھا؟ کیا تجھ پر کبھی چین کا کوئی لمحہ آیا تھا؟ وہ کہے گا، اللہ تعالیٰ کی قسم! اے میرے رب! کبھی نہیں۔“ (مسلم:7088)

سوال 5: مجرموں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں ذلت کا عذاب کن جرائم کی وجہ سے دیا جائے گا؟

جواب: (1) تکبر اور غرور کی وجہ سے ذلت کا عذاب دیا جائے گا کیونکہ اسی وجہ سے مجرم حق کا انکار کرتے ہیں۔

(2) مجرم دعوت اور دین کی دعوت دینے والوں کے مقابلے میں سازشوں کا جال پھیلاتے ہیں۔

(3) مجرم رسولوں کی دشمنی کرتے ہیں۔

(4) مجرم ایمان والوں کو اذیت دیتے ہیں اس لیے انہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا۔

﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ

”تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے کہ

يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ

اسے گمراہ کر دے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ

الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے“ (125)

سوال 1: نیکیوں کا اچھا لگنا ہدایت کی نشانی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ... لِلْاِسْلَامِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ ”تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے“ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت پر لانا چاہتا ہے اسے نیکیاں اچھی لگتی ہیں، وہ نیکی کو بوجھ نہیں سمجھتا، اسے نیکیوں میں لذت ملتی ہے اور وہ خوشی سے نیکی کے کام کرتا ہے۔

(2) یقیناً اللہ تعالیٰ کا ارادہ حق اور حکمت پر مبنی ہے۔ اس کے ارادوں کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ﴾ ”اے اللہ!



” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اسے کوئی روکنے والا نہیں جسے تو عطا کر دے اور جسے تو روک لے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے بچا نہیں سکتی۔'' (مسلم:1342)

(3)﴿يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ﴾ ''اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے'' شرح صدر سے مراد سینہ کا وسیع ہو جانا ہے۔ جس کو شرح صدر حاصل ہو جاتا ہے اس کا دل ایمان اور یقین سے روشن ہو جاتا ہے۔

(4) جو ہدایت چاہتا ہے اور اس کی طلب صادق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے راستوں کو آسان بنا دیتا ہے اور تمام اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ قبول ایمان اور اتباع اسلام کے لیے اسے شرح صدر عطا فرماتا ہے، اور جو گمراہی چاہتا ہے اور اس کی خواہش کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ گمراہی کے تمام دروازوں کو کھول دیتا ہے اور اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے کہ ایمان کے داخل ہونے کے لیے اس میں گنجائش باقی نہیں رہتی۔ (تیسیر الرحمن:435/1)

(5) نیکیوں کو پورے شوق سے انجام دینا، انہیں دشوار نہ سمجھنا شرح صدر کی دلیل ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟ (کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے) پس ان کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے، یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (الزمر:22)

(6)﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی ہے اور اس نے کفر، گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔'' (الحجرات:7)

سوال 2: انسان کا سینہ اسلام کے لیے کیسے کھلتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ انسان کے سینے کو اسلام کے لیے کھولتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ اس کا سینہ اسلام کے لئے کھولتے ہیں، جسے ہدایت سے دلچسپی ہوتی ہے۔

(3) انسان کا سینہ اسلام کے لئے تب کھلتا ہے جب اسے ہدایت پر اطمینان ہوتا ہے۔

(4) انسان کا سینہ اسلام کے لئے تب کھلتا ہے جب وہ حق کو سب سے اعلیٰ سمجھتا ہے، جو حق کی تلاش میں رہتا ہے پھر جب حق آتا ہے تو آگے بڑھ کر قبول کر لیتا ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(5) جس شخص کا فطری میلان اسلام کی طرف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔

سوال 3: نیکیوں کا اچھا نہ لگنا گمراہی کی علامت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ يُّرِدْ ... لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾ ''اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کردے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے اور اسے نیکیاں اچھی نہیں لگتیں۔

(2) ''حرج'' دراصل نہایت تنگ جگہ کو کہتے ہیں یا ایسے گنجان درختوں کو جن تک چرنے والے جانور نہ پہنچ سکتے ہوں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہی حال کافر کے سینے کا ہے۔ ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت کی پھر فرمایا کہ بنی کنانہ کے کسی چرواہے کو بلا لاؤ، چنانچہ ایک چرواہے کو بلایا گیا، اس سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ''حرجہ'' کسے کہتے ہیں؟ اس نے کہا: وہ درخت جو بہت سے درختوں کے درمیان اس طرح گھرا ہوا ہو کہ کوئی چرنے والا جانور اس تک نہ پہنچ سکتا ہو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بس یہی حالت کافر (اور منافق) کے قلب کی ہے کہ اس تک پہنچنے کے لئے کسی قسم کی خیر بھی راہ نہیں پاتی۔ (ابن کثیر، کبیر) (اشرف الحواشی: 173/1)

(3) جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے یعنی اس کا سینہ ایمان، علم اور یقین کے لیے تنگ ہو جاتا ہے۔ اس کا دل شکوک و شبہات کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے، نہ بھلائی اس تک راہ پا سکتی ہے نہ بھلائی اور نیکی کے لیے اس کو انشراح صدر حاصل ہوتا ہے گویا وہ سخت تنگی اور شدت میں ہے۔

(4) ﴿كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ﴾ ''گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے'' یعنی اسے آسمان پر چڑھنے کا مکلف کیا جا رہا ہے جہاں چڑھنے کا اس کے اندر کوئی حیلہ نہیں۔ (تفسیر سعدی: 821/1)

(5) اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں انسان کی ظاہری اور مادی کیفیت کو سامنے رکھا ہے کہ گویا ایک انسان اوپر چڑھ رہا ہے اور اس کی سانس پھولی ہوئی ہے اور سینے میں تنگی محسوس ہو رہی ہے۔ سینے کی تنگی اور گھٹن کی وضاحت ﴿يَصَّعَّدُ﴾ سے بھی ہوتی ہے جو مشکل سے ادا ہوتا ہے۔

(6) حکیم بن ابان نے عکرمہ سے اور انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ﴿كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح ابن آدم آسمان تک پہنچنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اسی طرح اسے اس بات کی بھی استطاعت



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں کہ توحید اور ایمان اس کے دل میں داخل ہو سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ توحید اور ایمان کو اس کے دل میں داخل فرما دے۔ (تفسیر طبری:39/8)

(7)﴿كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے'' جس طرح اللہ تعالیٰ گمراہ ہونے والوں کا دل سخت، تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے اسی طرح ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مقام پر رجس کا ترجمہ شیطان سے کیا ہے۔ اس طرح مطلب یہ ہوگا کہ ہم ایسے شخص پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اسے ایمان لانے کے قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا۔ نیز رجس کا معنی ناپاکی بھی ہے اور عذاب بھی۔ اگر عذاب ہو تو اس سے مراد دنیا میں اس پر لعنت کا عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے اور آخرت میں جو عذاب ہوگا وہ سخت تر ہے۔ (تیسیر القرآن:656,655/1)

(9) اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر شیاطین مسلط کر دیتا ہے یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رحمت اور احسان کے دروازے بند کر دیتا ہے اور عذاب مسلط کر دیتا ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ اسے آسان راستے کی توفیق دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور جو نیکی کو جھٹلاتا ہے اسے مشکل راستے پر گامزن کر دیتا ہے۔

سوال 4: انسان کا دل اسلام کے لئے کیسے تنگ ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) جب انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے اس کی بڑائی ختم ہو جائے گی۔

(2) جب انسان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر میں معاشرے کے رسم و رواج کے مطابق نہ چلا تو سارے ماحول میں اجنبی بن کر رہ جاؤں گا۔ (3) جب انسان کو یہ لگتا ہے کہ اگر اسلام قبول کیا تو ساری مصلحتیں قربان کرنی پڑیں گی اور پھر میں برباد ہو جاؤں گا۔

(4) اپنے آپ کو بڑی ہستیوں کے ساتھ وابستہ کر لیتا ہے تو اسلام قبول کرتے ہوئے اسے ان ہستیوں کو چھوڑنا مشکل لگتا ہے اس لئے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔ (5) جس شخص کی فطرت گمراہی کی طرف متوجہ رہتی ہے وہ اسلام اور ہدایت کو مشکل محسوس کرتا ہے اس کے دل میں تنگی اور گھٹن آتی ہے۔

﴿وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ﴾

''اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے۔ یقیناً ہم نے اپنی آیات تفصیل سے اُن لوگوں کے لیے بیان کر دی ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں'' (126)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 1: اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ کون سا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَهٰذَا ... لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) وہی راستہ سیدھا اور سچا ہے جس کی دعوت انبیاء علیہم السلام دیتے چلے آئے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا﴾ ''اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے'' یعنی اے محمد ﷺ! یہ وحی والا دین جو ہم نے آپ کے لیے مقرر فرمایا ہے اور جس کا تفصیلی بیان قرآن مجید میں ہے، یا توحید کا راستہ اور اسلام جس کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یہی اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے۔

(2) یعنی آپ کے رب تک اور عزت و تکریم کے گھر تک پہنچانے والا راستہ معتدل راستہ ہے، جس کے احکام واضح کر دیئے گئے ہیں، جس کے قوانین کی تفصیل یہاں بیان کر دی گئی ہے اور خیر و شر کو ممیز کر دیا گیا۔ (تفسیر سعدی: 822/1)

(3) سیدنا مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! یاد رکھو قرآن ہی کی طرح ایک اور چیز (یعنی حدیث) مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے، خبردار ایک وقت آئے گا کہ ایک پیٹ بھرا (یعنی متکبر شخص) اپنی مسند پر تکیہ لگائے بیٹھا ہوگا اور کہے گا: لوگو! تمہارے لیے قرآن ہی کافی ہے اس میں جو چیز حلال ہے بس وہی حلال ہے اور جو چیز حرام ہے بس وہی حرام ہے حالانکہ جو کچھ اللہ کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے وہ ایسے ہی حرام ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ سنو گھریلو گدھا بھی تمہارے لئے حلال نہیں۔ (حالانکہ قرآن میں اسکی حرمت کا ذکر نہیں) نہ ہی وہ درندے جن کی کچلیاں (یعنی نوکیلے دانت جن سے وہ شکار کرتے ہیں) ہیں، نہ ہی کسی ذمی کی گری پڑی چیز کسی کے لئے حلال ہے۔ ہاں البتہ اگر اس کے مالک کو اس کی ضرورت ہی نہ ہو تو پھر جائز ہے۔'' (سنن ابی داؤد: 4604)

(4) (i) ﴿رَبِّكَ﴾ کے لفظ سے ایمان والوں کا دل ایمان اور اعتماد سے بھر جاتا ہے۔ (ii) اس لفظ میں تعلق ہے، رشتہ ہے، خوشی ہے۔ (iii) اس لفظ کی وجہ سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ (iv) اس لفظ میں اچھے انجام کے لئے خوش خبری ہے۔

(5) ﴿قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے اپنی آیات تفصیل سے ان لوگوں کے لیے بیان کر دی ہیں جو نصیحت قبول کرتے ہیں'' اس امت کے لیے پوری تفصیل سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پہنچ چکی ہے لیکن وہی اس سے نفع اٹھا رہے ہیں جنہیں نصیحت سے رغبت ہے۔ (تفسیر سعدی: 822/1)

(6) یہ تفصیل و توضیح ہر شخص کے لیے نہیں بلکہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو نصیحت پکڑتے ہیں کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو علم رکھتے ہیں، پھر اپنے علم سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ان کے لیے بہت بڑی جزا اور خوبصورت اجر تیار کیا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 822/1)

(7) ﴿لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کرتے ہیں'' وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں پھر ایمان لاتے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں اور وہ عمل کرتے ہیں پھر وہ سلامتی کے گھر میں کمال اور سعادت تک پہنچتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:421)

سوال2: نصیحت کون لوگ قبول کرتے ہیں؟

جواب:(1) جن لوگوں کے سینے اسلام کے لیے کھل جاتے ہیں وہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔

(2) جو اللہ تعالیٰ کو اور اس کی ہدایات کو یاد رکھتے ہیں اور اپنے دلوں کو زندہ رکھتے ہیں۔

(3) جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات سنتے ہیں اور اپنے دل کو مردہ ہونے سے بچاتے ہیں۔

(4) جو لوگ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

﴿لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''ان کے رب کے پاس اُن کے لیے سلامتی کا گھر ہے اور وہ اس کی وجہ سے اُن کا مددگار رہے جو وہ عمل کیا کرتے تھے''(127)

سوال1: انبیاء کے راستے پر چلنے والوں کو دارالسلام کی جو خوش خبری دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿لَهُمْ ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''اُن کے رب کے پاس اُن کے لیے سلامتی کا گھر ہے'' نصیحت ماننے والے دنیا میں سلامتی اور سیدھی راہ پر چل رہے تھے، انبیاء کے قدم بہ قدم تھے اور ٹیڑھی راہ سے بچے ہوئے تھے اس لیے قیامت کے دن انہیں سلامتی والا گھر (جنت) ملے گا۔(مختصر ابن کثیر:539/2)

(2) دارالسلام سے مراد سلامتی کا گھر یعنی جنت ہے جہاں امراض، آفات اور بڑھاپے وغیرہ سے سلامتی ہوگی۔

(3) اللہ تعالیٰ السلام ہے اور جنت اس کا گھر ہے یعنی رب العزت کا گھر جو اس نے اپنے اولیاء کی جزا کے طور پر تیار کر رکھا ہے۔(تفسیر سمرقندی:48/1)

(4) دارالسلام سے مراد جنت ہے یعنی دین اسلام پر چلنے والوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت دے گا اور انہیں اپنی محبت سے نوازے گا اور ان کا حافظ و ناصر ہوگا۔(تیسیر الرحمن:435/1)

(5) ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے ہاں، چونکہ جنت ہر عیب، سے آفت اور تکدر اور غم و ہموم جیسی ناخوشگواریوں سے سلامت اور پاک ہے اس لیے اس کو ''دارالسلام'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جنت کی نعمتیں انتہائی کمال کو پہنچی ہوئی ہوں گی، کہ کوئی ان کا وصف بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے۔ جنت کے اندر قلب و روح اور بدن کے لیے نعمتوں کے جو سامان ہیں تمنا کرنے والے اس سے بڑھ کر کسی نعمت کی تمنا نہیں کر سکتے۔ اس جنت میں ان



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو ان کے دل چاہیں گے اور جس سے ان کی آنکھوں کو لذت حاصل ہوگی اور وہ اس جنت میں ابدالآباد تک رہیں گے۔ (تفسیر سعدی:822/1)

(6) ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا اُن کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔'' (السجدہ:17)

(7) دارالسلام تک وہ لوگ پہنچ پاتے ہیں

(i) جو لوگ نصیحت حاصل کرتے جاتے ہیں۔

(ii) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو سن کر اپنے دلوں کو مردہ ہونے سے بچاتے رہتے ہیں۔

(iii) جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالتے ہیں۔

(iv) جو ایک صالح مومن کا کردار ادا کرتے ہیں دارالسلام ان ہی کے لیے ہے۔

(8) ﴿وَهُوَ وَلِيُّهُمْ﴾ ''اور وہ اُن کا مددگار ہے'' اللہ تعالیٰ دنیا میں ان کا ولی، حفاظت کرنے والا اور مددگار ہے اور آخرت میں ان کی دنیا کے اعمال کی جزا دے کر ان کا ولی ہوگا۔ (تفسیر سمرقندی:821/1)

(9) ﴿بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اس کی وجہ سے جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' وہی ان کا ولی اور مددگار ہے جو ان کی تدبیر اور اور تربیت کا مالک ہے، وہ ان کے تمام معاملات میں ان کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آتا ہے، جو اپنی اطاعت پر ان کی مدد کرتا ہے اور ان کے لیے ہر وہ راستہ آسان کرتا ہے جو انہیں اس کی محبت کی منزل تک پہنچاتا ہے اور وہ ان کی سرپرستی اپنے ذمہ صرف اس لیے لیتا ہے کہ وہ نیک اعمال بجالاتے اور ایسے کام آگے بھیجتے ہیں جن سے ان کا مقصد اپنے آقا کی رضامندی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص ہے جس نے اپنے آقا سے روگردانی کی اور اپنی خواہشات نفس کے پیچھے لگا رہا، تو اللہ تعالیٰ اس پر شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اس کا سرپرست بن کر اس کے دین اور دنیا کو تباہ کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:822/1) یا ارحم الراحمین! یا اکرم الاکرمین ہمیں بھی ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما کہ جن سے آپ راضی ہو جائیں اور ہمیں جنت الفردوس کا وارث بنا دے۔ آمین

سوال 2: اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی کیسے بنتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے ہدایت کا راستہ کھول دیتا ہے اور گمراہی سے بچاتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ ہدایت کے راستے پر چلنے کے لیے دلوں کو مائل رکھتا ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(3)اللہ تعالیٰ کی مدد سے مومن آزمائشوں میں کامیاب ہوتا ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہے وہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔

(5)اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہے وہ انہیں دارالسلام تک ان کے اعمال کی بدولت پہنچاتا ہے۔

﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ ۖ

''اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا: ''اے جنوں کے گروہ! یقیناً تم نے انسانوں میں سے بہت سوں کو (دوست) بنایا۔''

وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا

اور انسانوں میں سے اُن کے ساتھی کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اُٹھایا اور ہم

الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا

اپنے وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمایا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، جس میں ہمیشہ رہو گے

إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ﴾

مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے'' یقیناً آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (128)

سوال 1: حشر کے میدان میں ہونے والے سوال وجواب کی وضاحت ﴿وَيَوْمَ ... عَلِيمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا﴾ ''اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا'' اس سے مراد ہے کہ حشر کے دن اللہ تعالیٰ سب انسانوں اور جنوں کو اکٹھا کرے گا۔ ان میں سے جو گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، ان کے سامنے برائی کو خوب صورت بنا کر پیش کیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں میں ان کی مدد کی۔

(2)﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ﴾ ''اے جنوں کے گروہ! یقیناً تم نے انسانوں میں سے بہت سوں کو (دوست) بنایا'' یعنی اے جنوں کی جماعت! تم نے انسانوں کو خوب گمراہ کیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا۔ تم نے کیسے میرے محارم کی خلاف ورزی کی اور میرے رسولوں کے ساتھ عناد رکھنے کی جرأت کی اور تم اللہ تعالیٰ کے خلاف جنگ کرنے کے لیے کھڑے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کے راستے سے روکنے اور جہنم کے راستے پر دھکیلنے کی کوشش کی؟ آج تم میری لعنت کے حق دار ہو اور تم پر میری ناراضی واجب ہوگئی۔ آج ہم تمہیں تمہارے کفر اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے مطابق زیادہ عذاب دیں گے۔ آج تمہارے پاس کوئی عذر نہیں جو پیش کر سکو، کوئی ٹھکانہ نہیں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جہاں تم پناہ لے سکو، کوئی سفارشی نہیں جو تمہاری سفارش کر سکے اور نہ تمہاری پکار ہی سنی جائے گی۔ اس وقت مت پوچھئے کہ ان پر سزا کے کون سے پہاڑ ٹوٹیں گے اور انہیں کون سی رسوائی اور وبال کا سامنا کرنا پڑے گا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے کسی عذر کا ذکر نہیں فرمایا۔ رہے ان کے دوست انسان تو وہ عذر پیش کریں گے جسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی:1/824,823)

(3) یعنی تم نے انسانوں کو اغوا اور گمراہ کر کے بہت فائدے اٹھائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۶۰) وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (۶۱) وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (۶۲)﴾ ''اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے اور بلاشبہ یقیناً وہ تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟'' (یٰس:60-62)

(4) ﴿وَقَالَ اَوْلِيٰٓـؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ﴾ ''اور انسانوں میں سے اُن کے ساتھی کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اُٹھایا'' صاحب روح المعانی نے سیدنا حسن اور ابن جریج وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ انسانوں کا جنوں سے نفع حاصل کرنا یوں تھا کہ جب ان میں سے کوئی شخص سفر پر جاتا اور جنات کا خوف ہوتا تو جس منزل پر اترنا ہوتا تو یوں کہتا: ﴿اَعُوْذُ بِسَيِّدِ هٰذَا الْوَادِيْ﴾ میں اس وادی کے سردار کی پناہ لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے کی بجائے شیاطین کی پناہ لیتے تھے۔ اور شیاطین کا انسانوں سے نفع حاصل کرنا یہ تھا کہ جب یہ لوگ ﴿اَعُوْذُ بِسَيِّدِ هٰذَا الْوَادِيْ﴾ کہتے تھے تو جنات خوش ہوتے اور کہتے تھے کہ دیکھو انہوں نے ہم کو پناہ دینے پر قادر سمجھا اور جو پناہ اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہئے تھی ہم سے مانگی۔ (تفسیر انوار البیان:2/297)

(5) ﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾ ''اور یقیناً انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو اُنہوں نے جنوں کو سرکشی میں بڑھا دیا۔'' (الجن:6)

(6) یعنی تمام جنوں اور انسانوں نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اٹھایا۔ جنوں نے انسانوں سے اپنی اطاعت، اپنی عبادات اور اپنی تعظیم کروا کے اور ان کی پناہ کی طلب سے فائدہ اٹھایا۔ اور انسان جنوں کی خدمت کے مطابق اپنی اغراض اور شہوات کے حصول میں ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ انسان جنوں کی عبادت کرتے ہیں، جن ان کی خدمت کرتے ہیں اور ان کی دنیاوی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم سے بہت ہی گناہ سرزد ہوئے اور اب ان کا لوٹانا ممکن نہیں۔ (تفسیر سعدی:1/824)

(7) ﴿وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا﴾ ''اور ہم اپنے وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمایا'' یعنی ہم



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اپنے وقت اور مقام پر پہنچ گئے جو آپ نے ہمارے لیے مقرر فرمایا۔ ہمارے ارادے کا وقت گزر گیا۔ اب آپ کا فیصلہ، آپ کا حکم اور ہمارے لیے آپ کا جو ارادہ ہو وہی ہوگا۔ اب تو ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

(8) انسانوں کا گروہ آپس میں ایک دوسرے سے نفع حاصل کرنے کا اقرار کرنے کے بعد یوں کہے گا کہ: ﴿وَبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِیْٓ اَجَّلْتَ لَنَا﴾ ''اور ہم اپنے وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمایا'' اس اجل یعنی مقررہ میعاد سے بعض حضرات نے موت اور بعض نے قیامت کا دن مراد لیا ہے۔ انسانوں کا گروہ یہ بات بطور اقرار جرم کہے گا جس میں اظہار ندامت بھی ہے کہ ہم نے ایسا کیوں کیا! حسرت بھی ہے کہ اگر ایسا نہ کرتے تو اچھا ہوتا۔ (تفسیر انوار البیان: 297/2)

(9) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، جس میں ہمیشہ رہو گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے یقیناً آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' جہنم کی آگ اب آپ کا ٹھکانہ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے مطابق ہوگا۔

(10) اللہ تعالیٰ اپنے علم کی وسعت سے سب کے جرائم کا علم رکھتا ہے اور اپنی حکمت سے جزا سزا دیتا ہے۔ کوئی بھی کسی کے لیے جنت، دوزخ کا قطعی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی مرضی اور مشیت پر ہے۔ (ابن جریر، ابن ابی حاتم)

(11) اسلام میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بے قید ہونے کا اصول ہے۔ اللہ تعالیٰ دانا ہے، علیم ہے، حکیم ہے۔ اس کا کوئی فیصلہ علم، حکمت اور دانائی سے خالی نہیں ہو سکتا، وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

(12) اللہ تعالیٰ نے جنات سے حشر کے دن ہونے والے سوال و جواب کو انسان کے سامنے رکھا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ جرم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جنات نے انسانوں کی اکثریت کو گمراہ کر دیا ہے تا کہ وہ اپنے جرم کی وجہ سے شرمندہ ہوں اور انسان شیطان کے حیلوں سے بچ جائیں۔

سوال 2: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کیسے یہ حقیقت کھول دیں گے کہ لوگوں کو گمراہ کرنا اور حق کو نظر انداز کرنا بے خبری کی بنیاد پر نہیں تھا؟

جواب: (1) قیامت کے دن انسان کی نیتیں اور ارادے کھل کر سامنے آجائیں گے اور اس طرح کاموں کی اور انسان کی اصل حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ مثال کے طور پر جو لوگ گمراہ ہوئے، جنہوں نے گمراہی کی تحریکوں میں حصہ لیا ان کے بارے میں سب جان لیں گے کہ یہ اقتدار کے حصول کے لئے رب کے راستے سے لوگوں کو ہٹاتے رہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(2) قیامت کے دن یہ حقیقت کھل جائے گی کہ لوگوں نے وقتی فائدوں کو قربان نہیں کیا۔

(3) قیامت کے دن یہ کھل جائے گا کہ یہ حق سے بے خبری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوئے یا گمراہ کرتے رہے بلکہ دراصل دنیا پرستی آنکھوں کا پردہ بن گئی اور جان کر بھی لوگوں نے نہ جانا اور سن کر بھی نہ سنا۔

﴿وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ﴾ ع 15 6 2

''اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ساتھی بنا دیتے ہیں اس وجہ سے جو وہ کماتے تھے'' (129)

سوال 1: ظالموں کو ایک دوسرے کا ساتھی کیسے بنا دیا جاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَ كَذٰلِكَ ... یَكْسِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ كَذٰلِكَ﴾ ''اور اسی طرح'' اسی طرح ساتھی بنا دیتے ہیں یعنی نافرمان جنوں اور انسانوں کو۔

(2) ﴿نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًۢا﴾ ''ہم بعض ظالموں کو بعض کا ساتھی بنا دیتے ہیں'' سیدنا قتادہ سے منقول ہے۔ صاحب معالم التنزیل نے ان سے نقل کیا ہے ﴿نَجْعَلُ بَعْضَهُمْ اَوْلِیَآءَ بَعْضٍ﴾ کہ ہم ظالموں کو آپس میں ایک دوسرے کا دوست بناتے ہیں، یہ معنی بھی صحیح ہے دنیا میں ہر وقت اس کا مظاہرہ ہے اور اسی دوستی کی وجہ سے آپس میں مل کر اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی میں ایک دوسرے کی معاونت کرتے رہتے ہیں اور بعض حضرات نے ﴿نُوَلِّیْ﴾ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ظالموں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیں گے یعنی قیامت کے دن ایک ہی قسم کے لوگوں کی جماعتیں بنا دی جائیں گی پھر یہ جماعتیں دوزخ میں چلی جائیں گی۔ جیسا کہ سورۃ صافات میں فرمایا: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ (۲۲) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ (۲۳)﴾ ''جمع کر لو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا پھر اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو۔'' (الصافات: 23,22)

(3) اور سورۃ الزمر میں فرمایا: ﴿وَسِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔'' (الزمر: 71)

(4) آیت کا ایک اور معنی بھی بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ صاحب معالم التنزیل نے لکھا ہے کہ بعض ظالموں کو بعض دوسرے ظالموں پر مسلط کر دیتے ہیں اور ایک ظالم کو دوسرے ظالم کے ہاتھ سے سزا دلوا دیتے ہیں۔ (تفسیر انوار البیان: 298/2)

(5) قتادہ رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بعض ظالموں کو ظالموں پر مسلط کر دے گا اور جہنم میں ایک دوسرے کے



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



پیچھے چلیں گے۔(تفسیر ابن ابی حاتم:4/1388)

(6)﴿بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ ''اس وجہ سے جو وہ کماتے تھے'' یعنی ان کے ظلم، شر اور فساد کی وجہ سے ہم ظالموں کو ایک دوسرے کا ساتھی بنا دیتے ہیں۔

(7) ظالموں کو مسلط کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب بندوں کا فساد اور ظلم بہت بڑھ جاتا ہے اور وہ حقوق واجبہ ادا نہیں کرتے تو ان پر ظالم مسلط کر دیئے جاتے ہیں جو انہیں بدترین عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں اور وہ ان سے ظلم و جور کے ذریعے سے اس سے کئی گنا زیادہ چھین لیتے ہیں جو وہ اللہ تعالیٰ کے اور اس کے بندوں کے حق کے طور پر ادا کرنے سے انکار کرتے ہیں اور وہ ان سے اس طرح وصول کرتے ہیں کہ ان کو اس کا اجر و ثواب بھی نہیں ملتا۔ جیسے جب بندے درست اور راست رو ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے حکمرانوں کو درست کر دیتا ہے اور انہیں ظالم اور گمراہ حاکم نہیں بلکہ انہیں عدل وانصاف کے امام بنا دیتا ہے۔(تفسیر سعدی:1/825)

سوال 2: جنوں اور انسانوں کی دوستی کی اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: (1) اس دوستی میں مزاج اور خواہشات کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنا حکم چلاتے ہیں۔ عیاشی کے معاملے میں کوئی حد قبول نہیں کرتے۔

(2) اس دوستی میں رجحانات اور مقاصد کے ایک ہونے کی وجہ سے ان کے درمیان باہمی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

(3) اس دوستی کا انجام بھی ایک ہے۔

﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ

''اے جن وانس کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیات سناتے ہوں

وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا

اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''ہم اپنے آپ پر خود گواہی دیتے ہیں۔''

وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾

اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا اور وہ اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ یقیناً وہی کافر تھے'' (130)

سوال 1: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنوں اور انسانوں سے جو سوال کریں گے، اس کی وضاحت ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ ... يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ کی روشنی میں کریں؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب:(1)﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾ ''اے جن وانس کے گروہ! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے'' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنوں اور انسانوں سے سوال کریں گے کہ اے گروہ جن وانس! کیا میرے رسولوں نے تمہیں میرا پیغام پہنچایا تھا؟

(2) جنوں کے قرآن سننے کا تذکرہ سورہ جن اور سورہ احقاف وغیرہ میں ملتا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ (۲۹) قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۳۰) يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (۳۱) وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (۳۲)﴾ ''اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ''خاموش ہو جاؤ'' پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔انہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم! ہم نے بلاشبہ ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق اور سیدھی راہ کی ہدایت دیتی ہے۔اے ہماری قوم! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کرو اور اُس پر ایمان لاؤ وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔'' اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت کو قبول نہیں کرے گا تو زمین میں وہ عاجز کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کے کوئی مددگار ہیں، یہی لوگ کھلی گمراہی میں۔'' (احقاف:29-32)

(3)﴿يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ ''جو تمہیں میری آیات سناتے ہوں اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' یعنی میرے پیغمبر تمہیں میری آیات نہیں سناتے تھے جو وعدوں اور وعیدوں سے متعلق ہیں، جن میں خیر اور شر کی وضاحت ہے۔

(4)﴿وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ ''اور تمہیں تمہارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں'' یعنی تمہیں آگاہ نہیں کرتے تھے کہ تمہاری نجات اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اس کے احکامات کی تعمیل میں ہے اور بدبختی اور خسارہ ان کو چھوڑنے میں ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال2: کیا جنوں کے پاس ان کے ہم جنس رسول بھیجے گئے تھے؟

جواب:(1) جن انسانوں کی نظروں سے چھپی ہوئی مخلوق ہے۔(2) جنات کے اصل حالات اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ (3) جنات رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والے کلام کو سنتے تھے اور اپنی قوم کو کلام سناتے تھے، خوشخبریاں دیتے تھے اور ڈراتے تھے۔

سوال3: جن اور انسان رب العزت کے سوال کا جو جواب دیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... كٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''ہم اپنے آپ پر خود گواہی دیتے ہیں، اور ان کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں رکھا'' یعنی ہم اپنے آپ پر خود گواہی دیتے ہیں ہمیں دنیا کی زندگی نے آخرت کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا تھا اور ایمان سے روکا تھا۔

(2) یعنی دنیا کی زندگی نے اپنی زینت، آسائش اور نعمتوں کے ذریعے سے ان کو دھوکے میں مبتلا کر دیا اور دنیا پر مطمئن اور راضی ہو کر بیٹھ گئے اور دنیا نے انہیں آخرت کے بارے میں غافل کر دیا۔(تفسیر سعدی:825/1)

(3) قیامت کے دن جب لوگ یہ جان لیں گے کہ انکار اور تکبر سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے تو انہیں انکار کی مجال نہیں ہوگی، نہ وہ اپنا دفاع کر سکیں گے، نہ معذرت پیش کر سکیں گے اور خود اپنے خلاف گواہی دینے کے لیے مجبور ہو جائیں گے۔

(4) ﴿وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور وہ اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ یقیناً وہی کافر تھے'' یعنی جب انہوں نے اپنے خلاف گواہی دی (کہ ہم نے کفر کیا) تو ان پر حجت قائم ہو گئی۔

(5) وہ دنیا کی زندگی کے دھوکے میں مبتلا ہو گئے، انہوں نے انبیاء کے معجزات کو بھی ٹھکرا دیا، کفر اور شرک پر اڑے رہے، وہ خود اپنے کفر کا اقرار کریں گے۔

سوال4: جنوں اور انسانوں کے انجام میں ہمارے کے لیے کیا سبق ہے؟

جواب:(1) اس انجام میں ہمارے لیے سبق ہے کہ کل جن جرائم کا اعتراف کر کے سزا پانی ہے آج ان جرائم سے بچ سکیں۔(2) رسولوں سے ہدایات نہ لینے کی وجہ سے لوگ مجرم بنتے ہیں اس لیے رسولوں سے ہدایات لینی ہیں۔(ان شاء اللہ تعالیٰ)

﴿ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ﴾

''یہ اس لیے ہوا کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ کرنے والا نہ تھا کہ اس کے باشندے بے خبر ہوں''(131)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 1: نافرمانوں پر عذاب انبیاء کی بعثت کے بعد ہی آتا ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ ... غٰفِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ﴾ ''یہ اس لیے ہوا کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے ساتھ تباہ کرنے والا نہ تھا کہ اس کے باشندے بے خبر ہوں'' اللہ تعالیٰ ہر علاقے اور ہر دور کے لوگوں کے لیے اپنی ہدایات بھیجتا ہے تاکہ انسان اس سے اپنے رب اور اس کے احکامات کے بارے میں راہ نمائی حاصل کریں۔

(2) اللہ تعالیٰ خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے رسولوں کو بھیجتا ہے تاکہ وہ برے انجام سے ڈرائیں اور اچھے انجام کی خوش خبریاں دیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر حجت تمام کر دی۔ اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ توحید کی دعوت بھیجے بغیر ہمیں پکڑ لیا گیا۔ جس امت کو بھی اللہ تعالیٰ نے عذاب دیا تو اس کی طرف رسول بھیجنے اور حجت قائم کرنے کے بعد ہی عذاب دیا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝﴾ ''قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب بھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ایک بڑی گمراہی میں ہو۔'' (ملک: 9,8)

(4) ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل: 15)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں پھر اس نے انسانی فطرت، عقل اور مشاہدے کو رسولوں کی دعوت کے ساتھ کیوں منسلک کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فطرت انسانی، عقل انسانی اور مشاہدہ انسانی کو رسولوں کی دعوت کے ساتھ اس لیے منسلک کیا تاکہ انسان کی قوتوں کو بگاڑ سے بچایا جا سکے۔

(2) انسان کی فطرت بعض اوقات صحیح راستے سے ہٹ جاتی ہے۔

(3) انسان کی عقلی قوت بعض اوقات خواہشات کے نیچے دب جاتی ہے۔

(4) انسان کی قوت مشاہدہ اور ادراک کی قوتیں بعض اوقات معطل ہو جاتی ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے عقل، فطرت اور



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مشاہدہ انسانی کو رسولوں کی دعوت کے ساتھ منسلک کر دیا۔

سوال 3: کیا انسان فقط اپنی عقلی قوتوں کے بل پر ہدایت پا سکتا ہے؟

جواب: (1) انسان فقط اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت کا یقین حاصل نہیں کر سکتا۔

(2) انسان اپنی عقل سے اپنی خواہشات کو ضابطوں کا پابند نہیں بنا سکتا۔

(3) انسان کی عقل تب درست کام کرتی ہے جب اس کے پیچھے عقیدے کی قوت موجود ہو اور سچا عقیدہ وحی الٰہی کے بغیر نہیں مل سکتا اس لیے عقل کو ہدایت پانے کے لیے وحی کی ضرورت ہے۔

﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾

"اور ہر ایک کے لیے اس کے درجات ہیں اس کی وجہ سے جو انہوں نے عمل کیے اور آپ کا رب اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو وہ عمل کرتے ہیں" (132)

سوال 1: آخرت میں درجات اعمال کے مطابق ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَلِكُلٍّ ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا﴾ "اور ہر ایک کے لیے اس کے درجات ہیں۔ اس کی وجہ سے جو انہوں نے عمل کیے" یعنی ان کے اعمال کے مطابق ان کے درجات ہیں۔ جس نے تھوڑی سی برائی کا ارتکاب کیا ہے وہ اس شخص کی مانند نہیں ہو سکتا جس نے بہت برائیاں کمائی ہیں۔ تابع متبوع کے برابر ہو سکتا ہے، نہ رعایا حکمران کے برابر ہو سکتی ہے۔ جیسے اہل ثواب اور اہل جنت منافع، فوز و فلاح اور جنت میں داخل ہونے میں مشترک ہیں، مگر ان کے درجات میں اس قدر تفاوت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔ اس کے باوجود وہ سب اس پر راضی ہوں گے جو ان کا آقا ان کو عطا کرے گا اور اس پر قناعت کریں گے۔ پس ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی جنت الفردوس کے بلند درجات عطا کرے جو اس نے اپنے مقرب، چنے ہوئے اور محبوب بندوں کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ (تفسیر سعدی: 826/1)

(2) آخرت میں درجات کی تقسیم اس دنیا میں کیے گئے اعمال کے اعتبار سے ہوگی۔

(3) جو شخص آخرت کے لیے بھی اسی طرح وقت اور مال لگاتا ہے جیسے دنیا کے لیے لگاتا ہے، جو آخرت کے لیے بھی اسی طرح ہوشیاری سے کام لیتا ہے جیسے دنیا کے لیے لیتا ہے، اور آخرت کے لیے بھی اسی طرح مصلحتوں کا لحاظ رکھتا ہے جیسے دنیا کے لیے رکھتا ہے تو ایسے شخص کو اس کے عمل کے مطابق آخرت میں بہترین درجات ملیں گے۔

(4) ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ﴾ "اور آپ کا رب اس سے ہرگز بے خبر نہیں جو وہ عمل کرتے ہیں" اللہ تعالیٰ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



غافل نہیں ہے، ہر ایک کے اعمال سے باخبر ہے اس لیے وہ ارادے اور عمل کے مطابق جزا دے گا۔

سوال 2: آخرت کا فیصلہ کرنے والا کیسا ہے؟

جواب: (1) آخرت کا فیصلہ کرنے والا رب ہر شخص کے حالات سے باخبر ہے۔

(2) ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کر سکتا ہے۔

(3) ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق پورا پورا دے سکتا ہے۔

﴿وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ

''اور آپ کا رب ہر طرح بے نیاز، کمال رحمت والا ہے، اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے جانشیں بنادے

كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ﴾

جیسا کہ اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے'' (133)

سوال 1: انبیاء کی بعثت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَرَبُّكَ ... اٰخَرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ﴾ ''اور آپ کا رب ہر طرح بے نیاز، کمال رحمت والا ہے'' اور آپ کا رب غنی ہے یعنی اپنے سوا ہر ایک سے ہر طرح سے بے نیاز ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی عبادت سے بے نیاز ہے، اسے نہ کسی کی اطاعت فائدہ دیتی ہے نہ نافرمانی کچھ بگاڑتی ہے۔

(2) رب العزت ﴿ذُو الرَّحْمَةِ﴾ ہے۔ وہ انتہائی مہربان ہے اس لیے لوگوں کے نفع کے لیے رسول بھیجے تا کہ لوگ ان کی راہ نمائی کے مطابق عمل کر کے جنت کے حق دار بن جائیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (البقرۃ:143)

(3) اس کی انتہائی رحمت اور مہربانی ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت کی راہ دکھائی جس پر عمل کر کے تم عذاب سے بھی بچ سکتے ہو اور بلند درجات بھی حاصل کر سکتے ہو۔ اس کے مہربان ہونے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں فوراً سزا نہیں دے رہا اور تمہارے قصور معاف کرتا چلا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:659/1)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سو رحمتیں پیدا کیں اور اس نے ایک رحمت جنوں، آدمیوں، جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں میں اتاری ہے۔ اسی ایک رحمت کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر مہربانی کرتے ہیں اور اسی کی رحمت کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچہ سے محبت کرتا ہے اور ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



اپنے پاس رکھی ہیں، جن کے ساتھ وہ اپنے بندوں پر قیامت کے دن رحم کرے گا۔'' (مسلم:6974)

(5)﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ﴾ ''اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور تمہارے بعد جسے چاہے جانشیں بنادے'' یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہیں ہلاک کردے پھر تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے۔

(6) جب تمہیں معلوم ہوگیا کہ تم نے اس جہان سے رخصت ہوجانا ہے پھر دل کیوں لگایا؟ اس دنیا کو اپنا ٹھکانہ اور جائے قرار کیوں بنایا؟

(7)﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا﴾ ''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (النساء:133)

(8)﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (۱۹) وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ﴾ ''اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھی دشوار نہیں ہے۔'' (ابراہیم:20,19)

(9)﴿كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ﴾ ''جیسا کہ اس نے تمہیں دوسرے لوگوں کی اولاد سے پیدا کیا ہے'' تم نے اپنے سے پہلے لوگوں کو دیکھا کس طرح وہ دنیا سے چلے گئے۔ آج تم ان کے مقام پر ہو تو پھر اس دنیا میں دل کیوں لگایا؟

(10)(i) انسان کی زندگی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہے۔ اس کا دنیا میں رہنا اللہ تعالیٰ کے چاہنے پر موقوف ہے۔ (ii) انسان اپنی پیدائش اور اس دنیا میں رہنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتا اسے زندگی ملی رب کی رحمت کی وجہ سے، دنیا میں رہنے کا موقع ملا تو رب کی رحمت کی وجہ سے۔ (iii) انسانوں کو ایک جگہ سے ہٹا دینا اور ان کی جگہ دوسروں کو لے آنا یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر موقوف ہے۔ (iv) اللہ تعالیٰ ہی قوموں کو قوت اور قدرت عطا کرتا ہے۔

سوال 2: قوموں کو ہٹانے اور ان کی جگہ دوسری اقوام کو لانے کی تنبیہ کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس تنبیہ سے انسان کے شعور کو جھنجھوڑا ہے خاص طور پر ان کو جو اپنے فریب میں دوسروں کو پھانستے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی شریعت پر دست درازی کرتے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ رہیں گے جب وہ ان کا رہنا پسند نہیں کرے گا تو دوسری قوم کو لے آئے گا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے اس تنبیہ کے ذریعے اہل ایمان کو تسلی دی کہ اگرچہ ان پر ظلم ہو رہا ہے لیکن دشمن اللہ تعالیٰ پر غلبہ نہیں رکھتے۔ وہ جب چاہے ان کے مکر کو مٹا سکتا ہے۔

﴿اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾

''جس (دن) کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم ہرگز عاجز کردینے والے نہیں ہو'' (134)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال: قیامت قریب آرہی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ ۔۔۔ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ﴾ ''جس (دن) کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور آنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے یہ واضح کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور اس کی گرفت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتے۔

(2) انسان سے قیامت کا وعدہ کیا گیا ہے تو وہ قائم ہو کر رہے گی۔ وہ سب کے زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے خواہ تم گل سڑ کر بوسیدہ ہڈیاں ہو جاؤ۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو عاجز کر دینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

(3) ﴿وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ﴾ ''اور تم ہرگز عاجز کر دینے والے نہیں ہو'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ کر اسے عاجز نہیں کر سکتے۔ تم اس کی ملکیت اور تصرف میں ہو۔ بھاگ کر کہاں جاؤ گے!

(4) ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ ''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (العنکبوت:5)

(5) ﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور یقیناً قیامت آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اُنہیں اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔'' (الحج:7)

﴿قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ

''آپ کہہ دیں: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں پھر عنقریب تم جان لو گے کہ وہ کون ہے

عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے۔ یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے'' (135)

سوال 1: نافرمان انجام کا انتظار کرتے رہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ۔۔۔ يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کرو یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی دعوت پہنچا دی، اس کے حقوق کے بارے میں بتا دیا اب اگر وہ خواہشات کے پیچھے بھاگ رہے ہیں تو انہیں کہہ دیں کہ جس روش کو تم نے اپنا بنا لیا اور جس حال میں ہو ایسے ہی رہو میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کر رہا ہوں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ (۱۲۱) وَانْتَظِرُوْا ۚ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ(۱۲۲)﴾ ''اور آپ اُن لوگوں سے کہہ دیں جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنے طریقے پر عمل کرتے رہو۔ بلاشبہ ہم بھی عمل کرنے والے ہیں اور تم انتظار کرو بے شک ہم بھی منتظر ہیں۔'' (ہود:122,121)

(3)﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ﴾ ''پھر عنقریب تم جان لوگے کہ وہ کون ہے جس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے'' یعنی تمہیں پتہ چل جائے گا کہ آخرت کا گھر تمہارے لیے ہے یا میرے لیے ہے۔ یقیناً آخرت کا گھر ایمان اور تقویٰ والوں کے لیے ہے۔

(4) دنیا میں جو لوگ جھوٹ اور ظلم کی زندگی گزارتے ہیں انہیں عنقریب پتہ چل جائے گا کہ یہ وقتی حالات ہیں، جلد ہی وہ وقت آنے والا ہے جب ان سے سب کچھ چھین لیا جائے گا اور انہیں ایک ایسی ہلاکت میں ڈال دیا جائے گا جہاں سے کبھی نہ نکالا جائے گا۔

(5) جو شخص حق کو ماننے سے انکار کرتا ہے اور اس دنیا میں اس کا کچھ نہیں بگڑتا اس کو جان لینا چاہیے کہ اس دنیا سے جانے کے بعد اپنے آپ کو برے انجام سے بچانے کا موقع نہ مل سکے گا۔

(6)﴿اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''یقیناً ظالم کامیاب نہیں ہوتے'' ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوں گے خواہ اس دنیا سے کتنا ہی فائدہ اٹھالیں۔

(7) ظلم کرنے والے شرک کرتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد نہیں ملتی وہ دوسروں کو اللہ تعالیٰ کے مقام پر لا کر کامیاب نہیں ہو سکتے۔ (8) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے منہ موڑتے ہیں ان کے لیے خسارے کے سوا کوئی انجام نہیں ہو سکتا۔ (9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو اسے نہیں چھوڑتا۔'' (بخاری:4686)

(10)﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ(۵۱) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ(۵۲)﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور اُس دن بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہوگی اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا۔'' (مؤمن:51,52)

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا

''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو اس نے پیدا کیا کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے، پس انہوں نے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ

اپنے خیال کے مطابق کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا (حصہ) ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا (حصہ) ہے، چنانچہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو

وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿

اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ ان شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے، برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں!'' (136)

سوال 1: مشرکوں کے اعمال کی وضاحت ﴿وَجَعَلُوْا ... مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہاں مشرکوں کی مذمت کی ہے جنہوں نے کفر، شرک اور بدعت کو اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اللہ تعالیٰ کا حصہ بنا دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس میں سے جو اس نے پیدا کیا کھیتی اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے'' آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ مشرکین نے اپنے معبودوں اور بتوں کے تقرب کے حصول کے لیے جو حصے مقرر کر رکھے ہیں وہ خالص غیر اللہ کے لیے ہیں۔ ان میں سے کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں اور ان کے زعم باطل کے مطابق انہوں نے جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے مقرر کیا ہے وہ ان کے شرک کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے حضور نہیں پہنچتا، بلکہ یہ بھی ان کے معبودوں اور بتوں کا حصہ ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس سے بے نیاز ہے۔ وہ مخلوق میں سے اس شخص کا عمل کبھی قبول نہیں کرتا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1/830,829)

(3) ﴿فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ ۭ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ﴾ ''پس انہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہا، یہ اللہ تعالیٰ کا (حصہ) ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا (حصہ) ہے چنانچہ جو ان کے شریکوں کے لیے ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ ان شریکوں کی طرف پہنچ جاتا ہے'' فصلوں اور مویشیوں کے بارے میں مشرکین کا رواج یہ تھا کہ وہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کا اور بتوں کا حصہ نکالتے۔ اچھے جانور اور اچھے غلے کو اگر اللہ تعالیٰ کے حصے میں دیکھتے تو بتوں کی طرف کر دیتے اور اگر بتوں کی طرف دیکھتے تو اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں نکالتے تھے۔ اگر خود ضرورت پڑتی تو اللہ تعالیٰ کا حصہ لے لیتے تھے اور بتوں کے حصے کو چھوڑ دیتے کہ کہیں ہم پر کوئی مصیبت نہ نازل ہو جائے۔

(4) اس مشرکانہ رسم میں وہ لوگ تین طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتے تھے۔ (i) مالی عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



معبودوں کو شریک بنانا۔(ii) اللہ تعالیٰ کا الگ اور معبودوں کا الگ حصہ مقرر کرنا۔اس بات میں پروہتوں کا یہ شرک تھا کہ انہوں نے اپنے آپ کو شارع کی حیثیت دے رکھی تھی اور عام لوگوں کا یہ شرک تھا کہ وہ ان کی اس بات کو مذہبی طور پر تسلیم کرتے تھے۔(iii) اس تقسیم میں بھی اللہ تعالیٰ کے حق میں ناانصافی کرتے تھے، اور اس جرم میں پروہت اور عام مشرک سب شریک تھے۔(تیسیر القرآن:660/1)

(5) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ﴿سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ ''برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں'' یعنی کتنا برا حکم ہے جو وہ اللہ تعالیٰ پر لگا رہے ہیں۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، میں تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں، جس شخص نے ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو بھی شریک کر لیا تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے شرک کو بھی۔'' (مسلم:7475)

سوال 2: مشرکوں کا اصل یقین کس پر تھا؟

جواب: اگرچہ مشرک بظاہر اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے لیکن ان کا اصل یقین بتوں پر تھا۔

سوال 3: فصلوں اور مویشیوں کے بارے میں اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: (1) فصلوں اور مویشیوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔(2) اللہ تعالیٰ انسان کے لیے رزق فراہم کرتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے رزق کو کسی اور کے نام سے موسوم نہیں کرنا چاہیے۔

﴿وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ

''اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے تا کہ وہ ان کو برباد کر دیں اور تا کہ ان

وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾

پر ان کے دین ہی کو مشتبہ بنا دیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ آپ ان کو چھوڑ دو اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں!'' (137)

سوال 1: شیطان نے مشرکوں کے لیے قتل اولاد کو مزین کر دیا تھا، اس کی وضاحت ﴿وَ كَذٰلِكَ ... يَفْتَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ﴾ ''اور اسی طرح بہت سے



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطانوں نے جس طرح ان کے لیے اس بات کو اچھا کر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ چیزوں، کھیتوں اور چوپایوں میں اللہ تعالیٰ کا بھی ایک حصہ مقرر کریں اور اپنے بتوں کا بھی، اسی طرح شیطان نے اس بات کو بھی ان کے لیے مزین کر دکھایا کہ بھوک کے خوف سے اولاد کو قتل کریں اور عار کے خوف سے بچیوں کو زندہ درگور کر دیں۔(المصباح المنیر :139,138/2)

(2) مشرکین کی حماقت اور گمراہی یہ ہے کہ اکثر مشرکین کے سامنے ان کے خداؤں یعنی ان کے سرداروں اور شیاطین نے ان کے اعمال، یعنی قتل اولاد کو مزین کر دیا ہے۔(تفسیر سعدی:830/1)

(3)(i) مشرکین بیٹیوں کو کبھی غربت کے خوف سے اور کبھی جنگی قیدی بن جانے کے خوف سے قتل کرتے تھے۔

(ii) اپنی اولاد کو نذر کے طور پر قتل کرتے تھے جیسے رسول اللہ ﷺ کے دادا نے نذر مانی تھی کہ اللہ نے انہیں دس بیٹے دیئے جو اس کے دست بازو بنیں تو ایک کو قربان کر دیں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ "یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس کو حرام کر لیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا تھا یقیناً وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہوئے۔"(الانعام:140)

(5) شیاطین نے ان کی نظروں میں اولاد کے قتل کرنے کو ایسا مزین کر دیا تھا کہ وہ اس عمل میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے اور ذرا سی بھی ممتا ان کے دل میں نہیں آتی تھی جو اولاد قتل سے مانع ہو۔ شیاطین نے ان کو اس کام پر ڈالا تا کہ ان کو برباد کریں۔ اس میں سب سے بڑی بربادی یہ ہے کہ آخرت کے عذاب کے مستحق ہوئے اور ایک طرح سے دنیاوی بربادی بھی ہے کیونکہ جب اولاد زندہ نہ چھوڑی جائے گی تو آئندہ نسلیں بھی نہ چلیں گی۔ اسباب ظاہرہ کے اعتبار سے اس میں نسل انسانی کی بربادی بھی ہے۔(تفسیر انوار البیان:305/2)

(6) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کر دیا ہے ماؤں کو ستانا اور ان کی نافرمانی کرنا اور بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینا اور (خود) نہ دینا اور (دوسروں سے کہنا) لا مجھے دے اور تمہارے لیے ناپسند کیا قیل وقال (یعنی فضول باتیں کرنا) اور زیادہ سوال کرنا اور مال ضائع کرنا۔"(بخاری:5975، مسلم:4483)

(7)﴿لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ﴾ "تا کہ وہ ان کو برباد کر دیں اور تا کہ اُن پر اُن کے دین ہی کو مشتبہ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بنادیں' شیاطین کا واضح ہدف ہلاکت میں مبتلا کرنا اور دین کو مشتبہ بنانا ہے۔

(8) سب شیاطین کی فریب کاری ہے جو انہیں ہلاکت کی وادیوں میں دھکیلنا چاہتے ہیں کہ ان کا دین ان پہ مشتبہ ہو جائے اس لیے وہ انتہائی برے کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کے یہ شرکاء ان کے ان اعمال کو آراستہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ یہ ان کے ہاں نیکی کے اعمال اور اچھے خصائل بن جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:830/1)

(9) ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے'' اگر اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال سے روکنا اور ان کے اور ان افعال قبیحہ کے درمیان حائل ہونا چاہتا اور اگر وہ چاہتا کہ ماں باپ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں تو وہ کبھی قتل نہ کرتے۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ ان کو مہلت دینے کے لیے ان کے اور ان کے اعمال کے درمیان سے ہٹ جائے اور ان کے اعمال کی پرواہ نہ کرے۔ (تفسیر سعدی:830/1)

(10) ﴿فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ ان کو چھوڑ دو اور جو وہ جھوٹ باندھتے ہیں!'' اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو تسلی دی ہے کہ آپ افترا پردازوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

سوال 2: شیاطین دین کو کیسے مشتبہ بنا دیتے ہیں؟

جواب: (1) شیاطین دین اور عقیدے کے ساتھ زائد تصورات وابستہ کرتے ہیں۔

(2) دین کے بارے میں پیہم اور پیچیدہ تصورات دے کر دین کو مشتبہ بناتے ہیں۔

(3) اجتماعی رسومات سے دین کو مشتبہ بنانے کے عمل کا آغاز ہوتا ہے۔

سوال 3: کیا دور حاضر میں بھی دین کے بارے میں مشتبہ تصورات موجود ہیں؟

جواب: دور حاضر میں تمام لوگوں کی زندگی اجیرن کرنے والے رسوم و رواج ہیں جنہیں لوگوں نے دین کی طرح اپنے اوپر فرض کر رکھا ہے۔ ایک طرف دین سے الگ طرز حیات ہے دوسری طرف خود ساختہ طرز حیات ہے۔ لباس، بناؤ سنگھار، تقریبات وغیرہ جن کی وجہ سے کچھ تاجر، بڑی کمپنیاں، مالی ادارے فوائد حاصل کرتے ہیں ان کے ذریعے فریب دیا جاتا ہے کہ آپ سوسائٹی کے ایک کارآمد فرد ہیں۔ بھلا لباس کی وجہ سے، زینت کے اظہار کی وجہ سے، بڑی تقریبات منعقد کرنے کی وجہ سے کوئی معاشرے کے لیے کارآمد کیسے ہو سکتا ہے۔

﴿وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ

''اور اپنے زعم باطل میں انہوں نے کہا کہ یہ جانور اور یہ کھیت ممنوع ہیں، انہیں کوئی نہیں کھائے گا مگر وہی جسے ہم اپنے خیال



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ

کے مطابق چاہیں گے، اور کچھ جانور ہیں ان کی پشتیں حرام کر دی گئی ہیں اور کچھ جانور ہیں جن پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں

سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

کرتے اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے، جلد ہی وہ انہیں اس کا بدلہ دے گا اس وجہ سے جو وہ جھوٹ باندھتے تھے" (138)

سوال: مشرکوں نے بعض مویشیوں کو حرام ٹھہرالیا تھا، اس کی وضاحت ﴿وَقَالُوْا ... كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا﴾ "اور اپنے زعمِ باطل میں انہوں نے کہا کہ یہ جانور اور یہ کھیت ممنوع ہیں انہیں کوئی نہیں کھائے گا مگر وہی جسے ہم اپنے خیال کے مطابق چاہیں گے" عربوں کی حماقت کی ایک قسم یہ بھی تھی کہ انہوں نے مویشیوں اور کھیتوں کے بارے میں بدعات گھڑ لیں۔ ان کے یہاں کچھ جانوروں کی پیٹھ پر سوار ہونا اور ان پر بوجھ لادنا حرام تھا۔

(2) کچھ جانوروں کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ ان پر سوار ہوتے وقت یا ان کا دودھ نکالتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا جا سکتا۔

(3) بحیرہ یا سائبہ جانوروں کو ذبح کرنے کے بعد پیٹ کے بچے کے بارے میں پابندی تھی کہ زندہ نکلا تو گوشت صرف مرد کھائیں، عورتیں نہ کھائیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ (کان پھٹی اونٹنی) اور نہ ہی سائبہ (سانڈ چھٹی ہوئی) اور نہ ہی وصیلہ (اوپر تلے بچے دینے والی) اور نہ ہی حام (بچوں کا باپ اونٹ) مقرر کیا ہے، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔" (المائدہ:103) (4) اگر جانور کے پیٹ سے بچہ مردہ حالت میں نکلا تو مرد اور عورت دونوں کھا سکتے ہیں۔

(5) فصلوں میں سے بتوں کے نام کا حصہ نکالنے کی پابندی تھی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ﴾ "آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اُتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنا لیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟" (یونس:59)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(6)﴿وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ﴾ ''اور کچھ جانور ہیں جن پر وہ اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہیں کرتے اس پر جھوٹ باندھتے ہوئے'' ابن جریر طبری کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے بعض چیزوں کو حرام قرار دے کر پھر یہ کہہ کر کہ یہ اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا ہے یعنی جھوٹ بولا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہ انہیں اجازت دی اور نہ وہ ان کاموں سے راضی ہے۔

(7)﴿سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''جلد ہی وہ انہیں اس کا بدلہ دے گا اس وجہ سے جو وہ جھوٹ باندھتے تھے'' اللہ تعالیٰ ان کے حلال وحرام کے معاملات میں افترا پردازی کی انہیں جلد ہی سزا دے گا۔

﴿وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ

''اور انہوں نے کہا: ''جو بھی ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ خالصتاً ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے

وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ

اور اگر وہ مُردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں۔'' اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی ان کی بات بنانے کی سزا دے گا،

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾

یقیناً وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (139)

سوال 1: مشرکوں کے خود ساختہ قوانین کی وضاحت ﴿وَقَالُوْا ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''جو بھی ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ خالصتاً ہمارے مردوں کے لیے ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہو تو اس میں سب شریک ہیں'' جو جانور بتوں کے نام چھوڑ دیے جاتے تھے ان کا دودھ مردوں کے لیے حلال اور عورتوں کے لیے حرام سمجھا جاتا تھا۔ اس قسم کی بکری کے اگر نر پیدا ہوتا تو اسے ذبح کر کے صرف مرد ہی کھا سکتے تھے اور اگر مادہ پیدا ہوتی تو اسے چھوڑ دیا جاتا تھا اور اگر مردہ بچہ پیدا ہوتا تو عورت مرد سب اس میں شریک ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حرکتوں سے منع فرمایا۔ بحیرہ کا دودھ صرف مرد ہی پی سکتے تھے اور اگر وہ مرجاتی تو اس کا گوشت عورت، مرد سب کھا لیتے۔ (مختصر ابن کثیر: 546/1)

(2) مشرکین کے پاس جانوروں کے پیٹ کے بچوں کے بارے میں کوئی بامعنی قانون نہیں تھا کہ زندہ بچوں کو مرد کیوں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کھائیں اور عورتیں کیوں نہ کھائیں؟

(3) مشرک اللہ تعالیٰ کی شریعت کی مخالفت کرتے تھے اور اسے اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کرتے تھے۔

(4) ﴿سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ انہیں جلد ہی ان کی بات بنانے کی سزا دے گا'' اللہ تعالیٰ انہیں اپنی شریعت کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی سزا دے گا۔

(5) ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (۱۱۶) مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۱۷)﴾ ''اور جن سے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ گھڑتی ہیں، اُن کے بارے میں مت کہا کرو کہ یہ حلال ہے وہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو گے۔ یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ تھوڑا سا فائدہ ہے۔ اور اُن کے لیے بڑا دردناک عذاب ہے۔'' (النحل:117,116)

(6) ﴿اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً وہ کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ حکیم ہے وہ اپنے افعال، اقوال اور اپنی تقدیر شرعی اور تقدیر جزائی میں بڑی حکمت والا ہے۔ وہ اپنی حکمت سے لوگوں کو معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دیتا ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ علیم ہے، اس کو ان کی افترا پردازیوں کا خوب علم ہے۔ وہ ان کی باتوں اور ان کے معاملات کو جاننے والا علیم ہے۔

سوال:2 لوگ ظاہری چیزوں میں تشدد کی حد تک قواعد وضوابط کا اہتمام کیوں کرتے ہیں؟

جواب: جو لوگ دین کے اصل تقاضے، اللہ تعالیٰ سے تعلق اور آخرت کی فکر سے دور ہوتے ہیں وہ ظاہری احکامات کے بارے میں تشدد برتتے ہیں۔ یہ شیطان کی چال ہے، وہ انسانی رویوں میں شدت پیدا کر کے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیتا ہے کہ دین پر انتہائی احتیاط سے قائم ہیں۔ ظاہری چیزوں میں تشدد برتنا بھی اس کی ایک قسم ہے۔

سوال3: ظاہری اعمال میں تشدد برتنے والے کیسے لوگ ہوتے ہیں؟

جواب: (1) ظاہری اعمال میں تشدد برتنے والے خشوع وخضوع سے خالی ہوتے ہیں۔

(2) ظاہری آداب کا خیال کر کے ایسے لوگ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے عبادت کا اصل حق ادا کر دیا۔

﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ

''یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com





﴿اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾

ہوئے اس کو حرام کرلیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا تھا یقیناً وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہوئے'' (140)

سوال 1: خود ساختہ قوانین پر عمل کرنے والے دنیا اور آخرت میں گھاٹے میں ہیں، اس کی وضاحت ﴿قَدْ ... مُهْتَدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ﴾ ''یقیناً وہ لوگ گھاٹے میں پڑ گئے جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت میں بغیر علم کے قتل کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے اس کو حرام کرلیا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کام کیے، وہ دنیا اور آخرت میں گھاٹے میں پڑ گئے، دنیا میں اپنی اولاد کو قتل کرنے کی وجہ سے گھاٹے میں پڑ گئے اور اپنے اموال میں سے کچھ چیزوں کو از خود حرام قرار دے کر اپنے آپ کو تنگی اور مشکل میں ڈال لیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ پر کذب و افتراء باندھنے کی وجہ سے بدترین انجام سے دو چار ہوں گے۔ (المصباح المنیر: 542/2)

(2) جو انسان توہمات اور خرافات میں جیتے ہیں وہ ہر چیز کے بارے میں غلط نظریات قائم کر لیتے ہیں حتیٰ کہ اپنی اولاد کے بارے میں بھی حقیقت پسندی اور علم سے کام نہیں لے پاتے۔ وہ اپنی اولاد کو قتل کرتے وقت اپنے آپ کو مطمئن کر لیتے ہیں۔

(3) (i) انسان جب اللہ تعالیٰ سے ہدایات لینے کی بجائے شیاطین انسانوں اور جنوں سے ہدایات لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ پاکیزہ رزق سے محروم کر دیتے ہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو ان کے لیے رحمت اور رزق بنایا وہ اس نعمت سے محروم ہونے کے لیے اسے حرام قرار دیتے ہیں۔

(4) ﴿قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور ہدایت پانے والے نہیں ہوئے'' وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں اور علم نافع اور عمل صالح کے بارے میں خسارے میں جا پڑے۔

(5) ﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (٦٩) مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (٧٠)﴾ '' آپ کہہ دیں یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔'' (یونس: 70,69)



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو چھوڑ کر کون کون سے خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) انسان اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو چھوڑ کر دنیا کے خسارے میں مبتلا ہوتا ہے۔ حقیقت اور حقیقی علم کو چھوڑ کر وہم و خرافات پر اپنی زندگی کی بنیاد رکھتا ہے۔ یوں کبھی اولاد قتل کرتا ہے کبھی پاکیزہ رزق سے خود کو محروم کرتا ہے۔

(2) انسان آخرت کے خسارے میں مبتلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو تسلیم نہ کر کے آگ کا مستحق بن جاتا ہے۔

(3) انسان فکری خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس کی فکر منتشر ہو جاتی ہے، اس کے لیے کوئی راہ نمائی واضح نہیں رہ جاتی، اس کی فکری تباہی سے اسے روحانی خسارہ نصیب ہوتا ہے۔ اسے نہ قلب و ذہن میں سکون ملتا ہے نہ روحانی سکون و اطمینان۔ (4) انسان وہم و خرافات کی وجہ سے ناروا پابندیاں لگاتا ہے اور اپنی آزادی گم کر بیٹھتا ہے۔

(5) انسان وہم و خرافات کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنے جیسوں کی غلامی میں سونپ دیتا ہے، یہ مکمل خسارہ ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ

''اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کو پیدا کیا چھجوں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے اور کھجوروں کو اور کھیتوں کو

مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ

کہ اس کے پھل مختلف ہوتے ہیں اور زیتون اور انار کو، باہم ملتے جلتے بھی ہیں اور نہ ملتے جلتے بھی۔ اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب

اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۡ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

وہ پھل لائیں اس کی کٹائی کے دن اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو اور حد سے نہ گزرو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' (141)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی باغات، کھیتوں اور پھلوں کا خالق ہے، اس حقیقت کی وضاحت ﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ ... مُتَشَابِهٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے باغات کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ ہی باغات کا، کھیتوں کا اور پھلوں کا خالق ہے۔ (2) اس نے ایسے باغات پیدا کیے جس میں طرح طرح کے درخت اور نباتات ہیں۔

(3) ﴿مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ﴾ ''چھجوں پر چڑھائے ہوئے اور نہ چڑھائے ہوئے'' یعنی ان میں سے بعض باغات کے لیے چھتریاں بنائی جاتی ہیں اور ان کو ان چھتریوں پر چڑھایا جاتا ہے اور یہ چھتریاں انہیں اوپر اٹھنے میں مدد دیتی ہیں اور بعض درختوں کے لیے چھتریاں نہیں بنائی جاتیں، بلکہ وہ اپنے تنے پر کھڑے ہوتے ہیں یا زمین پر بچھ جاتے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں۔اس آیت کریمہ میں ان کے کثرت منفعت اوران کے فوائد کی طرف اشارہ ہے، نیز اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سکھایا کہ پودوں کو کیسے چھتریوں پر چڑھانا اور کیسے ان کی پرورش کرنا ہے۔ (تفسیر سعدی:832/1)

(4)﴿وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ﴾ ''اور کھجوروں کو اور کھیتوں کو کہ اس کے پھل مختلف ہوتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کھجوروں اور کھیتوں کا خالق ہے۔

(5)وہ باغوں کا بھی خالق ہے جو جنگلوں اور پہاڑوں کی زینت ہیں جو دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں مگر پھلوں میں جدا جدا ہیں۔

(6)اس نے کھجور اور کھیتوں کے پیدا کرنے کا تذکرہ خاص طور پر کیا کہ ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔مگر ذائقے کے اعتبار سے بہت مختلف ہیں اور یہ کہ ان دونوں میں بہت فوائد ہیں۔یہ مخلوق خدا کی خوراک ہیں۔

(7)یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کھجوروں اور کھیتوں کا ذکر کیا ہے کیونکہ یہ مختلف انواع واقسام کی بنا پر، بہت سے فوائد کی حامل ہیں نیز یہ کہ اکثر مخلوق کے لیے خوراک کا کام دیتی ہیں۔(تفسیر سعدی:832/1)

(8)﴿وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ﴾ ''اور زیتون اور انار کو باہم ملتے جلتے بھی ہیں اور نہ ملتے جلتے بھی'' اللہ تعالیٰ زیتون اور انار کا خالق ہے جن کے درخت ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ذائقے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے اپنے رازق ہونے کو کس بات کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے رازق ہونے کو دلیل کے طور پر پیش کر کے یہ بتایا ہے کہ اگر وہ رازق ہے تو وہی حاکم بھی ہے۔

(2)جو خالق ہے، رازق ہے، پوری زندگی میں کفیل ہے وہی یہ حق رکھتا ہے کہ انسان زرعی اجناس، مویشیوں اور پوری زندگی کے معاملات میں اسے حاکم مان لیں اور اسے قانون ساز سمجھیں جس کے ساتھ کوئی شریک نہ ہو۔

سوال3:اللہ تعالیٰ انسان اور کائنات کا خالق ہے، اس نے رزق فراہم کرنے کے لئے دونوں میں کیسے ہم آہنگی پیدا کی ہے؟

جواب:(1)انسان کے جسم کو غذا کی ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ نے درختوں پر غذائی مواد لٹکا دیا ہے۔

(2)انسان کی زبان میں مزے کا احساس ہے تو اس کے لئے پھلوں میں تسکین کا انتظام کر دیا۔

(3)انسان ذوق جمالیات رکھتا ہے تو اس نے پوری کائنات کو حسین بنا دیا ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(4) انسان کو سواری کی ضرورت ہے تو اس نے ایسے جانور پیدا کر دیئے جو اس کے لئے نقل و حمل کا ذریعہ بھی بنتے ہیں اور غذا کا بھی۔ (5) کائنات اور انسان میں ہم آہنگی ایک ہی خالق، مالک اور رازق کے بغیر ممکن نہیں۔

سوال 4: مومن پر کائناتی اہتمام کس طرح سے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب: (1) مومن کا دل شکر کے جذبے سے بھر جاتا ہے۔

(2) مومن کے لئے یہ اہتمام تقویٰ کی غذا بن جاتا ہے۔

(3) مومن اللہ تعالیٰ کی عنایات کے ساتھ ذمہ داریاں ادا کرنے کا سوچنے لگتا ہے۔

سوال 5: انسان کے اندر مالک کا حق پہچاننے کی صلاحیت کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: انسان جب دنیا میں اس احساس کے ساتھ زندہ رہتا ہے کہ ایک دن اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے تو لازمی طور پر اسے جو ملے گا وہ اسے اپنے مالک کا حق سمجھے گا اور حق ادا کرنے کے لئے بے تاب ہوگا۔

سوال 6: پیداوار میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿كُلُوْا ... حَصَادِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے باغات کو اپنے بندوں کے فوائد کے لیے پیدا کیا اس لیے فرمایا: ﴿كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ﴾ ''اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ پھل لائیں'' جب وہ پھل لائیں تو کھجور اور کھیتوں کا پھل کھاؤ۔

(2) ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ ''اس کی کٹائی کے دن اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرو'' جس دن کھیتی کاٹو اس دن اس کا حق یعنی عشر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں اس کا نصاب مقرر کر دیا ہے۔

(3) شروع میں یہ حق غیر واجب تھا پھر 2ھ میں اس کی مقدار مقرر کر کے زکوٰۃ فرض کر دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کوئی کھیت کاٹتا تھا تو راہ حق میں کچھ نہیں دیتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے راہ حق میں دینے کا حکم دیا کہ اگر وزن معلوم ہو جائے تو اس کا حق دسواں حصہ ہے اور گری پڑی بالیاں بھی مفت لوگوں کو چن لینے دو۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: ''جس شخص کی کھجوریں دس وسق تقریباً چالیس من سے زیادہ ہوں وہ محتاجوں کے لیے مسجد میں چند خوشے لٹکا دے۔'' (مختصر ابن کثیر: 1/547،548) (ابوداؤد: 1662)

(4) یہاں پیداوار کے حق سے مراد صدقہ ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو کھیتی کاٹتے ہیں لیکن صدقہ نہیں کرتے۔ سورہ القلم میں باغ والوں کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ (17) وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ (18) فَطَافَ عَلَيْهَا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ(۱۹) فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ(۲۰) فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ(۲۱) اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ طٰرِمِيْنَ(۲۲) فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ(۲۳) اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ(۲۴) وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ(۲۵) فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ(۲۶) بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ(۲۷) قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ(۲۸) قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ(۲۹) فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ(۳۰) قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ(۳۱) عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ(۳۲) كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ(۳۳)﴾

''جب اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے۔ وہ استثناء نہیں کر رہے تھے۔ چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا حالانکہ وہ سو رہے تھے تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی مانند ہو گیا۔ پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔ یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے۔ کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے۔ مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: ''یقیناً ہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ بلکہ ہم محروم ہیں۔'' اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: '' کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' اُنہوں نے کہا: ''پاک ہے ہمارا رب بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔'' پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہو کر آپس میں ملامت کرنے لگے۔ اُنہوں نے کہا: ''ہائے ہماری بربادی یقیناً ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ امید ہے ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر باغ دے گا، یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔'' اسی طرح عذاب آتا ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے۔'' (القلم:17-33)

سوال 7: اسراف کی جو ممانعت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''اور حد سے نہ گزرو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' اسراف حد سے گزر جانے کو کہتے ہیں اور حد وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے خواہ وہ شرعی ہو جیسے حلال کھانے سے تجاوز کرنے سے اور جو ان کو حرام سے متعلق کر دے خواہ وہ فطری اور طبعی ہو اور وہ بھوک کی حد سے بڑھ کر پیٹ کو تکلیف پہنچائے۔ (تفسیر مراغی:221/3)



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



(2) یہ ممانعت کھانے میں اسراف کے لیے عام ہے۔یعنی عادت اور حدود سے تجاوز کر کے کھانا۔یہ اسراف اس بات کو بھی شامل ہے کہ کھیتی کا مالک اس طرح کھائے جس سے زکوٰۃ کو نقصان پہنچے اور کھیتی کا حق نکالنے میں اسراف یہ ہے کہ واجب سے بڑھ کر زکوٰۃ نکالے یا اپنے آپ کو یا اپنے خاندان یا اپنے قرض خواہوں کو نقصان پہنچائے۔یہ تمام چیزیں اسراف کے زمرے میں آتی ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ سخت ناپسند ہے اور وہ اسراف پر سخت ناراض ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:833/1)

(3) اللہ تعالیٰ نے اسراف سے روکا ہے کہ سخی میں آ کر اتنا نہ لٹاؤ کہ خود تنگ دست بن جاؤ۔

(4) جس چیز میں انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے بڑھے گا وہی اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔عون بن عبداللہ رحمہ اللہ کا قول ہے: مسرف وہ ہے جو دوسرے کا مال کھاتا ہے۔(الدر المنثور:93/3)

(5) محتاجوں کو عطا کرنے اور اہل وعیال کا نقصان کرنے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔یہ بھی اسراف ہے جس کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے کیونکہ وہ حقوق کو ضائع کرتے ہیں اور حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔(الاساس:1781/3)

(6) ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (۲۶) اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (۲۷)﴾ ”اور رشتے دار کو اُس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور تم بے جا خرچ نہ کرو، بے جا خرچ کرنا۔یقیناً بے جا خرچ کرنے والے ہمیشہ سے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان ہمیشہ سے اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔“ (بنی اسرائیل:27,26)

(7) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تین چیزوں کو ناپسند فرمایا ہے، قیل وقال (یعنی فضول بحث کرنا)، مال کا ضائع کرنا، بکثرت سوال کرنا۔“ (مسلم:4483، بخاری:2408)

سوال 8: انسان اسراف سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کتاب کے لئے کھڑے ہونے کے احساس سے انسان واقعی ضرورت پر خرچ کرتا اور فضول اور بے موقع خرچ کرنے سے بچتا ہے۔

سوال 9: شیطان انسان کو اسراف پر کیسے آمادہ کرتا ہے؟

جواب: شیطان انسان کے ذہن کا رخ اصل سے موڑ کر بے فائدہ اور غیر متعلق باتوں میں الجھا کر اس کو اسراف پر آمادہ کرتا ہے۔



” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

''اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے ہیں اور کچھ زمین سے لگے ہوئے ہیں، کھاؤ اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو، یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے''(142)

سوال1: چوپایوں کے فوائد کی وضاحت ﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا﴾ ''اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اُٹھانے والے ہیں اور کچھ زمین سے لگے ہوئے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے تمہارے لیے سواری اور بار برداری کے جانور پیدا کیے ہیں، اونٹ، گدھا، گھوڑا، خچر اور کچھ زمین سے لگے ہوئے پست قد پیدا کیے ہیں جیسے بکری اور بھیڑ وغیرہ۔ فرش کے معنی بچھونے کے ہیں چونکہ ان کا قد پست ہوتا ہے، زمین سے ملا رہتا ہے اس لیے انہیں فرش کہا گیا ہے۔(مختصر ابن کثیر:548/1)

(2)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ(۷۱) وَذَلَّلّٰنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ(۷۲)﴾ ''اور کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناہم نے اُن کے لیے مویشی پیدا کیے ہیں اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا، پھر وہ اُن کے مالک ہیں۔ اور ہم نے اُنہیں اُن کا تابع بنا دیا سو اُن میں کچھ اُن کی سواریاں ہیں اور اُن میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں۔''(یٰس:72,71)

(3)﴿وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ چوپایوں میں تمہارے لیے ایک سبق ہے۔ ہم تمہیں ان کے پیٹوں کے اندر سے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اترنے والا ہے۔''(النحل:66)

سوال2: چوپایوں کا گوشت کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، اس کی وضاحت ﴿كُلُوْا ... مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ ''کھاؤ اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پھل، کھیتیاں اور جانور حلال کیے ہیں تو انہیں کھاؤ۔(جامع البیان:68/8)

(2)ان مویشی جانوروں کو کھاؤ اور ان سے ہر طرح کا نفع اٹھاؤ جو شرعاً مباح ہیں۔



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے رزق کو استعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ (تفسیر مراغی:221/1)

(4) اللہ تعالیٰ بار بار یہ یاد دلاتے ہیں کہ اس نے سب کچھ پیدا کیا۔ اس سے انسان کو یہ یاد دلانا مطلوب ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہے شیطان کا کچھ نہیں لہٰذا شیطان کی پیروی نہیں ہو سکتی۔

(5) ﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ ''اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو'' ﴿خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ سے مراد شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسے ہیں جن کے ذریعے وہ انسان کے دل کے اندر قدم رکھ دیتا ہے اور دھیرے دھیرے اس کے فیصلوں کا کنٹرول سنبھال لیتا ہے۔

(6) ﴿خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ﴾ سے مراد حلال و حرام کے معاملے میں اس کا گمراہ کرنا اور اس کا اغوا ہے۔ (ایسر التفاسیر:427)

(7) اللہ تعالیٰ نے شیطان کے طریقوں اور اس کے اعمال کی پیروی سے روکا ہے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہراتا ہے۔

(8) ﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''یقیناوہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اور جو دشمن کو پہچان لے وہ دور سے ہی اس سے بچتا ہے۔ (9) وہ تو تمہیں ایسے کاموں کو کرنے کا حکم دے گا جس میں تمہاری بدنصیبی ہے۔

(10) رب العزت نے شیطان کی پیروی سے روکنے کے لیے دلیل دی ہے کہ شیطان کھلا دشمن ہے پھر شیطان کی پیروی کیسے کی جا سکتی ہے، جب کہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دی ہیں؟

(11) ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنا لو اسے، یقیناوہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔'' (فاطر:6)

(12) ﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾ ''کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو؟ حالانکہ وہ تمہارا دشمن ہے۔ ظالموں کے لیے بہت برا بدل ہے۔'' (الکہف:50)

﴿ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ

''آٹھ قسمیں ہیں، دو بھیڑ سے اور دو بکری سے، آپ پوچھیں: ''کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے

اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ

یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر ان دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

اگر تم سچے ہو تو مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ" (143)

سوال 1: رسوم ورواج کی بنا پر حلال چیزوں کو حرام قرار دینے کی جو تردید کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿ثَمٰنِيَةَ... صٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ﴾ "آٹھ قسمیں ہیں، دو بھیڑ سے اور دو بکری سے" عربوں کے جاہلی دور میں لوگوں نے بعض جانوروں کو اپنی طرف سے حرام قرار دے لیا تھا جیسے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو حلال اور طیب قرار دیا ہے۔

(2) عربوں میں گوشت اور دودھ کے لئے بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے پالے جاتے تھے، بھیڑ میں سے دو نر اور مادہ اور بکری میں سے دو نر اور مادہ، ان چاروں کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا، ان میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں۔

(3) عربوں کے حلال وحرام کے قوانین کے پیچھے ان کے مشرکانہ رواجوں کے سوا کوئی دلیل نہ تھی اور عقلی طور پر ان کے اندر حرمت کا سبب موجود نہیں تھا۔

(4) ﴿قُلْ﴾ "آپ پوچھیں" رب العزت نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دو جو ان میں سے کسی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں یا ان میں سے کچھ چیزوں کو عورتوں کے لیے حرام ٹھہراتے ہیں۔

(5) ﴿آ الذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ﴾ "کیا دونوں نروں کو حرام کیا ہے" کیا ان دونوں نر یعنی بھیڑ اور بکری میں سے نر کو حرام ٹھہرا دیا۔

(6) ﴿اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ "یا دونوں ماداؤں کو" یعنی مادہ بھیڑ اور بکری کو حرام ٹھہرایا۔ تو تم دونوں نر اور مادہ میں سے صرف نر یا مادہ کے حرام ہونے کے قائل نہیں ہو۔

(7) ﴿اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ "یا وہ (بچہ) جس پر ان دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں" یعنی کیا تم نر اور مادہ کے فرق کے بغیر اسے حرام ٹھہراتے ہو جو بھیڑ اور بکری کے پیٹوں میں ہے؟ تم ان کے حرام ہونے کے بھی قائل نہیں ہو، پھر یہ بتاؤ کہ آپ کس تحریم کے قائل ہو!

(8) ﴿نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ "اگر تم سچے ہو تو مجھے کسی علم کے ساتھ بتاؤ" یعنی مجھے صحیح علم کے ساتھ بتاؤ، شیطان کے وسوسوں کی خبر نہ دو۔

(9) یعنی اگر تم اپنے قول اور دعوے میں سچے ہو تو مجھے علمی دلیل سے آگاہ کرو اور یہ بدیہی طور پر معلوم ہے کہ وہ کوئی ایسا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قول نہیں لا سکتے جسے عقل تسلیم کر لے، سوائے اس کے کہ مذکورہ تینوں باتوں میں سے کوئی ایک بات کہیں اور وہ ان میں سے کوئی بات نہیں کہتے۔ صرف یہ کہتے ہیں کہ بعض مویشی جن کے بارے میں انہوں نے اپنی طرف سے کچھ اصطلاحات گھڑ رکھی ہیں مردوں کے بجائے عورتوں پر حرام ہیں، یا وہ بعض اوقات و احوال میں حرام ہیں یا اس قسم کے دیگر اقوال، جن کے بارے میں بلا شک وشبہ ہمیں معلوم ہے کہ ان کا مصدر جہل مرکب، راہ راست سے منحرف عقل اور فاسد آراء ونظریات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول پر کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی اور نہ ان کے پاس کوئی اور حجت و برہان ہے۔ (تفسیر سعدی: 835/1)

سوال 2: حلال وحرام کے فیصلے کس بنیاد پر نہیں ہو سکتے؟

جواب: (1) محض گمان سے حلال وحرام کے فیصلے نہیں ہو سکتے۔ (2) معلوم اور تسلیم شدہ سند کے بغیر کوئی قانون نہیں بن سکتا۔

سوال 3: حیوانات کے بارے میں لوگوں کے اندر طرح طرح کے حلال وحرام کے قانون کیوں بن جاتے ہیں؟

جواب: حیوانات کے بارے میں لوگوں کے اندر حلال وحرام کے قوانین بننے کی وجہ شیطانی ترغیبات ہیں۔

سوال 4: انسان فطری طور پر کیا چاہتا ہے؟

جواب: (1) انسان فطری طور پر اللہ تعالیٰ کا شعور رکھتا ہے۔ (2) وہ فطری طور پر حلال وحرام کا احساس رکھتا ہے۔ (3) وہ اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہے، وہ کسی کو اپنا خدا بنانا چاہتا ہے۔ (4) وہ چیزوں میں جائز اور ناجائز کا فرق کرنا چاہتا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ نے اسی لیے حرام وحلال کے قوانین دیئے ہیں جو حق پر مبنی ہیں۔

﴿وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

''دو اونٹ سے اور دو گائے سے، آپ پوچھیں: ''کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ

یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی وصیت کی تھی؟''

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا

چنانچہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تا کہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کر دے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ

يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (144)

ع 17 4 4



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال1:﴿وَمِنَ الْاِبِلِ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ﴾ ''دو اونٹ سے'' دو اونٹ میں سے نر اور مادہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیے ہیں۔

(2)﴿وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ﴾ ''اور دو گائے سے'' یعنی نر اور مادہ بیل اور گائے اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائے ہیں۔

(3)﴿قُلْ﴾ ''آپ پوچھیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا ہے آپ کہہ دو۔

(4)﴿آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے'' یعنی اونٹ اور گائے کے نر حرام ٹھہرائے ہیں؟ (5)﴿اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ ''یا دونوں ماداؤں کو؟'' یعنی اونٹ اور گائے کی ماداؤں کو حرام ٹھہرایا ہے؟

(6)﴿اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ﴾ ''یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں'' یعنی جو ان ماداؤں کے پیٹوں میں ہے نر اور مادہ کے فرق کے بغیر حرام ٹھہرائے ہیں؟ تم ان کے حرام ہونے کے قائل نہیں ہو، جب تینوں میں سے کسی ایک کے بھی قائل نہیں پھر تمہارا کیا مذہب ہے؟

(7)﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا﴾ ''کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی وصیت کی تھی؟'' یعنی تمہارے پاس اپنے دعویٰ کے سوا باقی کچھ بھی نہیں، جس کی صداقت اور صحت کو پرکھنے کے لیے تمہارے پاس کوئی ذریعہ نہیں، اور وہ ہے تمہارا یہ کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی وصیت کی ہے اور اس نے ہماری طرف وحی کی ہے جس طرح اس نے اپنے انبیاء و مرسلین کی طرف وحی کی، بلکہ اس نے ہماری طرف ایسی وحی بھیجی جو اس چیز کے مخالف ہے جس کی طرف انبیاء و رسل نے دعوت دی اور جس کے ساتھ کتابیں نازل ہوئیں'' اور یہ ایک ایسا بہتان ہے جس سے کوئی شخص ناواقف نہیں۔ (تفسیر سعدی:1/836,835)

(8)﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ ''چنانچہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کردے؟'' اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والا سب سے بڑا ظالم ہے۔(9)تم حلال و حرام کی خود ساختہ پابندیوں کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرار دے کر لوگوں کی گمراہی کا بوجھ بھی اپنے اوپر لے رہے ہو اور اس طرح سب سے بڑے ظالم بن رہے ہو۔

(10)تم بغیر کسی دلیل کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کا سبب بن رہے ہو جو کہ سب سے بڑا ظلم ہے۔

(11)سیدنا عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا، لیکن شیطانوں نے انہیں بہکایا اور ان پر ان چیزوں کو حرام کر دیا جن کو میں نے حلال کیا تھا اور انہیں حکم



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دیا کہ وہ میرے ساتھ ان کو شریک ٹھہرائیں جن کے شریک ہونے کی میں نے ہرگز کوئی سند نازل نہیں کی۔" (مسلم:7207)

(12) شیطان انسان کو سیدھے راستے سے ایسے بھٹکاتا ہے کہ (i) شیطان انسان کو حلال چیزوں سے روک کر حرام کی طرف راغب کرتا ہے اس طرح سیدھے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

(ii) وہ انسان کو فرضی چیزوں میں الجھا کر اصل سچائی تک نہیں پہنچنے دیتا۔

(iii) وہ انسان کو ٹیڑھے راستے پر چلا کر یقین دلاتا ہے کہ تم سیدھے راستے پر ہو یوں انسان بھٹک جاتا ہے۔

(13) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا" اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر، بہتان لگا کر اپنے اوپر اور دوسرے انسانوں پر ظلم کرتے ہیں اور انہیں بھی سیدھے راستے سے ہٹاتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی نظروں میں کون ظالم ہیں؟

جواب: (1) جو لوگ شیطان کے بہکاووں کا شکار ہوں وہ ظالم ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی تمیز عطا کرتا ہے مگر تعصبات کی وجہ سے جو انسان تمیز نہیں کر پاتے وہ ظالم ہیں۔

(3) جو سمجھنے کی صلاحیت کے باوجود سمجھنے سے دور رہیں وہ ظالم ہیں۔

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰي طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً

"آپ کہہ دیں مجھ پر جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے پر حرام کیا گیا ہو کہ وہ اس کو کھائے

اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ

سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سؤر کا گوشت کہ یقیناً وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا باعث ہو جس پر غیر اللہ

اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ

کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے کہ وہ نافرمانی کرنے والا نہ ہو اور حد سے گزرنے والا نہ ہو تو بلاشبہ آپ کا رب

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (145)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 1: رب العزت نے جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے، ان کی وضاحت ﴿قُلْ ... بِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ﴾ ''آپ کہہ دیں مجھ پر جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے پر حرام کیا گیا ہو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ ان لوگوں سے کہہ دیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہوئے ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں اس نے حرام قرار نہیں دیا کہ مجھ پر جو وحی کی گئی ہے میں اس میں ایسی چیز نہیں پاتا اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں ﴿مُحَرَّمًا﴾ ''حرام چیز'' ﴿عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ﴾ کسی کھانے والے پر کہ اسے اس کھانے سے روک دیا گیا ہو کہ اسے کھائے۔ (ایسر التفاسیر: 430,429)

(2) یعنی اس کو کھانے کے علاوہ دیگر فوائد حاصل کرنے یا نہ کرنے سے قطع نظر، میں کوئی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا حرام ہو۔ (تفسیر سعدی: 837/1)

(3) آپ مشرکوں کو بتا دیں جن چیزوں کو آپ حرام سمجھ رہے ہیں میرے پاس آنے والی وحی میں وہ حلال ہیں اور جو چیزیں حرام ہیں وہ میں تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ (4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ کچھ چیزیں تو کھا لیتے تھے اور کچھ سے نفرت کرتے ہوئے نہیں کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا، اپنی کتاب کو نازل فرمایا اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام قرار دے دیا، پس جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا وہی حلال ہے اور جسے اس نے حرام قرار دیا وہ حرام اور جس سے اس نے سکوت فرمایا وہ قابل معافی ہے۔ پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿قُلْ لَّآ أَجِدُ فِيْ مَآ أُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ﴾ ''آپ کہہ دیں مجھ پر جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے پر حرام کیا گیا ہو'' آخر تک۔ (مستدرک حاکم: 3800) (ابوداؤد: 3800)

(5) ﴿اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً﴾ ''سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو'' مردار وہ جانور ہے جو شرعی طریقے سے ذبح کیے بغیر ہی مر گیا ہو۔ یہ مرا ہوا جانور حلال نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ﴾ ''تم پر حرام کر دیا گیا مردار اور خون اور سؤر کا گوشت۔'' (المائدہ: 3) (تفسیر سعدی: 837/1)

(6) مردار کھانا حرام ہے لیکن اس کی دیگر اشیاء مثلاً چمڑہ وغیرہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ایک دفعہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی ایک بکری مر گئی، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! میری بکری مر گئی۔ فرمایا: ''اس کا چمڑہ کیوں نہ اتار لیا؟'' بولیں: کیا مری ہوئی بکری کا چمڑہ بھی لیا جا سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا: ''تم چمڑہ کھاتی نہیں ہو اسے دباغت دے کر اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہو'' چنانچہ آپ نے اس کا چمڑا اتروا کر اسے دباغت دے کر اس کا مشکیزہ بنوا لیا تھا جو آپ ہی کے پاس پرانا ہو کر پھٹ گیا۔ (بخاری: 6686) (نسائی: 4245) (مسند احمد: 328,327/1)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(7)﴿اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا﴾ ''بہایا ہوا خون'' اس سے مراد وہ خون ہے جو جانور کو ذبح کرتے وقت بہتا ہے۔ ایسا خون ذبح کیے گئے جانور کے اندر رہنا نقصان دہ ہے، جب یہ خون ذبیحہ کے بدن سے خارج ہو جاتا ہے تو گوشت نقصان دہ نہیں رہتا۔

(8) وہ خون جو ذبح کرنے کے بعد گوشت اور رگوں میں بچ جاتا ہے وہ پاک ہے۔

(9)﴿اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ﴾ ''یا سؤر کا گوشت کہ یقیناً وہ ناپاک ہے'' سؤر کا گوشت ناپاک اور نقصان دہ ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے خبیث چیزوں سے بچانے کے لیے ان ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔

(11) سؤر کے گوشت میں اس کے تمام اجزا بھی شامل ہیں۔ عیسائی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سؤر کو حلال قرار دیا ہے، ان سے دھوکہ نہ کھائیں، سؤر حرام ہے۔

(12)﴿اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ ''یا وہ نافرمانی کا باعث ہو جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو'' ﴿اَوْ فِسْقًا﴾ فسق سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے سے نکل کر نافرمانی میں داخل ہو جانا ہے۔

(13)﴿اُهِلَّ﴾ ''نام پکارا گیا ہو'' اھلال کہتے ہیں ذبیحہ پر اس کا نام پکارنا جس کے لیے وہ ذبح کیا گیا ہو۔

(14)﴿اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ ''جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو'' جس ذبیحے کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ماسوا بتوں یا دوسرے معبودوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو وہ حرام ہے۔

سوال 2: مجبوری کی حالت میں حرام چیزیں استعمال کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنِ ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مجبوری کی حالت میں حرام چیزیں استعمال کرنا، کچھ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ ''پھر جو شخص مجبور کر دیا جائے'' یعنی جو بھوک کی شدت سے بے تاب ہو اور اسے کھانے کے لیے کچھ نہ ملے اور اسے اپنی جان کا خوف ہو تو ضرورت کے بقدر حرام چیزوں میں سے کھا سکتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ نہ وہ ضرورت کی حد سے آگے بڑھے اور نہ لذت کا طلب گار ہو۔

(2)﴿غَيْرَ بَاغٍ﴾ ''نافرمانی کرنے والا نہ ہو'' یعنی اضطراری حالت کے بغیر کھانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

(3)﴿وَّلَا عَادٍ﴾ ''اور حد سے گزرنے والا نہ ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ ضرورت کے دائرے کے اندر کھا رہا ہو، صرف اتنا کھا رہا ہو جس سے زندگی بچ جائے اس سے زیادہ نہ کھا رہا ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(4)﴿فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''تو بلاشبہ آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اگر کوئی ان حرام



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



چیزوں کے استعمال پر مجبور ہو اور نہ نافرمانی کرے اور نہ حد سے گزرے تو آپ کا رب ان کے حرام استعمال کرنے کے گناہ کو بخشنے والا غفور اور اس گناہ کی معافی دے کر نرمی کرنے والا، رحم کرنے والا رحیم ہے۔

سوال 3: کیا اس آیت کریمہ میں جن حرام چیزوں کا ذکر ہے، اس کے ماسوا کچھ بھی حرام نہیں؟

جواب: (1) اس کے علاوہ بھی محرمات موجود ہیں جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا مثلاً (کچلیوں والے) درندے اور پنجے سے شکار کرنے والے پرندے۔

(2) بعض اہل علم کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان زائد چیزوں کی تحریم سے قبل نازل ہوئی ہے۔ یہ چیزیں اس وقت اس کے زمرے میں نہیں آتی تھیں جس وقت مذکورہ حرمت کی وحی آپ ﷺ کی طرف بھیجی گئی۔ (تفسیر سعدی: 837/1)

﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ

''اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا اور گائیوں اور بکریوں میں سے

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ

ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں سوائے اس کے جو ان دونوں کی پیٹھوں یا انتڑیوں نے اٹھایا ہو

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾

یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو، یہ ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی وجہ سے سزا دی تھی اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں'' (146)

سوال: یہودیوں کی سرکشی کی وجہ سے جن حلال چیزوں کو حرام کر دیا گیا تھا، ان کی وضاحت ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ ... لَصٰدِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ﴾ ''اور ان لوگوں پر جو یہودی بن گئے ہم نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے چوپایوں اور پرندوں میں سے وہ جانور ان یہودیوں پر حرام قرار دے دیے تھے جن کے ناخن تھے یعنی وہ سارے حیوانات جن کے پاؤں پھاڑے ہوئے نہیں ہیں مثلاً اونٹ، شتر مرغ، مرغابی اور بطخ وغیرہ۔

(2) ﴿وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ﴾ ''اور بکریوں میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں سوائے اس کے جو ان دونوں کی پیٹھوں یا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انتڑیوں نے اٹھایا ہو یا جو کسی ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو' یہودیوں کے لیے گائیوں اور بکریوں میں سے کچھ چربی حلال تھی۔ (i) صرف پیٹھ کی چربی۔ (ii) آنتوں کے ساتھ لگی ہوئی چربی۔ (iii) ہڈیوں سے ملی ہوئی چربی۔ (iv) پہلو کی چربی۔ (v) پاؤں، سر اور آنکھ کی چربی۔

(3) ﴿ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ﴾ ''یہ ہم نے انہیں ان کی سرکشی کی وجہ سے سزا دی تھی'' یہودیوں پر حلال اور طیب چیزیں حرام کرنے کی وجہ ان کی سرکشی اور ظالمانہ طرز عمل تھا۔ یہ ان کے ظلم کی سزا تھی۔

(4) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ ''تو ان لوگوں کے ظلم کی وجہ سے جو یہودی ہوئے اور ان کے بہت سوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر پاک چیزیں بھی حرام کر دیں جو ان کے لیے حلال کی گئی تھیں۔'' (النساء:160)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حطیم کی طرف رخ کیے بیٹھے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا پھر مسکرا کر تین بار فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے ان پر چربیاں حرام کی گئی تھیں لیکن انہوں نے چربیاں بیچ کر ان کی قیمتیں کھائیں حالانکہ کسی چیز کے کھانے کو حرام فرما دینا اس چیز کی قیمت کو بھی حرام فرما دینا ہے۔'' (ابوداؤد) (6) ﴿وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی سچے ہیں'' یعنی ہمارا قول سچا، ہمارے کام سچے، ہمارے فیصلے سچے، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچی بات کرنے والا اور سچے فیصلے کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے؟'' (النساء:87)

﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ

''پھر بھی اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیں تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب

الْمُجْرِمِيْنَ﴾

مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا'' (147)

سوال: جھٹلانے والوں کی پرواہ نہ کریں اور تبلیغ جاری رکھیں، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ ... الْمُجْرِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ﴾ ''پھر بھی اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ کہہ دیں تمہارا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رب وسیع رحمت والا ہے'' یعنی مشرک آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ ﷺ پرواہ نہ کریں، آپ ﷺ انہیں حق کی دعوت دیتے رہیں کیونکہ آپ ﷺ کے رب کی رحمت وسیع ہے۔

(2)﴿رَبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ﴾ ''تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت ساری مخلوقات کے لیے ہے اس لیے اس کی رحمت کے حصول کے لیے ایسے اسباب اختیار کریں جس کی بنیاد محمد ﷺ پر نازل ہونے والی وحی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے، ہمارے لئے بھی اور پہلے ایمان لانے والوں کے لئے بھی۔

(4) اس کی رحمت میں وسعت ہے کیونکہ وہ محسن ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ دوست کے لئے بھی رحیم ہے اور دشمن کے لئے بھی رحیم ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ مجرموں کو بھی ڈھیل دیتا ہے کہ وہ خطاؤں اور گناہوں پر توبہ کریں اور اس کی اطاعت کر کے اس کی رحمت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(7) اللہ تعالیٰ نے ہمہ گیر رحمت کی تلاش کا شوق دلایا ہے۔

(8)﴿وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے ہٹایا نہیں جاتا'' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو کیونکہ جن گناہ گاروں کے گناہ بہت بڑھ گئے ان سے اللہ تعالیٰ کا عذاب ٹالا نہیں جاتا۔ لہٰذا اس کے عذاب کو دعوت دینے والے گناہوں سے بچو اور ان میں سب سے بڑا گناہ محمد ﷺ کو جھٹلانا ہے۔

﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا

''جن لوگوں نے شرک کیا وہ بہت جلد کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، نہ تو ہم شرک کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی

مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ

چیز کو حرام کرتے، اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

آپ پوچھیں کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ تو تم اسے ہمارے لیے نکال لاؤ تم گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے

وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ﴾

اور تم محض قیاس آرائیاں ہی کرتے ہو'' (148)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال1: مشرکین اپنے شرک اور حلال چیزوں کو حرام کرنے کے جواز میں جو دلیل دیتے تھے، اس کی وضاحت ﴿سَيَقُوْلُ ... مِنْ شَيْءٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ﴾ ''جن لوگوں نے شرک کیا وہ بہت جلد کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، نہ تو ہم شرک کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے'' یہاں مشرکوں کی ایک غلط فہمی کا بیان ہے جسے مشرک شرک کے اور حلال چیزوں کو حرام کرنے کے ثبوت میں پیش کیا کرتے تھے کہ ہمارے شرک کا اور حلال چیزوں کو حرام کرنے کا حال اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور وہ ہمارے خیالات بدلنے پر بھی بخوبی قادر ہے کہ ہمارے دلوں میں ایمان کی کرنیں جگمگا دے اور ہمیں کفر و شرک کرنے ہی نہ دے لیکن پھر بھی وہ ہمارے عقیدے نہیں بدلتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے، اسی کے ارادے سے ہو رہا ہے اور وہ کفر و شرک سے راضی ہے۔ اگر وہ نہ چاہتا تو نہ صرف ہم بلکہ ہمارے باپ دادا بھی شرک نہ کرتے۔ (مختصر ابن کثیر:552/1)

(2) رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور جن لوگوں نے شرک کیا ہے انہوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم کسی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے، ان سے پہلے لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا تو رسولوں پر صاف صاف پہنچا دینے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔'' (النحل:35)

(3)﴿وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ﴾ ''اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کرتے'' یعنی جو انہوں نے بحیرہ، سائبہ، وسیلہ اور حام میں سے حرام ٹھہرائے۔ (ایسر التفاسیر:430)

سوال2: قرآن حکیم نے مشرکوں کے اس قول کا جو جواب دیا ہے، اس کی وضاحت ﴿كَذٰلِكَ ... تَخْرُصُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا﴾ ''اسی طرح اُن لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا'' قرآن حکیم نے مشرکوں کے اس قول کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ دلائل انبیاء کی دعوت کو رد کرنے کے لیے ان کی قومیں دیتی رہی ہیں، مگر یہ ان کے کسی کام نہ آئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(2)﴿حَتّٰٓى ذَاقُوْا بَاْسَنَا﴾ ''یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا'' یہاں تک کہ انہوں نے ہماری ناراضگی کو دیکھ لیا، ہم ان پر غضب ناک ہوئے، ان کے لیے ہم نے اپنے عذاب کو حلال کر دیا پھر انہوں نے عذاب کا مزا چکھا۔ اس طرح وہ دنیا و آخرت میں ناکام و نامراد ہو گئے اور یہ بعد والے ان کے راستے پر چل پڑے ہیں۔ (جامع البیان:82/8)

(3)(i)اس جواب سے قرآن حکیم نے غافل انسان کو جھنجوڑا ہے جس سے وہ غفلت سے ہوش میں آتا ہے۔

(ii)اس جواب سے وہ اپنے انجام کے بارے میں سوچنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

(4)﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا﴾ ''آپ پوچھیں کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے؟ تو تم اسے ہمارے لیے نکال لاؤ'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ ان مشرکوں سے کہہ دیں کہ اگر تمہارے پاس ان کے لیے کوئی دلیل ہے تو ہمارے لیے اسے لے آؤ۔ (ایسر التفاسیر:431)(5)یعنی اگر ان کے پاس علم ہوتا تو وہ ضرور پیش کرتے۔

(6)اگر انہوں نے کوئی علمی دلیل نہیں دی تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس علم نہیں ہے۔

(7)﴿اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ ''تم گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے'' یعنی باطل معبودوں کی پیروی وہم، خیال اور فاسد اعتقادات پر مبنی ہے۔

(8)اگر ان کی یہ دلیل صحیح ہوتی تو ان سے عذاب کو ہٹا لیا جاتا اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں مبتلا نہ کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب صرف اسی پر نازل ہوتا ہے جو اس کا مستحق ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ ان کی فاسد دلیل اور انتہائی گھٹیا شبہ ہے اور اس کی متعدد وجوہات ہیں:(i)اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اگر ان کی دلیل صحیح ہوتی تو ان پر عذاب نازل نہ ہوتا۔

(ii)دلیل کے لیے ضروری ہے کہ اس کی بنیاد علم اور برہان ہو۔ اگر دلیل محض گمان اور اندازے پر مبنی ہو، جو حق کے مقابلے میں کوئی کام نہیں آسکتی، تو یہ باطل ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا﴾ ''کہہ دیجئے! اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو ہمارے سامنے پیش کرو'' پس اگر ان کے پاس علم ہوتا، حالانکہ وہ سخت جھگڑالو لوگ ہیں، تو وہ اسے ضرور پیش کرتے اگر انہوں نے کوئی علمی دلیل پیش نہیں کی تو معلوم ہوا کہ وہ علم سے بے بہرہ ہیں۔ (تفسیر سعدی:841,840/1)

(9)﴿وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ﴾ ''اور تم محض قیاس آرائیاں ہی کرتے ہو'' جو اپنے دلائل کی بنیاد وہم و گمان اور اندازوں کی بنیاد پر رکھتا ہے وہ خسارہ اٹھانے والا ہے۔

سوال 3: کیا اپنے اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے دلیل پکڑنا جائز ہے؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب:(1)اپنے اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔ اس کے ساتھ قضا کو دلیل بنانا ظلم اور عناد ہے۔

(2)اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ارادہ عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے وہ کام کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز واجب نہیں کی جس پر انسان قدرت نہ رکھتا ہو۔

(3)اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے افعال میں ان پر جبر نہیں کیا، اگر وہ چاہیں تو کوئی کام انجام دیں اور چاہیں تو نہ دیں، اگرچہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادے میں آتے ہیں لیکن ہر شخص اختیاری اعمال اور جبری اعمال میں فرق کرسکتا ہے۔

(4)اپنے گناہوں پر قضا وقدر کو دلیل بنانے والے فساد کا شکار ہیں، جب کوئی کسی کے ساتھ برا سلوک کرے اور وہ اپنے عمل پر تقدیر کا عذر پیش کرے تو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ جب کوئی ڈاکو کسی کو لوٹ کر لے جائے اور کہے یہ تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے آپ اس پر صبر کرو تو اس کی دلیل پر لوگ سخت ناراض ہوں گے اور قبول نہیں کریں گے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناراضگی کے کاموں پر ہی تقدیر کا عذر کیوں!

(5)قضا وقدر کا عذر دلیل نہیں ہے، ان کا مقصد حق کو جھٹلانا اور خود کو حق سے بچانا ہے۔ گویا حق ان پر حملہ آور ہے اور وہ اپنا دفاع کررہے ہیں۔

سوال4: لوگ حق کو چھوڑ کر اس گمان کے پیچھے کیوں بھاگتے ہیں جس کا انہیں علم نہیں؟

جواب: حق کی دعوت اپنے ماحول میں نئی ہوتی ہے۔ ایک طرف وہ دین ہوتا ہے جو معاشرے میں غالب ہوتا ہے، اپنے غلبے کی وجہ سے وہ مقبول ہوجاتا ہے اور دوسری طرف سچا دین جب اتنی مقبولیت حاصل نہیں کرسکتا تو لوگ یہ سوچ لیتے ہیں کہ اس دین کے نہ پھیلنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل ہے اور رواج عام کو دنیا میں بلند مقام حاصل ہے تو یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔ پھر رواج عام کی وجہ سے لوگ حق کو چھوڑتے ہیں اور گمان کے پیچھے بھاگتے ہیں۔

﴿قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں: کامل دلیل اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، چنانچہ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو وہ ضرور ہدایت دے دیتا'' (149)

سوال1: اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی مرضی مسلط کرنے کی بجائے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحیح اور غلط کا علم دیا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے انسان کو انتخاب کی آزادی دی ہے چاہے تو صحیح کو اختیار کرلے اور چاہے تو غلط کو۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(3)اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی مرضی جبراً مسلط نہیں کی۔

سوال2: انسان کو صحیح اور غلط کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے کیا چیز کام دیتی ہے؟

جواب: انسان کو صحیح اور غلط کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے سچی دلیل کام دیتی ہے جو حق کی نمائندگی کرتی ہے۔

سوال3: ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کی حکمت پر موقوف ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ...اَجْمَعِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ ''آپ کہہ دیں: کامل دلیل اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرمارہا ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت سے نوازنا چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے اسے گمراہ کرنے میں اس کی حکمت تامہ اور حجت بالغہ کارفرما ہے۔(المصباح المنیر:554/2)

(2)﴿الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ ''کامل دلیل'' باطل دعووں کے لیے قطعی دلیل۔

(3)﴿الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ﴾ ''کامل دلیل'' اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو کسی کے لیے کوئی عذر نہیں رہنے دیتی، جس پر تمام انبیاء و مرسلین، تمام کتب الٰہیہ، تمام آثار نبویہ، عقل صحیح، فطرت سلیم اور اخلاق مستقیم متفق ہیں۔ پس معلوم ہوا جو کوئی آیت قاطعہ کی مخالفت کرتا ہے وہ باطل ہے کیونکہ حق کی مخالفت کرنے والا باطل کے سوا کچھ نہیں۔(تفسیر سعدی:840/1)

(4)﴿فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾ ''چنانچہ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو وہ ضرور ہدایت دے دیتا'' ہدایت اور گمراہی کی تقسیم میں بھی بڑی زبردست حکمت کارفرما ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ تم سب کو ہدایت پر لے آتا مگر کسی کو ہدایت دینا اور کسی کو نہ دینا رب کی حکمت کی کارفرمائی ہے۔(مختصر ابن کثیر:552/1)

(5)اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو فطری طور پر ہدایت دے دیتا۔ ہر انسان کے دل سے ہدایت اختیار کرنے کی خواہش اُٹھتی۔

(6)اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ انسان اپنی آزاد مرضی سے جس راستے کو چاہے اختیار کرے، اس طرح اس کے امتحان کا مقصد پورا ہوتا ہے کہ اچھے لوگ اپنی اچھائی کی جزا پائیں اور برے لوگ اپنی برائی کی سزا پائیں۔

(7)اگر اللہ تعالیٰ جبری ہدایت دیتے تو امتحان کا مقصد پورا نہ ہوتا۔﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ(۱۱۸)اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ(۱۱۹)﴾ ''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی اُمت بنا دیتا۔ اور وہ ہمیشہ اختلاف ہی کرتے رہیں گے۔ مگر جن پر آپ کے رب کا رحم ہوا۔ اور اسی لیے اُس نے ان کو پیدا کیا۔ اور تیرے رب کی وہ بات پوری



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سبھی سے ضرور بھر دوں گا۔'' (ہود:119,118)

سوال 4: دنیا کی زندگی میں دلیل کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: دنیا کی زندگی میں سچی دلیل اللہ تعالیٰ کی نمائندگی کرتی ہے۔ جو انسان سچی دلیل کو مان لیتا ہے، اس کے آگے جھک جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتا ہے اور جو سچی دلیل نہیں مانتا وہ اللہ تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتا۔ سچی دلیل کا انکار دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ کا انکار ہے۔

سوال 5: انسان دلیل کے آگے کیوں نہیں جھکتا؟

جواب: (1) انسان اپنی خواہشات سے اوپر نہیں اٹھ سکتا۔

(2) وہ اپنے عمل کو جائز ثابت کرنے کے لیے اور ناحق کو حق ثابت کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

(3) اس کا یہ رویہ اسے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو نظر انداز کرنے تک لے جاتا ہے۔

(4) اس طرح بالآخر اس بات سے بے پروا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑنے والا ہے۔

(5) پھر وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو وہ اہمیت دیتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کو دینی چاہیے۔

سوال 6: ہدایت کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی کون سی سنت جاری وساری ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ہدایت وضلالت کے راستے انسان پر واضح کر کے اسے اختیار دیا ہے جس راستے کو چاہے اختیار کرے۔ (2) انسان جب کسی راستے کا آزادانہ ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔

(3) اس طرح انسان کے لیے ہدایت یا گمراہی کا راستہ آسان ہو جاتا ہے یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اس میدان میں جاری ہے۔

﴿قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ

آپ کہہ دیں: ''تم اپنے گواہ لاؤ جو گواہی دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو حرام کیا ہے۔

فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

پھر اگر وہ گواہی دے بھی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں اور نہ ان کی خواہشات کی پیروی کریں جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا

وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ﴾ ع 18/6/5

اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں'' (150)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 1: شرک اور بدعات کی کوئی دلیل نہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... يَعْدِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا﴾ ''آپ کہہ دیں: ''تم اپنے گواہ لاؤ جو گواہی دیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو حرام کیا ہے'' یعنی آپ کہہ دیں ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرا کر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے، کہ وہ اپنے ان گواہوں کو لائیں جو یہ گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے۔

(2) جب ان سے یہ کہا جائے گا تو دو باتوں میں سے ایک ہوگی، اگر وہ گواہی دیں کہ اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے تو یا تو وہ گواہ نہیں لاسکیں گے اور ان کا دعویٰ اور دلیل باطل ثابت ہو جائے گی یا وہ گواہ لے آئیں گے جو جھوٹی گواہی دے گا اور جھوٹے کی گواہی قابل قبول نہیں۔

(3) ﴿فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ﴾ ''پھر اگر وہ گواہی دے بھی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور ان کی تباع کرنے والوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ اگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں۔

(4) ﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''اور نہ ان کی خواہشات کی پیروی کریں جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان لوگوں کی پیروی کرنے سے روکا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے خود اللہ تعالیٰ کو اور حق کو جھٹلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بہترین ہستی کو جھٹلانے والوں کی پیروی سے روکا ہے۔

(5) ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ﴾ ''اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں'' یعنی وہ بتوں اور اپنے گھڑے ہوئے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں چونکہ وہ یوم آخرت کا انکار کرتے ہیں اور اس کی توحید کے قائل نہیں ہیں۔ (تفسیر سعدی: 842/1)

(6) ان کا عقیدہ شرک اور تکذیب پر مبنی ہے اور ان کی خواہشات اس عقیدے کے مطابق ہیں۔ اس طرح معلوم ہوا کہ ان کا اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانا، ان کے نفس کی خواہشات کے مطابق ہے، اس لیے آپ ان کی پیروی نہ کرو۔

سوال 2: دین اسلام میں قانون سازی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنے کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: اسلام میں کسی کو قانون سازی کا حق دینا اسی طرح شرک ہے جیسے کسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک ٹھہرانا ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ

''آپ کہہ دیں: آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ

اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا

اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ

اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ، ان میں سے جو ظاہر ہو اور جو پوشیدہ ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو،

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ نے اس کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو'' (151)

سوال 1: اس آیت کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جو ان آیات پر مجھ سے بیعت کرے؟'' پھر رسول اللہ ﷺ نے ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ سے تین آیات کی تلاوت فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو اس بیعت کو پورا کرے گا، اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور جو ان میں سے کسی چیز کو کم کرے اور اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے تو اس کی سزا ہوگی اور جسے آخرت تک مہلت دے دی جائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اگر وہ چاہے تو اسے عذاب دے اور اگر چاہے تو معاف کر دے۔'' (مستدرک حاکم: 3240)

سوال 2: ﴿قُلْ ... عَلَيْكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام ٹھہرایا ہے۔

(2) ﴿تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ ''آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے'' آؤ میں اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے یہ بتا دوں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا چیزیں حرام کی ہیں یعنی کھانے پینے کی بھی اور اقوال و افعال میں بھی جو کچھ حرام کیا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر کیا چیزیں حرام ٹھہرائی ہیں یعنی وہ ان سے کس قسم کی پابندیاں چاہتے ہیں؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا حرام قرار دیا گیا ہے۔

(2)والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا یعنی ان کی نافرمانی کو حرام ٹھہرایا ہے۔

(3)اولاد کو قتل نہ کرنا۔(4)بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جانا۔(5)قتل نہ کرنا۔

(6)یتیم کے مال کے قریب نہ جانا۔(7)ناپ اور تول میں انصاف کرنا۔(8)انصاف کی بات کہنا اگرچہ زد رشتہ داری پر ہی پڑتی ہو۔(9)اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنا یعنی بدعہدی کو حرام ٹھہرایا ہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ پابندیوں سے انسانوں کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کے حرام سے یعنی اس کی عائد کردہ پابندیوں سے انسانوں کو توحید کی روشنی ملتی ہے۔

(2)ان کے اجتماعی رابطے مضبوط ہو جاتے ہیں۔(3)ان پابندیوں سے ایک ایسا معاشرہ وجود میں آتا ہے جس میں لوگوں کے حقوق کی ضمانت ملتی ہے اور فرائض ادا کئے جاتے ہیں۔

سوال5:شرک کی ممانعت کی وضاحت ﴿اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ ''یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(2)اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کی اس طرح عبادت کی جائے جیسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے یا مخلوق کی تعظیم اسی طرح کی جائے جس طرح اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے یا ربوبیت اور الوہیت کی صفات مخلوق میں ثابت کی جائیں۔(3)جب بندہ ہر قسم کا شرک چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنے احوال میں موحد اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص بندہ بن جاتا ہے۔

(4)بندوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

(5)سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا مثل قرار دے باوجود یہ کہ تجھے پیدا اللہ تعالیٰ ہی نے کیا ہے۔'' سائل نے عرض کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: ''اس اندیشہ کی وجہ سے اولاد کو قتل کر دینا کہ وہ تیرے ساتھ تیرے کھانے میں شریک ہو جائے گی۔'' (متفق علیہ)(تفسیر مظہری:4/163)

(6)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہو تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔'' (صحیح مسلم:268)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 6: انسان سب کی غلامی کی نفی کر کے ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیسے جڑتا ہے؟

جواب: (1) انسان ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو قابل اعتماد نہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔

(2) انسان اس رب کے سوا کسی سے امیدیں نہ باندھ کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔

(3) انسان اس کی بڑائی کے سوا کسی کی بڑائی کو تسلیم نہ کر کے اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔

(4) انسان اس کے سوا کسی سے نہ ڈر کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔

(5) انسان اسی سے شدید محبت کر کے اللہ تعالیٰ سے جڑ جاتا ہے۔

سوال 7: والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو'' رب العزت نے حکم دیا ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کے لیے ان سے کریم بات کریں۔

(2) ہر وہ کام حسن سلوک ہے جس سے والدین کو فائدہ حاصل ہو یا انہیں خوشی ہو۔

(3) اپنے اقوال حسنہ اور افعال جمیلہ کے ذریعے اپنے والدین سے حسن سلوک کرو۔ ہر وہ قول و فعل جس سے والدین کو کوئی منفعت حاصل ہو یا اس سے مسرت حاصل ہو تو یہ ان کے ساتھ حسن سلوک ہے۔ حسن سلوک کا وجود نافرمانی کی نفی کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 843/1)

(4) اللہ تعالیٰ انسان پر والدین اور اولاد سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اس لیے والدین کے بارے میں اولاد کو ذمہ داریاں پوری کرنے کی وصیت کی ہے۔

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔'' (بنی اسرائیل: 23)

(6) ﴿وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (۱۴) وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓي اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۪ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۵)﴾ ''اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اس کی ماں نے دکھ پر دکھ اٹھا کر اسے اٹھایا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی کو شریک کرے جس کا تجھے علم بھی نہیں پھر اُن دونوں کی اطاعت نہ کرنا اور دنیا میں ان دونوں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہو اور اس کے راستے پر چلو جس نے میری طرف رجوع کیا، پھر میری طرف ہی تمہارا پلٹنا ہے تو میں تمہیں بتادوں گا جو کچھ تم عمل کیا کرتے تھے۔'' (لقمان:15,14)

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا۔'' میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: ''والدین سے حسن سلوک کرنا۔'' میں نے پوچھا: پھر کون سا؟ فرمایا: ''جہاد فی سبیل اللہ۔'' (مسلم:135)

(8) صحیح مسلم میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ ایک روز رسول ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ﴿رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ﴾ ''یعنی ذلیل ہوگیا، ذلیل ہوگیا، ذلیل ہوگیا'' صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کون ذلیل ہوگیا؟ فرمایا: ''وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کے زمانہ میں پایا اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا'' مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے کے زمانہ میں والدین کی خدمت سے جنت کا ملنا یقینی ہے۔ بڑا محروم و ذلیل ہے وہ شخص جس نے اتنی سستی جنت کو ہاتھ سے کھودیا، سستی اس لئے کہ والدین جو اولاد پر طبعی طور سے خود ہی مہربان ہوتے ہیں وہ ذرا سی خدمت سے بہت خوش ہوجاتے ہیں، ان کو خوش رکھنا کسی بڑے عمل کا محتاج نہیں اور بڑھاپے کی قید اس لئے کہ جس وقت والدین تندرست اور قوی ہیں اور اپنی ضروریات خود پوری کرتے ہیں بلکہ اولاد کی بھی مالی اور جانی امداد کردیتے ہیں اس وقت تو نہ خدمت کے وہ محتاج ہیں نہ اس خدمت کا کوئی خاص وزن ہے، قابل قدر خدمت اس وقت ہی ہوسکتی ہے جبکہ وہ بڑھاپے کی وجہ سے محتاج ہوں۔ (تفسیر معارف القرآن:483,482/3)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، اس نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری والدہ'' اس نے کہا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری والدہ'' اس نے کہا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیری والدہ'' اس نے کہا، پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا باپ۔'' (بخاری:5971، مسلم:6500)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 8: والدین سے حسن سلوک کا معاملہ انسان کے لیے امتحان کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: (1) والدین سے حسن سلوک مفاد کی بنیاد پر نہیں حق پہچاننے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

(2) انسان کو دوستوں اور بیوی بچوں کی محبت والدین سے دور کرنے کا سبب بنتی ہے اور یہ معاملہ انسان کے لئے امتحان بن جاتا ہے۔ (3) والدین سے حسن سلوک ہی بتاتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے دین کو باتوں کی سطح پر اختیار کر رہا ہے یا عمل کی سطح پر۔

سوال 9: مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا ... وَاِيَّاهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ﴾ ''اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے والدین کو وصیت کی ہے کہ اولاد کے بارے میں مفلسی سے نہ ڈرو یعنی رزق کی تنگی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔

(2) ﴿نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ﴾ ''ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے'' یعنی رزق کی ذمہ داری تو رب کی ہے تم تو اپنے آپ کو بھی رزق عطا نہیں کر سکتے۔

(3) اولاد جب کمزور ہو تو ان کے بارے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرو، تنگی محسوس نہ کرو۔

(4) ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا﴾ ''اور اپنی اولاد کو مُفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، یقیناً اُن کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے۔'' (بنی اسرائیل:31)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک بناؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے'' میں نے عرض کی، پھر کون سا؟ فرمایا: ''پھر یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی'' میں نے پوچھا پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔''

راوی نے بیان کیا کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کے فرمان کی تصدیق کے لیے نازل ہوئی: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس (انسان) کی جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر ہاں حق پر اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔'' (الفرقان:68) (بخاری:4761، مسلم:257)

سوال 10: بے حیائیوں کے قریب بھی نہ جانے کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا ... بَطَنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب:(1)﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ''اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ، ان میں سے جو ظاہر ہو اور جو پوشیدہ ہو'' یعنی کھلے گناہوں اور چھپے ہوئے گناہوں کے قریب بھی نہ جاؤ۔

(2) ہر وہ بات فحش کے دائرے میں آتی ہے جو حد سے بڑھی ہوئی ہو۔ قتل نفس بھی فحش کام ہے، یتیم کا مال کھانا بھی فحش کام ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک بھی فحش کام ہے۔(3) یہاں اس آیت میں فحش سے مراد زنا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے ہو۔'' (الاعراف:33)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں، غیرت ہی کی وجہ سے اس نے بے حیائی کی ظاہر اور پوشیدہ تمام شکلوں کو حرام قرار دے دیا ہے۔''

(بخاری:4634، مسلم:6991)

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے انسان کے معاملہ میں زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جس سے وہ لامحالہ دو چار ہوگا پس آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا بولنا ہے، دل کا زنا یہ ہے کہ وہ خواہش اور آرزو کرتا ہے پھر شرمگاہ اس خواہش کو سچا کرتی ہے یا جھٹلا دیتی ہے۔'' (بخاری:6243)

(7) زنا کے لیے فواحش کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس میں زنا کے ساتھ زنا کے مقدمات بھی شامل ہیں مثلاً حسن کی نمائش کرنا، مکالمات، حرکتیں اور اشارات، اختلاطِ مرد و زن، ہنسی مذاق سب فواحش میں آتے ہیں۔

(8)﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ ''ان میں سے جو ظاہر ہو'' ظاہری فواحش سے مراد اعضاء سے کیے جانے والے فحش کام ہیں جو معاشرے کا وجود کھوکھلا کر دیتے ہیں۔

(9)﴿وَمَا بَطَنَ﴾ ''اور جو پوشیدہ ہو'' خفیہ فواحش سے وہ فواحش مراد ہیں جو دل میں ہوتے ہیں اور دلوں کو گندا کر دیتے ہیں۔ باطنی گناہوں کو اور مشہور عام مفہوم کے اعتبار سے بدکاری و بے حیائی کے جتنے طریقے کھلے یا چھپے ہوئے ہیں ان سب کو شامل ہے اور حکم اس میں یہ دیا گیا ہے کہ ان چیزوں کے پاس بھی نہ جاؤ، پاس نہ جانے سے مراد یہ ہے کہ ایسی مجلسوں اور ایسے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مقامات سے بھی بچو جہاں جا کر اس کا خطرہ ہو کہ ہم گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے اور ایسے کاموں سے بھی بچو جن سے ان گناہوں کا راستہ نکلتا ہو، حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص کسی ممنوع جگہ کے گرد گھومتا ہے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ اس میں داخل بھی ہو جائے۔'' (معارف القرآن:3/486)

(10) فواحش کے قریب جانے کی ممانعت سے مراد ہے کہ کھلے چھپے گناہوں کے متعلقات کے بھی قریب نہ جاؤ، یہ فحش کاموں کو انجام نہ دینے سے زیادہ بڑی بات ہے جس میں فحش کاموں کی طرف لے جانے والے اسباب اور ذرائع بھی شامل ہیں۔ فواحش کے قریب جانے سے اس لیے روکا گیا تا کہ برائی میں مبتلا ہونے کے دروازے بند ہو جائیں اور برائیوں سے دور رہنے سے ان کی کشش ختم ہو جائے۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا تا کہ خاندان اور معاشرہ پاک رہے اس لیے کہ فحاشی کی گندگی میں کوئی پاکیزہ خاندان اور معاشرہ پروان نہیں چڑھ سکتا۔

(11) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ﴾ ''اور تم گناہ کے ظاہر کو بھی چھوڑ دو اور اس کے باطن کو بھی، جو لوگ گناہ کماتے ہیں یقیناً انہیں اس کا جلد بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔'' (الانعام:120)

(12) اللہ تعالیٰ نے فواحش سے بچنے کے لیے ہی نکاح کا طریقہ جاری فرمایا۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلے میدان میں غسل کر رہا ہے۔ آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا: ﴿إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسَّتْرَ، فَإِذَا اغْتَسَلَ أَحَدُكُمْ، فَلْيَسْتَتِرْ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ شرم والا ہے، چھپا ہوا ہے، شرم کرنے کو پسند فرماتا ہے سو تم میں سے جب کوئی شخص غسل کرے تو پردہ کرے۔'' (انوار البیان)

(13) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔'' (مسلم:152)

سوال 11: کسی کو ناحق قتل نہ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تَقْتُلُوا ... بِالْحَقِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ''اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو'' کسی کو ناحق قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ یہ بھی ظاہر و باطن والے فواحش میں شامل ہے لیکن تاکید کے لیے دوبارہ حکم دیا ہے۔

(2) اس حکم سے مراد مسلمان جان ہے یعنی اس کو قتل کرنا حرام ہے خواہ بچہ ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، نیک ہو یا بد۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(3) کافر جان کو قتل کرنا بھی ناحق ہے۔ معاہدات کی وجہ سے وہ معصوم ہوتے ہیں۔ مسلمان کی تو بہت بڑی شان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص میری امت پر تلوار لے کر نکلا جو نیک اور بد کو مارتا چلا جاتا ہے اور ان کے قتل سے پرہیز نہیں کرتا اور جو معاہدے والے کا عہد پورا نہیں کرتا تو ایسا شخص مجھ سے نہیں اور نہ میں اس سے ہوں۔'' (مسلم، مشکوۃ: 319/2)

(4) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان مرد، جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، اس کا خون تین صورتوں کے علاوہ کسی بھی صورت میں حلال نہیں: (i) وہ شادی شدہ ہو کر بدکاری کرے۔

(ii) اس نے کسی انسان کو (ناحق) قتل کیا ہو۔

(iii) وہ اپنا دین ترک کر کے مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لے۔'' (بخاری: 6878، مسلم: 4375)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی ذمی کو (ناحق) قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو تک نہ پا سکے گا، حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہو رہی ہوگی۔'' (بخاری: 3166)

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ گناہوں سے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، کسی جان کو ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹ بولنا'' یا آپ ﷺ نے فرمایا: ''جھوٹی گواہی دینا۔'' (بخاری: 5977، مسلم: 261)

سوال 12: ﴿ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اس کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی وصیت کو سمجھو، اس کی حفاظت کرو، رعایت کرو اور اس کو قائم کرو۔

(2) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنی عقل کے مطابق ان امور کو قائم کرتا ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 844/1) (3) اس وصیت کے ذریعے تمام احکامات کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستہ کیا جا رہا ہے اس طرح یہ ثابت کیا جا رہا ہے کہ قانون اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے اس طرح اسلامی معاشرے میں قانون کو محترم بنا دیا گیا ہے۔

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ

''اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر جو طریقہ سب سے بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے اور ناپ اور تول کو



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا

انصاف کے ساتھ پورا کرو، ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب تم بات کرو تو انصاف کرو خواہ

وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾

کوئی رشتہ دار ہو اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان احکام کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو" (152)

سوال 1: اولیاء کو یتیموں کے مال کے بارے میں جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا ... اَشُدَّهٗ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ "اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر جو طریقہ سب سے بہتر ہو" یتیم کے سر پر والد کا سایہ نہیں ہوتا۔ حکم دیا گیا ہے کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ یعنی بغیر سبب مال لینے کے لیے، اس کے مال کو اپنا معاوضہ بنانے کے لیے اس کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ البتہ ایسے طریقے سے ان کے مال کے قریب جاؤ جس سے مالی معاملات کی اصلاح ہو اور اس سے یتیم زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔

(2) اس آیت کریمہ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ جس طریقے سے یتیموں کو نقصان پہنچتا ہو اس طریقے سے ان کے مال کے قریب جانا جائز نہیں۔ (3) یعنی ایسے طریقے سے مال کے قریب نہ جاؤ جس سے یتیموں کا نقصان ہوتا ہو۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو" صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ وہ کون کون سے ہیں؟ فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، ایسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے، سود، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگنا اور بھولی بھالی پاکباز مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔" (بخاری)

(5) (i) یتیم کے مال کے ساتھ جو بہترین طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ سرپرست یتیم کے مال کو تجارت میں لگائے۔ یتیم کے مال کو ایسے استعمال/خرچ کرے کہ اس کا مال ختم نہ ہو۔ تجارت میں لگانے والا مال کی بڑھوتری کے لئے کوشش کرتا ہے۔ (ii) اگر مال خرچ ہوتا ہے تو اس رفتار سے خرچ نہ کیا جائے کہ ان کے جوان ہونے سے پہلے مال ختم ہو جائے۔

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جب یہ آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا﴾ "بلاشبہ وہ لوگ جو یتیموں کے مال ظلم سے کھاتے ہیں" (النساء:10) اتری تو یتیموں کے سرپرستوں نے ان کا کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے علیحدہ کر لیا، اس سے نہ صرف سرپرستوں کو نقصان اور مشقت اٹھانی پڑی بلکہ یتیموں کو بھی نقصان ہونے لگا۔ اگر کھانا بچ جاتا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تو وہ باسی کھاتے اس کا ذکر رحمت عالم ﷺ سے ہوا تو ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ ---﴾ ''وہ آپ سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دو کہ ان کے لیے کچھ نہ کچھ سنوارتے رہنا بھلائی کا کام ہے اور اگر تم انہیں ساتھ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے خوب جانتا ہے۔'' (البقرہ:220) نازل ہوئی، اس کے بعد لوگوں نے یتیموں کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے میں ملا دیا۔ (مختصر ابن کثیر:1/555) (ابوداؤد:2871)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں (لوگوں کو) دو کمزوروں، یتیم اور عورت کی حق تلفی کرنا (تاکید کے ساتھ) حرام ٹھہراتا ہوں۔'' (ابن ماجہ:3678)

(8) ﴿حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ﴾ ''یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ جائے'' سن رشد سے مراد عقل کی سلامتی کے ساتھ احتلام ہونے کی عمر ہے۔ (ایسر التفاسیر:432) (9) لڑکی کی بلوغت حیض اور حمل کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔

(10) سن رشد اس وقت حاصل ہوتا ہے جب جسمانی اور عقلی قوت کمال تک پہنچ جائے۔

سوال 2: یتیم اپنے مال میں کب تصرف کر سکتا ہے؟

جواب: (1) جب یتیم بالغ اور سمجھ دار ہو جائے اور اسے مال میں تصرف کی معرفت حاصل ہو جائے۔ (تفسیر سعدی:5/844)

(2) یتیم بالغ ہونے سے پہلے اپنے مال میں تصرف نہیں کر سکتا۔

(3) مال میں تصرف پر پابندی بلوغت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔

سوال 3: یتیم کو مال سپرد کرنے کے لیے سن رشد کی پابندی عائد کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: سن رشد میں یتیم اپنے مال کی حفاظت کر سکتا ہے اور اسے ترقی دے سکتا ہے۔

سوال 4: ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَوْفُوا ---وُسْعَهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ ''اور ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو'' یعنی ناپ تول کو پورا کرنے کی ذمہ داری انصاف کے ساتھ ادا کرو، جب تم کوشش کرو گے، کوتاہی نہیں برتو گے تو لاعلمی میں ہو جانے والی غلطی کو اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔

(2) رب العزت نے کم تولنے اور ماپنے والوں کے بارے میں فرمایا ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (۱) الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (۲) وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ (۳)﴾ ''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ لوگ جو لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں تو انہیں کم دیتے ہیں۔" (المطففین:1-3)

(3) موطاامام مالک میں ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس قوم میں خیانت کا رواج ہوجائے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال دے گا، اور جس قوم میں زنا کاری پھیل جائے ان میں موت زیادہ ہوگی، اور جولوگ ناپ تول میں کمی کریں گے ان کا رزق منقطع ہوجائے گا، اور جولوگ ناحق فیصلے کریں گے ان میں قتل وخون عام ہوجائے گا اور جولوگ عہد کی خلاف ورزی کریں گے ان پر دشمن مسلط کردیئے جائیں گے۔ (تفسیر انوار البیان:2/319، تفسیر الدر المنثور:3/105)

(4) ﴿وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ﴾ "اور انصاف کے ساتھ وزن قائم کرو اور ناپ تول میں گھاٹا نہ دو۔" (الرحمٰن:9)

(5) ﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ "ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق" اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے یعنی ہر ایک کو اس کی قدرت کے مطابق مکلف بناتے ہیں۔

(6) یعنی اگر لین دین میں لاعلمی میں کوئی کوتاہی ہوگئی تو وہ معاف ہے۔

(7) اس آیت کریمہ سے علمائے اصول یہ اصول اخذ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ پس اسے جو حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے ممکن حد تک اس کی تعمیل کرتا ہے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ (تفسیر سعدی:1/845)

(8) بغوی رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل میں کہتے ہیں: یعنی دینے والے کو واجب سے زیادہ دینے کا مکلف نہیں بنایا گیا اور صاحب حق کو اپنے حق سے کم پر راضی ہونے کا مکلف نہیں بنایا گیا بلکہ دونوں کا معاملہ وسعت پر ہے، کسی پر بھی تنگی نہیں۔ (تفسیر انوار البیان:2/319)

سوال 5: گواہی میں انصاف کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... ذَا قُرْبٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا قُلْتُمْ﴾ "اور جب تم بات کرو" یعنی جس سے لوگوں کے درمیان فیصلہ ہوتا ہو یا آپ لوگوں کو کوئی اہم بات بتا رہے ہیں مثلاً انہیں خطاب کر رہے ہوں۔ ﴿فَاعْدِلُوْا﴾ "تو انصاف کرو" یعنی عدل سے بات کرو۔

(2) عدل کی بات سچائی اور حق کے اظہار پر مشتمل ہوتی ہے۔ (3) عدل کی بات میں کتمان حق نہیں ہوتا۔

(4) علم والے پر فرض ہے کہ وہ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرے۔

(5) فقہاء نے کہا ہے کہ قاضی پر فرض ہے کہ وہ فریقین کے درمیان اپنے لہجے اور نظر میں بھی عدل کرے۔

(6) ﴿وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ "خواہ کوئی رشتہ دار ہو" رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے بنو، اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو۔" (النساء:135)

(7)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔" (المائدہ:8)

سوال 6: کائنات میں لین دین کا کیا اصول ہے؟

جواب: کائنات کی ہر چیز دوسرے کو وہی دیتی ہے جو اسے دینا چاہئے اور وہی لیتی ہے جو اسے لینا چاہئے۔

سوال 7: انسان کو اپنی زندگی میں لین دین کے لیے کیا اصول اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: (1) انسان جب دوسرے انسانوں کے لیے ناپے تو ٹھیک ناپے، جب تولے ٹھیک تولے۔

(2) انسان کو اپنے لئے الگ اور دوسروں کے لئے الگ پیمانے نہیں رکھنے چاہئیں۔

سوال 8: رشتہ داری کے معاملے میں انسان سے کمزوری کا ارتکاب کیوں ہوتا ہے؟

جواب: انسان رشتہ داری کے ماحول میں پروان چڑھتا ہے، انسانی کمزوری غالب آتی ہے تو انسان رشتہ داری کا لحاظ کر جاتا ہے۔

سوال 9: اسلام انسانی ضمیر کو رشتہ داری کے بارے میں کیا ہدایات دیتا ہے؟

جواب: اسلام انسان کو حق بات اور انصاف کی بات کہنے کی ہدایت دیتا ہے۔ اسلام ہدایت دیتا ہے کہ رشتہ داری کا حق ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حق کو ضائع نہ کر دے۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَبِعَهْدِ اللّٰهِ ... تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا﴾ "اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو" اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے سے مراد اس کے احکامات کی اطاعت کرنا، اس کے نواہی سے رکنا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کے مطابق عمل کرنا ہے۔ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے میں شامل ہیں۔ (جامع البیان:90/8)

(2) یہ وہ عہد ہے جس میں انسان بندھا ہوا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی کا عہد۔

(3) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے عہد میں سب سے بڑا عہد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کریں۔

(4) اللہ تعالیٰ کے عہد میں سے ہے کہ ناپ تول اور پیمانے پورے رکھیں اور بے گناہ جان کا احترام کریں وغیرہ۔

(5)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ "اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو۔" (المائدہ:1)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(6)﴿ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان احکام کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو'' یعنی جس پر عمل کرنے کا اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے۔(تفسیر قاسمی:786/6)

(7) یعنی اللہ تعالیٰ نے جتنے احکامات دیے ہیں اس کی وصیت پر پوری طرح عمل کرو۔

(8) اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کے لئے، احکامات کا علم حاصل کرنا اور ان کی حکمتوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ علم کے بغیر عمل ممکن نہیں۔(9) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور جو چیزیں تم پر حرام کی گئی ہیں ان سے اجتناب کرو۔(ایسر التفاسیر:434,433)

﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

''اور بلاشبہ یہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے

سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

راستے سے جدا کر دیں گے۔ یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم بچ جاؤ''(153)

سوال 1: صراط مستقیم پر چلنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاَنَّ ... تَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ﴾ ''اور بلاشبہ یہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو'' یعنی یہ اور اس قسم کے دیگر احکام، جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے جو معتدل، آسان اور نہایت مختصر ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کی منزل تک پہنچاتا ہے۔(تفسیر سعدی:845/1)

(2)﴿وَاَنَّ هٰذَا﴾ ''اور بلاشبہ یہی'' یعنی یہ قرآن مجید جس کی طرف اور جس کے ساتھ میں تمہیں اس چیز کی طرف بلاتا ہوں جو تمہیں زندگی عطا کرنے والی ہے۔

(3)﴿صِرَاطِيْ﴾ ''میرا راستہ ہے'' جس پر میں چلتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور دنیا و آخرت کی سعادت ہے۔ (تفسیر مراغی:237/3)

(4)﴿مُسْتَقِيْمًا﴾ ''جو سیدھا ہے'' یعنی جو سیدھا ہے، حق سے کجی اختیار کرنے والا نہیں ہے۔(جامع البیان:91/8)

(5)﴿فَاتَّبِعُوْهُ﴾ ''چنانچہ تم اس کی پیروی کرو'' یعنی اس راستے پر چلو تاکہ تم کامیابی اور حقیقی خوشیاں حاصل کر سکو۔

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک خط کھینچا اور فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ ہے۔'' پھر اس کے دائیں اور بائیں خط کھینچے اور فرمایا: ''یہ ایسے راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شیطان ہے جو اس کی طرف دعوت دے رہا ہے'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت کریمہ پڑھی: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''اور بلاشبہ یہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے۔''
(مسند احمد: 1/465، مستدرک حاکم: 2/318)

(7) ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ﴾ ''اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو'' یعنی ان راستوں پر نہ چلو جن سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے، اپنے رب کی مخالفت نہ کرو۔

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ مل کر رہیں اور اختلاف وتفرقہ بازی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ تم سے پہلے لوگ دین میں لڑائی جھگڑے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے۔ (تفسیر طبری: 8/117,116)

(9) ﴿فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے'' وہ تمہیں بھٹکا کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے راستے پر ڈال دیں گے اور تم صراط مستقیم سے ہٹ کر جہنم کے راستے پر چلنے لگو گے۔

(10) ﴿عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''راستے سے'' سے مراد اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ دین اسلام ہے۔ (تفسیر فتح القدیر: 2/223)

(11) دیگر راستوں پر چلنے سے مراد ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات میں موشگافیاں نکالنا اور سارا زور ان ہی پر دینا۔ یہ دراصل متفرق راستوں میں بھٹکنا ہے جو کبھی انسان کو اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچاتا۔

(12) اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کو واحد کر کے اپنی فطرت کی طرف مضاف کیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔

(13) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین آدمی رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کے قریب آئے، انہوں نے ازواج مطہرات سے رسول اللہ ﷺ کی (رات کی) عبادت کا پوچھا، جب ان کو آپ ﷺ کی عبادت کی خبر دی گئی تو گویا انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ، آپ ﷺ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دی ہیں (لہٰذا ہمیں زیادہ عمل کرنے چاہئیں)۔ ان میں سے ایک نے کہا، اب سے میں ہمیشہ تمام رات نماز پڑھوں گا، دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے رکھوں گا (کبھی) افطار نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا، کبھی شادی نہیں کروں گا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے (اور آپ ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی) تو آپ ﷺ نے (ان سے) دریافت فرمایا: ''کیا وہ لوگ تم ہی ہو کہ جنہوں نے ایسے ایسے کہا تھا؟ سنو! اللہ کی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قسم! میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور مجھ میں تم سب سے زیادہ اس کا تقویٰ ہے، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں افطار بھی کرتا ہوں، میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، لہٰذا جو میری سنت سے بے رغبتی کرے وہ مجھ سے نہیں۔'' (بخاری:5063)

(14) سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال اس طرح بیان کی ہے کہ جیسے ایک راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہوں اور ان دونوں دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہوں، دروازوں پر لٹکتے ہوئے پردے ہوں، راستے کے دروازے پر ایک دعوت دینے والا یہ دعوت دے رہا ہو کہ اے لوگو! آؤ اور سب کے سب صراطِ مستقیم میں داخل ہو جاؤ اور الگ الگ راستے اختیار نہ کرو اور ایک دعوت دینے والا راستے کے درمیان میں بھی دعوت دیتا ہے۔ جب کوئی انسان ان میں سے کسی دروازے کو کھولنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے ہائے تجھ پر افسوس، اسے نہ کھولو کیونکہ اگر تم نے اسے کھولا تو اندر داخل ہو جاؤ گے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''راستے سے مراد اسلام ہے، دو دیواروں سے مراد اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں، اور کھلے ہوئے دروازوں سے مراد وہ امور ہیں کہ جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، راستے کے کنارے کے داعی سے مراد کتاب اللہ ہے اور راستے کے وسط میں جو دعوت دینے والا ہے اس سے مراد واعظ ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہے۔'' (مسند احمد:4/182,183، ترمذی:2859)

(15) ﴿ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ ''یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمھیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم بچ جاؤ'' اللہ تعالیٰ نے تمھیں تاکیدی حکم دیا ہے جب تم اس کے احکامات کا علم حاصل کرو گے اور ان پر عمل کرو گے تو متقی بن جاؤ گے۔

(16) اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے تاکہ تم کافروں کے راستے اور گمراہی سے بچ جاؤ۔ (تفسیر قاسمی:6/787)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے یعنی اسلام پر چل کر انسان کیسا انسان بن جاتا ہے؟

جواب: سیدھے راستے پر چل کر انسان متقی بن جاتا ہے۔ تقویٰ ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف لے جاتا ہے اور اس پر چلاتا ہے۔

﴿ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

''پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی ہر اس شخص کے لیے نعمت کی تکمیل تھی جو نیکی کی روش اپنائے اور ہر حکم کی تفصیل تھی

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾

اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں'' (154)

ع 19 6



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال: تورات کی خصوصیات کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ ''پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی'' یعنی ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تورات عطا فرمائی۔ (2) ﴿تَمَامًا﴾ ''نعمت کی تکمیل تھی'' یعنی اپنے احسان اور نعمت کی تکمیل کے لیے۔

(3) ﴿عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ﴾ ''ہر اس شخص کے لیے جو نیکی کی روش اپنائے'' یعنی موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ان لوگوں پر اپنی نعمت پوری کرنے کے لیے جنہوں نے نیک کام کیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان نیک لوگوں کو اتنی نعمتوں سے نوازا ہے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ دوسری نعمتوں کے ساتھ کتاب کی بڑی نعمت کے مل جانے پر اس نعمت کی تکمیل بھی ہوگئی جس پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔

(4) اس کتاب میں وہ تمام ضروری امور موجود ہیں جن کی قوم موسیٰ کو ضرورت تھی۔ نعمت کی تکمیل ان لوگوں کے لیے ایک اعزاز اور شرف تھا جنہوں نے احسان کی روش اختیار کی اور اپنے رب کی اطاعت کی۔ رب کی اطاعت رب کی تعلیم کے بغیر ممکن نہیں۔

(5) ﴿وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہر حکم کی تفصیل تھی'' ہر اس چیز کی تفصیل جس کی انسانوں کو ضرورت تھی خواہ اس کا تعلق حلال و حرام سے ہو یا عقائد سے یا اوامر و نواہی سے۔ (6) اس سے مراد حلال و حرام ہیں۔ (قتادہ)

(7) ﴿وَّهُدًى وَّرَحْمَةً﴾ ''اور ہدایت اور رحمت تھی'' اس کے معنی ہیں کہ اس کتاب کے ذریعے قوم ہدایت پائے گی، آخرت کی جواب دہی کا یقین کرے گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی مستحق بن جائے گی۔

(8) ﴿وَّهُدًى﴾ ''اور ہدایت'' یعنی تورات بھلائی اور خیر کا راستہ دکھاتی ہے، لوگوں کی راہ نمائی کرتی ہے اور خیر و شر کی پہچان کرواتی ہے۔

(9) ﴿وَّرَحْمَةً﴾ ''اور رحمت'' تورات رحمت ہے جس کے ذریعے سعادت اور بہترین بھلائیاں عطا کی گئیں۔

(10) ﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً﴾ ''اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب راہ نما اور رحمت تھی۔'' (الاحقاف:12)

(11) ﴿لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں'' یعنی تورات کے نازل ہونے کے بعد قیامت اور اعمال کی جزا پر وہ ایمان لے آئیں کیونکہ تورات میں آخرت کے قطعی دلائل ہیں اور اس میں ایسے امور ہیں جو ان کے لیے آخرت کی تیاری اور رب سے ملاقات کی تیاری کو واجب قرار دیتے ہیں۔

(12) اس آیت میں تورات کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ یہ (i) بھلائی کی روش اختیار کرنے والوں کے لیے نعمت کی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تکمیل ہے۔(ii) ہر ضروری چیز کی تفصیل ہے۔(iii) سراسر ہدایت اور رحمت ہے۔

(iv) کتاب اس لیے نازل کی گئی تا کہ لوگ اپنے رب کی ملاقات پر یقین کریں۔

﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''اور یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے'' (155)

سوال 1: قرآن مجید کی پیروی کی جو دعوت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَهٰذَا ... تُرْحَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن مجید کی پیروی کی دعوت دی ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اس پر تدبر کریں، اس کے مطابق عمل کریں اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیں۔ رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ﴾ ''اور یہ کتاب'' یعنی قرآن مجید۔

(3) ﴿اَنْزَلْنٰهُ﴾ ''ہم نے اس کو نازل کیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہے۔

(4) ﴿مُبٰرَكٌ﴾ ''بابرکت ہے'' یعنی اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔

(5) برکت زیادتی اور نمو کو کہتے ہیں۔ (تفسیر ثعلبی: 531/2)

(6) ﴿مُبٰرَكٌ﴾ ایسی چیز جس کا خیر، نفع اور برکت دائمی ہو۔ (ایسر التفاسیر: 435)

(7) یعنی اس کتاب کے اندر خیر کثیر اور بے انتہا علم ہے جس سے تمام علوم مدد لیتے ہیں اور اس سے برکات حاصل کی جاتی ہیں۔ کوئی ایسی بھلائی نہیں جس کی طرف اس کتاب عظیم نے دعوت اور ترغیب نہ دی ہو اور اس بھلائی کی حکمتیں اور مصلحتیں بیان نہ کی ہوں جو اس پر آمادہ کرتی ہیں اور کوئی ایسی برائی نہیں جس سے اس کتاب نے روکا اور ڈرایا نہ ہو اور ان اسباب اور عواقب کا ذکر نہ کیا ہو جو اس برائی کے ارتکاب سے باز رکھتے ہوں۔ (تفسیر سعدی: 847/1)

(8) تورات کے مقابلہ میں قرآن کے زیادہ بابرکت ہونے کے بھی کئی پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ تورات صرف ایک قوم یعنی بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی تھی، جب کہ قرآن سب لوگوں کے لیے ہے اور تمام اقوام عالم سے مخاطب ہے۔ دوسرے یہ کہ تورات ایک مخصوص زمانہ کے لیے تھی، جب کہ قرآن قیامت تک کے لیے ہے۔ تیسرے وہ صرف قومی مسائل کا حل پیش کرنے والی تھی، یہ پوری انسانیت کے مسائل کا جواب دیتی ہے۔ پھر اس میں پہلی تمام آسمانی کتب وصحائف کے مضامین کو سمو دیا گیا ہے، لہٰذا اب تمہیں دائیں بائیں دیکھنے کی ضرورت نہیں اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حظ وافر لینا چاہتے ہو تو اس کی اتباع کرو اور اس بات سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ اس کتاب کے کسی حصہ کی خلاف ورزی تم سے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سرزد نہ ہو۔(تیسیر القرآن:676/1)

(9)﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگ اُس کی آیات پر غور وفکر کریں اور عقل مند اُس سے سبق سیکھیں۔''(ص:29)

(10)﴿فَاتَّبِعُوْهُ﴾''چنانچہ تم اس کی پیروی کرو'' سے مراد ہے اس کی پیروی کرو جسے اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا ہے۔

(11)اس سے مراد ہے کہ اوامر ونواہی اور احکامات میں سے جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو۔(تفسیر قاسمی:790/6)

(12)اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ قرآن حکیم میں جو کچھ عقائد وعبادات اور شرائع واحکام میں سے آیا ہے اس کی پیروی کریں۔بے شک جو اس کی پیروی کرے گا دونوں زندگیوں کی سعادت اور کمال تک پہنچے گا۔(ایسر التفاسیر:435)

(13)یعنی اس کے اوامر ونواہی میں اس کی اتباع کرو اور اس پر اپنے اصول وفروع کی بنیاد رکھو۔﴿وَاتَّقُوْا﴾''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ''اور کسی بھی امر میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔(تفسیر سعدی:847/1)

(14)﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾''تا کہ تم پر رحمت کی جائے''اگر تم قرآن حکیم کی اتباع کرو گے تو شاید آپ پر رحم کیا جائے۔اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن مجید کا علم حاصل کرنا اور اس کی پیروی کرنا ہے۔

(15)﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾''یہ لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل ہیں اور اُن لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں۔''(الجاثیہ:20)

سوال2:اللہ تعالیٰ کی کتاب کا مقصد کیا ہوتا ہے؟

جواب:(1)انسان اپنے رب کی ملاقات پر یقین کرے۔

(2)انسان دنیا میں اس طرح زندگی گزارے کہ اپنے ہر عمل کے لیے اپنے آپ کو رب کے آگے جواب دہ محسوس کرے۔

(3)انسان ذمہ دارانہ زندگی گزارے۔(4)انسان اس کتاب کے احکامات کی پیروی کرے۔

(5)انسان اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے تا کہ اس پر رحم کیا جائے۔

﴿اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ

''کہیں تم یہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے ہی کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور ہم ان کے (کتابوں کے)

دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾

پڑھنے پڑھانے سے یقیناً غافل تھے''(156)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کر کے کیسے حجت تمام کر دی، اس کی وضاحت ﴿اَنْ ... لَغٰفِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے جب پہلے انبیاء کی طرف کتابیں بھیجیں تو عربوں نے کہا ہم ان کتابوں کو نہیں پڑھ سکتے، اگر ہماری زبان میں کتاب آتی تو ہم ایمان لے آتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل کر کے یہ عذر ختم کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾ ''کہیں تم یہ کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے ہی کے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی'' یعنی ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی اطاعت اور تزکیہ نفس کی طرف راہ نمائی کرتی ہے اور شرک کی گندگی کو واضح کرتی ہے، تاکہ تم یوم حساب کو اپنے شرک اور جرائم کے لیے یہ عذر پیش نہ کرو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر نازل کی گئی تھی اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ (تفسیر مراغی: 242/3)

(2) ﴿وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ﴾ ''اور ہم ان کے (کتابوں کے) پڑھنے پڑھانے سے یقیناً غافل تھے'' یہود و نصاریٰ پر جو کتابیں نازل کی گئیں ہمیں ان کے بارے میں علم نہ تھا، نہ ہم ان کی زبان جانتے تھے۔ جب ہم تک اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں پہنچا تو ہمیں سزا کیوں دی جا رہی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ہم نے تمہاری حجت ختم کر دی ہے اور ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو تمہاری زبان میں ہے، جامع کتاب ہے، اس سے بڑھ کر کوئی واضح کتاب آسمان سے نازل نہیں کی گئی۔

﴿اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ

''یا تم کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب اتاری جاتی تو ہم یقیناً ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے، تو بلاشبہ یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی ہے، پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور

صَدَفَ عَنْهَا ۭ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْۗءَ الْعَذَابِ

ان سے کنارہ کشی اختیار کی؟ ہم انہیں جلد ہی بہت برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں

بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ﴾

اس کے بدلے جو وہ کنارہ کشی اختیار کرتے تھے'' (157)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال1:﴿اَوْ تَقُوْلُوْا ... هُدًى وَّرَحْمَةٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ﴾ ''یا تم کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب اتاری جاتی تو ہم یقیناان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے'' آیت کے اس حصے میں واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا یہ عذر بھی ختم کر دیا کہ اگر غیروں کی طرح ہمارے پاس بھی کتاب آتی تو ہم ان کی نسبت زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾ ''اورانہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ یقیناً اگران کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا تو وہ یقیناضرور ہر امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ایک خبردار کرنے والا ان کے پاس آیا تو اس نے ان کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا۔'' (فاطر:42)

(2)﴿فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''تو بلاشبہ یقیناتمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل آچکی ہے'' رب العزت کی جانب سے تمہارے پاس﴿بَيِّنَةٌ﴾دلیل آگئی ہے اوراس میں ہر وہ چیز شامل ہے جو حق کو بیان کرے۔(3)اب یہ کتاب کامل ہدایت اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے پاس آگئی ہے۔

(4)﴿وَهُدًى﴾ ''اور ہدایت'' یعنی نفع مند علم بھی اور عمل کے لیے راہ نمائی بھی۔

(5)﴿وَّرَحْمَةٌ﴾ ''اور رحمت'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے رحمت ہے جو اس کی پیروی کرنے والے اور اس کی ہدایت کے مطابق زندگی بسر کرنے والے ہیں۔

(6)جب یہ کتاب ہدایت، رحمت اور دلیل روشن بن کر آگئی ہے تو اب آپ پر واجب ہے کہ اس کی دی گئی خبروں پر ایمان لاؤ اور اس کے احکامات کی تعمیل کرو۔

سوال2: سب سے بڑا ظالم کون ہے، اس کی وضاحت﴿فَمَنْ ... يَصْدِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا﴾ ''پھر اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اوران سے کنارہ کشی اختیار کی؟'' اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اس کتاب کی آیات سے منہ موڑے اور پہلو بچا کر نکل جائے۔(2)یہ آیت دلیل ہے کہ کافر دل سے جھٹلاتا ہے اور اعضاء سے عمل ترک کرتا ہے۔(اضواء البیان:548/1)

(3)وہ ظالم ہیں جنہوں نے خود بھی قرآن مجید سے فائدہ نہیں اٹھایا اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی بھی نہیں کی بلکہ لوگوں کو بھی اس نیک کام سے روکا۔خود بھی کتاب اللہ سے منہ موڑا اور لوگوں کو بھی اس تک نہیں آنے دیا جیسا کہ رب العزت نے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فرمایا:﴿وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾''اور وہ اس سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور ہی رہتے ہیں اور اپنی جانوں کے سوا وہ کسی کو ہلاک نہیں کر رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔''(الانعام:26)

(4)﴿سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ﴾''ہم انہیں جلد ہی بہت برے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات سے منہ موڑنے والوں کو ایسے عذاب کی وعید دی ہے جو انہیں سخت تکلیف دے گا اور ان پر بہت بھاری ہوگا۔

(5)﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴾''جن لوگوں نے انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم اُن کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔''(النحل:88)

(6)﴿بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ﴾''اس کے بدلے جو وہ کنارہ کشی اختیار کرتے تھے'' یہ عذاب ان کے اعمال کا بدلہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا جیسا کہ فرمایا:﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾''اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''(حم السجدہ:46)

سوال 3: قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے دلیل بنا کر بھیجا ہے، دلیل انسان کے حق میں کیسے ہدایت اور رحمت بنتی ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے انسان کے سوا کائنات کی ہر مخلوق کو جبراً اپنے حقوق کا پابند بنایا ہے۔

(2) اس نے انسان کی ہدایت کے لیے رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں۔

(3) کتاب کے ذریعے حق اور باطل سے باخبر کرنے کے لیے دلائل دیے۔

(4) انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کا اندازہ دلیل سے لگاتا ہے۔

(5) دلیل انسان کے لیے تب رحمت بنتی ہے جب انسان دلیل کے ذریعے اپنے رب کو پہچانتا ہے۔

(6) یہ دلیل انسان کے لیے تب ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے جب انسان اس کے ذریعے زندگی گزارنے کا طریقہ پاتا ہے۔

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ

''وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں یا آپ کا رب آجائے یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں،



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے ایمان نہ رکھتا تھا

اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ۭ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾

یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ آپ کہہ دیں: ''تم بھی انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔'' (158)

سوال: ایمان لانے میں دیر کرنے والوں کو کیسے ڈرایا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿هَلْ۔۔۔اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ﴾ ''وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں مگر یہ کہ ان کے پاس فرشتے آجائیں'' اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والے، رسولوں کی مخالفت کرنے والے اور اپنے ظلم پر جمے ہوئے لوگوں کو ڈرایا ہے کہ کیا یہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے سامنے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کے لیے یا دنیا کا عذاب لے کر آجائیں یا میدان حشر میں فرشتے آجائیں۔

(2) ﴿اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ﴾ ''یا آپ کا رب آجائے'' یعنی قیامت کے دن آپ کا رب بندوں کے اعمال کی جزا سزا کے لیے آجائے۔

(3) ﴿اَوْ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ﴾ ''یا آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں'' اس سے مراد علامات قیامت ہیں جو قرب قیامت کی دلیل ہیں۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کی سب سے پہلی نشانی یہ ہوگی کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور چاشت کے وقت زمین سے ایک جانور نکلے گا، ان میں سے جو نشانی بھی پہلے نمودار ہو تو دوسری بھی فوراً اس کے بعد نمودار ہو جائے گی۔'' (مسلم: 7383، ابوداؤد: 4310)

(5) ﴿يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ ''جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے ایمان نہ رکھتا تھا'' جب اللہ تعالیٰ کی کچھ نشانیاں ظاہر ہو جائیں جن سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کی گھڑی قریب آگئی ہے تو کافروں کا ایمان انہیں نفع نہیں دے گا۔ نہ ایسے مومن کو جو عمل میں کوتاہی کرتے ہیں انہیں بھی ان کے اعمال میں اضافہ فائدہ نہیں دے گا۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(6)﴿اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ ''یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی'' اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف وہی ایمان کام آئے گا جو پہلے سے ہوگا اور صرف وہی نیک اعمال فائدہ دیں گے جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ظاہر ہونے سے پہلے کیے ہوں گے۔

(7)سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ اللہ نے مغرب کی طرف ایک دروازہ بنایا ہے جو اتنا چوڑا ہے کہ اس کی دونوں جانبوں کے درمیان ستر سال تک چل سکتے ہیں۔ یہ دروازہ توبہ کا دروازہ ہے، جب تک اس کی جانب سورج نہیں نکلے گا اس وقت تک بند نہ کیا جائے گا۔ (اور اس وقت تک توبہ قبول ہوتی رہے گی) اللہ عزوجل نے: ﴿يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی کسی ایسے شخص کا ایمان اسے فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے ایمان نہ رکھتا تھا'' میں اسی کو بیان فرمایا ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

(8)سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک توبہ منقطع نہ ہوگی اور توبہ منقطع نہ ہوگی جب تک پچھم سے سورج نہ نکلے گا۔'' (ابوداؤد، دارمی)

(9)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا اور جب لوگ سورج کو مغرب سے طلوع ہوتا ہوا دیکھیں گے تو ایمان لے آئیں گے، مگر یہ وقت ہوگا کہ جب: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ ''کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا۔'' (بخاری:4635، مسلم:396)

(10)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین نشانیاں جب نمودار ہوں گی تو: ﴿لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ ''کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی'' (وہ نشانیاں یہ ہیں): (i)سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ (ii)دجال کا آنا۔ (iii)اور زمین سے جانور کا نکلنا۔'' (مسلم:398، مسند احمد:1/445,446)

(11)مسند احمد کی روایت میں دخان یعنی دھوئیں کا ذکر ہے۔

(12)سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانہ پر برآمد ہوئے اور ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت نہ ہوگی یہاں تک کہ دس نشانیاں ظاہر ہوں، ایک تو سورج کا پچھم سے نکلنا (جدھر ڈوبتا ہے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ادھر ہی سے)، دوسرے دجال کا نکلنا (جو کانا ہوگا)، تیسرے دھوئیں کا نکلنا، چوتھے دابۃ الارض کا نکلنا (یعنی زمین کے جانور کا جو صفا پہاڑ سے نکلے گا اور کافروں اور مومن پر نشان کر دے گا)، پانچویں یاجوج اور ماجوج کا نکلنا، وہ دو قومیں ہیں یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے جو قیامت کے قریب ظاہر ہونگے چھٹے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا اترنا (آسمان سے دنیا کی طرف وہ بیت المقدس میں اتریں گے) ساتویں مشرق میں زمین کا دھنسنا آٹھویں مغرب میں زمین کا دھنسنا نویں عرب کے جزیرے میں زمین کا دھنسنا دسویں ایک آگ جو عدن کی نشیب سے نکلے گی جس ابین کہتے ہیں (ابین بروزن احمر ایک گاؤں ہے یمن کے علاقہ میں ساحل سے ایک جانب پر) وہ لوگوں کو محشر کی طرف (یعنی شام کے ملک کی طرف، شام کو محشر کہتے ہیں کیونکہ حشر اسی زمین پر ہوگا) لے جائی گی اور جب لوگ آرام کریں گے تو آگ بھی ان کے ساتھ آرام کرے گی (یعنی ٹھہری رہے گی گویا وہ آگ بقدر الٰہی لوگوں کو ملک شام کی طرف ہانکنے والی ہوگی)۔" (ابن ماجہ:4055)

(13) سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس فرنہ کی کبھی) تحقیر کی اور کبھی بڑا کر کے بیان فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے۔ پس جب ہم شام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بارے میں معلوم کر لیا تو فرمایا: "تمہارا کیا حال ہے؟" ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح دجال کا ذکر کیا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تحقیر کی اور کبھی اس فتنہ کو بڑا کر کے بیان کیا، یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہارے بارے میں دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں کا زیادہ خوف کرتا ہوں۔ اگر وہ میری موجودگی میں ظاہر ہو گیا تو میں تمہارے بجائے اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرنے والا ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہوگا۔ بے شک (دجال) نوجوان، گھنگریالے بالوں والا اور پھولی ہوئی آنکھ والا ہوگا۔ گویا کہ میں اسے عبدالعزیٰ بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں۔ پس تم میں سے جو کوئی اسے پالے تو چاہیے کہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے۔ بے شک اس کا خروج شام اور عراق کے درمیان سے ہوگا۔ پھر وہ اپنے دائیں اور بائیں جانب فساد برپا کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا۔" ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چالیس دن اور ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے۔" ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ دن جو سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ہمارے لیے ایک دن کی نمازیں پڑھنا کافی ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہیں بلکہ تم ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا۔" ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی زمین



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں چلنے کی تیزی کیا ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس بارش کی طرح جسے ہوا دھکیل رہی ہو۔ پس وہ ایک قوم کے پاس آئے گا اور انہیں دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کر لیں گے۔ پھر وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین سبزا اگائے گی اور اسے چرنے والے جانور شام کے وقت آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے، تھن بڑے اور کوکھیں تنی ہوں گی۔ پھر وہ ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انہیں دعوت دے گا۔ وہ اس کے قول کو رد کر دیں گے۔ تو وہ ان سے واپس لوٹ آئے گا۔ پس وہ قحط زدہ ہو جائیں گے کہ ان کے پاس دن کے مالوں میں سے کچھ بھی نہ رہے گا، پھر وہ ایک بنجر زمین اور ویران زمین کے پاس سے گزرے گا اور اسے کہے گا کہ اپنے خزانے کو نکال دے۔ زمین کے خزانے اس کے پاس آئیں گے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس آتی ہیں۔ پھر وہ ایک کڑیل اور کامل الشباب آدمی کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کر دے گا اور دونوں ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے ایک تیر کی مسافت پر رکھ دے گا۔ پھر وہ اس (مردہ) کو آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ دجال کے اسی فعل کے دوران اللہ تعالیٰ سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کا حلہ پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے گریں گے اور جب اپنے سر کو اٹھائیں گے تو اس سے سفید موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے اور جو کافر بھی اس کی خوشبو سونگھے گا وہ مرے بغیر رہ نہ سکے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی۔ پس مسیح علیہ السلام (دجال کو) طلب کریں گے، اسے باب لد پر پائیں گے تو اسے قتل کر دیں گے۔ پھر سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے پاس وہ قوم آئے گی جسے اللہ تعالیٰ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا پس سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان کے چہروں کو صاف کریں گے اور انہیں جنت میں ملنے والے ان کے درجات بتائیں گے۔ پس اسی دوران سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ رب العزت وحی نازل فرمائیں گے کہ تحقیق! میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں پس آپ میرے بندوں کو حفاظت کے لیے طور کی طرف لے جائیں اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچائی سے نکل پڑیں گے۔ ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبری پر سے گزریں گی اور اس کا سارا پانی پی جائیں گے اور ان کی آخری جماعتیں گزریں گی تو کہیں گی کہ اس جگہ کسی وقت پانی موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی محصور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں کسی ایک کے لیے بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے لیے آج کل کے سو دینار سے افضل و بہتر ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یاجوج وماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا۔ تو صبح تک سب مرجائیں گے جیسے ایک آدمی مرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت کی جگہ بھی یاجوج ماجوج کی علامات اور بدبو سے انہیں خالی نہ ملے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجیں گے جو انہیں اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہے وہ انہیں پھینک دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا اور زمین مثل باغ یا حوض کے دھل جائے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل کو اگا دے اور اپنی برکت کو لوٹا دے۔ پس ان دنوں ایسی برکت ہوگی کہ ایک انار کو ایک پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے میں سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت دی جائے گی کہ ایک دودھ دینے والی گائے قبیلہ کے لوگوں کے لیے کافی ہو جائے گی اور ایک دودھ دینے والی اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لیے کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے والی بکری پورے گھرانے کے لیے کفایت کر جائے گی۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے تک پہنچ جائے گی۔ پھر ہر مسلمان اور ہر مومن کی روح قبض کر لی جائے گی اور بدلوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے بندوں جماع کریں گے۔ پس انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔ (مسلم:7373)(14) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے بارے میں فرمایا کہ اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی اور اس کی آگ ٹھنڈا پانی ہوگی اور پانی آگ ہوگا۔ سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے بھی یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ (بخاری:7130)

(15) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دجال کے متعلق ایک طویل بیان کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں یہ بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دجال آئے گا اور اس کے لیے ناممکن ہوگا کہ مدینہ کی گھاٹیوں میں داخل ہو۔ چنانچہ وہ مدینہ منورہ کے قریب کسی شور والی زمین پر قیام کرے گا پھر اس دن اس کے پاس ایک مرد مومن جائے گا اور افضل ترین لوگوں میں سے ہوگا اور اس سے کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان فرمائی تھی۔ اس پر دجال کہے گا: کیا تم دیکھتے ہو اگر میں اسے قتل کر دوں اور پھر زندہ کروں تو کیا تمہیں میرے معاملہ میں شک و شبہ باقی رہے گا؟ اس کے پاس والے لوگ کہیں گے کہ نہیں۔ چنانچہ وہ اس صاحب کو قتل کر دے گا اور پھر اسے زندہ کر دے گا۔ اب وہ صاحب کہیں گے کہ واللہ! آج سے زیادہ مجھے تیرے معاملہ میں پہلے اتنی بصیرت حاصل نہ تھی۔ اس پر دجال پھر اسے قتل کرنا چاہے گا لیکن اس مرتبہ اسے مار نہ سکے گا۔'' (بخاری:7132)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(16)سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے جب سورج غروب ہوا تو ان سے پوچھا: ''تم کو معلوم ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے؟'' میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے پھر (دوبارہ آنے) کی اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے، جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا تھا وہیں واپس چلا جا۔ چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔'' (بخاری:3199)

(17)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے آیت: اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ''یا تیرے رب کی بعض نشانیاں آجائیں'' (الانعام:158) کے بارے میں فرمایا: '' اس سے مراد سورج کا پچھم سے نکلنا ہے۔'' (ترمذی:3071)

(18)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب نشانیوں میں پہلے قیامت کے آفتاب کا پچھم کی طرف سے نکلنا ہے اور چاشت کے وقت زمین کے جانور کا نکلنا لوگوں پر اور جو نشانی ان دونوں میں سے پہلے ہو تو دوسری بھی اس کے بعد جلد ظاہر ہوگی۔'' (مسلم:2941)

(19)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک کہ دشمن برسر پیکار رہے۔ ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک تو گناہوں کو چھوڑنا دوسرے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے پاس ترک وطن کر کے جانا، یہ بھی باقی رہے گا جب تک کہ توبہ قبول ہوتی ہے، توبہ قبول ہوتی رہے گی جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے۔ سورج کے مغرب سے نکلتے ہی پھر جو کچھ جس حال میں ہے اسی پر مہر لگ جائے گی اور اعمال بے سود ہو جائیں گے۔'' (مسند احمد:192/2)

(20)(i)اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے افعال اختیاری کا اثبات ہے مثلاً استواعلی العرش، آسمان دنیا پر نازل ہونا، اور اس کا آنا مخلوق کی صفات کے ساتھ کسی تشبیہ کے بغیر اور اس اعتبار سے یہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کی دلیل ہے اور اس موضوع پر کتاب وسنت میں بہت سا مواد موجود ہے۔(ii)اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کی جملہ نشانیوں میں سے ایک نشانی سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔(iii)اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ حکمت والا ہے، کائنات میں یہ سنت جاری وساری ہے کہ ایمان صرف اسی وقت فائدہ دیتا ہے جب وہ اختیاری ہو، اضطراری نہ ہو۔(iv)انسان کا اکتساب خیر ایمان ہی کے ساتھ فائدہ مند ہے نیکی، تقویٰ وغیرہ اسی وقت فائدہ دیتے ہیں اور نشوونما پاتے ہیں جب بندے کے دامن میں سرمایہ ایمان بھی ہو۔ جب قلب ایمان سے خالی ہو تو بندے کو کوئی چیز فائدہ نہیں دیتی۔ (تفسیر سعدی:850/1)

(21)﴿قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''تم بھی انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں'' اس آیت میں نبی ﷺ کے جھٹلانے والوں کے لیے وعید ہے کہ آپ ﷺ بھی نشانیوں کے منتظر ہیں اور کافر بھی۔ جلد ہی



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



معلوم ہوجائے گا کہ تم دونوں میں سے کون امن کا زیادہ مستحق ہے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ﴾ ''سو وہ اپنے پاس قیامت ہی کے اچانک آنے کا انتظار کررہے ہیں، بے شک اس کی علامات تو آچکیں، پھر جب وہ ان کے پاس آجائے گی ان کے لیے نصیحت کیسے ممکن ہوگی؟'' (محمد:18)

(22)﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''پھر ان کا ایمان نہ تھا کہ انہیں کوئی فائدہ دیتا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ تعالیٰ کا طریقہ جو یقیناً اس کے بندوں میں پہلے گزر چکا ہے، اور اس وقت کافر لوگ خسارے میں رہے۔'' (غافر:85)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ

''یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا اور گروہ گروہ بن گئے ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں، یقیناً ان کا معاملہ

اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے، پھر وہی ان کو بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے'' (159)

سوال 1: فرقہ بندی کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ... يَفْعَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالا'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو وعید سنائی ہے جنہوں نے دین میں فرقہ بندی کی اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور ہر ایک نے اپنا نام رکھ لیا مثلاً یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت وغیرہ۔

(2)﴿لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ﴾ ''ان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں'' نہ آپ ﷺ ان میں سے ہیں نہ وہ آپ ﷺ میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ سے عناد رکھا ہے اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دین لے کر آئے ہیں اس سے دشمنی رکھی ہے۔

(3) یہ آیت یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں اتری لیکن اس کا حکم عام ہے۔اس کی وعید میں ہر وہ شخص داخل ہے جو دین کی مخالفت کرتا ہو، دین میں پھوٹ ڈالتا ہو، خواہش کا پرستار ہو اور نیا مذہب ایجاد کرتا ہو کیونکہ رحمت عالم ﷺ جو دین لے کر تشریف لائے وہ ایک ہی دین ہے۔

(4) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دین اجتماعیت اور اکٹھے رہنے کا حکم دیتا ہے اور تفرقہ بازی اور اہل دین میں اور تمام



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اصولی وفروعی مسائل میں اختلاف پیدا کرنے سے روکتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ ان سے برأت کا اظہار کریں جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا۔ (تفسیر سعدی:1/851)

(5) فرقہ بازی ایسی لعنت ہے کہ ملت کی وحدت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیتی ہے اور ایسی قوم کی ساکھ اور وقار دنیا کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرقہ بندی کو عذاب ہی کی ایک قسم بتایا ہے۔ اور دوسرے مقام پر فرقہ بازوں کو مشرکین کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے وجہ یہ ہے کہ کسی بھی مذہبی فرقہ کا آغاز کسی بدعی عقیدہ سے یا عمل سے ہوتا ہے۔ مثلاً کسی نبی یا رسول یا بزرگ اور ولی کو اس کے اصل مقام سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک بنا دینا یا کسی کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا یا کسی سے بغض وعناد وغیرہ۔ یہی وہ غلو فی الدین ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے شدت سے منع فرمایا اور بدعی اعمال کا زیادہ تر تعلق سنت رسول ﷺ سے ہوتا ہے۔ کسی سنت رسول ﷺ کو ترک کر دینا یا کسی نئے کام کا ثواب کی نیت سے دین میں اضافہ کر دینا وغیرہ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دین میں اس کام کی پہلے کمی رہ گئی تھی جواب پوری کی جا رہی ہے۔ پھر یہ فرقہ بازیاں عموماً دو ہی قسم کی ہوتی ہیں، ایک مذہبی جیسے کسی مخصوص امام کی تقلید میں انتہا پسندی یا کسی معمولی قسم کے اختلاف کو اہم اور اہم اختلاف کو معمولی بنا دینا اور دوسرے سیاسی جیسے علاقائی، قومی، لسانی اور لونی بنیادوں پر فرقہ بنانا، غرض جتنے بھی فرقے بنائے جاتے ہیں ان کی تہہ میں آپ کو دو ہی باتیں کارفرما نظر آئیں گی ایک حب مال اور ایک حب جاہ۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بھیڑوں کے کسی ریوڑ میں دو بھوکے بھیڑیئے اتنی تباہی نہیں مچاتے جتنا حب مال یا حب جاہ کسی کے ایمان کو برباد کرتے ہیں۔'' (تیسیر القرآن:1/678)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت پر ضرور ایسا زمانہ آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر آیا تھا (پوری طرح ان کے مطابق عمل کریں گے) جیسا کہ ایک جوتا دوسرے جوتے کے موافق بنایا ہوا ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی نے اپنی ماں سے علانیہ زنا کیا تھا تو میری امت میں سے بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کریں گے۔ (پھر فرمایا) کہ بنی اسرائیل کے 72 فرقے ہو گئے تھے اور میری امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی، یہ سب فرقے دوزخ میں ہوں گے سوائے ایک ملت کے'' صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ ملت کون سی ہے جو جنت والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ﴾ ''جس ملت اور دین پر میں اور میرے صحابہ ہیں وہ جنت والی ہے۔'' (ترمذی، انوار البیان:2/328)

(7) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جماعۃ المسلمین اور ان کے امام سے چمٹے رہنا'' میں نے عرض



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا کہ اگر جماعت نہ ہو اور امام بھی نہ ہو تو کیا کروں؟ فرمایا: ''تو پھر ان تمام فرقوں سے الگ رہنا خواہ تمہیں درختوں کی جڑیں ہی کیوں نہ چبانی پڑیں۔ یہاں تک کہ تمہیں اسی حالت میں موت آجائے۔'' (بخاری)

(8) ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ ''یقیناً ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے، پھر وہی ان کو بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے'' انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا وہی انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا۔

(9) اللہ تعالیٰ انہیں ان کے افعال کے بارے میں آگاہ کرے گا۔

سوال 2: انسان اختلافات کا شکار کیسے ہوتے ہیں؟

جواب: انسان سادہ احکامات میں طرح طرح کی موشگافیاں نکالتے ہیں جس سے دین میں فرقہ بندیاں ہو جاتی ہیں۔

سوال 3: انسان اختلافات سے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: سادہ اور فطری دین کو اپنا کر، اسی پر اپنی ساری توجہ لگا کر اختلاف سے بچا جا سکتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انبیاء علاتی (جو ایک باپ اور مختلف ماؤں کی اولاد ہوں) بھائیوں کی طرح ہیں کہ ان کی مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں اور دین ایک ہے۔'' (بخاری: 3443، مسلم: 6130)

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا

''جو نیکی لائے گا اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہو گا اور جو برائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' (160)

سوال 1: نیکی کا بدلہ دس گنا اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر ہے، اس کی وضاحت ﴿مَنْ ... لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ﴾ ''جو کوئی نیکی لے کر آئے گا'' یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سے۔

(2) ﴿الْحَسَنَةِ﴾ یعنی نیکی خواہ اس کا تعلق قول سے ہو، یا عمل سے، اس کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے، حقوق اللہ سے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہو یا حقوق العباد سے۔(3)﴿فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ ''اس کے لیے اس جیسا دس گنا ہوگا'' نیکیوں کا بدلہ دس گنا دیا جائے گا۔ نیکیوں کی کئی گنا جزا میں یہ سب سے کم جزا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ وَاللّٰهُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:245)

(4) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص نیکی کرے میں اس کی دس نیکیاں لکھتا ہوں یا زیادہ اور جو برائی کرے اس کی ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے یا معاف کر دیتا ہوں اور جو شخص مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہوں اور جو مجھ سے ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہے میں اس سے ایک باع نزدیک ہوتا ہوں اور جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے میں اس کے پاس دوڑتا جاتا ہوں اور جو مجھ سے ملے زمین بھر کے گناہوں کے ساتھ لیکن شرک نہ کرتا ہو تو میں اتنی ہی بخشش کے ساتھ اس سے ملوں گا۔'' (مسلم:2687)

(5)﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَیْرٌ مِّنْهَا﴾ ''جو کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اُس سے بہتر ہوگا۔'' (القصص:84)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں (کے قانون) کو لکھ دیا ہے سو جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے پھر اسے نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے پاس سے ایک پوری نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر ارادہ کرنے کے بعد اس نیکی کو کر بھی لیا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے اس جیسی دس نیکیاں سات سو گنا تک (بلکہ) اس سے بھی زیادہ چند در چند کر کے لکھ دیتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی برائی کا ارادہ کرتا ہے پھر وہ (اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اسے چھوڑ دیتا ہے) اور اپنے ارادہ پر عمل نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر برائی کا ارادہ کرنے کے بعد اس پر عمل بھی کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔'' (بخاری:6491)

(7) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ہر ماہ تین دن کے روزے رکھے تو یہی صیام الدھر ہے'' اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمائی، ارشاد باری ہے:﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (الانعام:160) ''جس نے ایک نیکی کی تو اسے (کم سے کم) اس کا دس گنا اجر ملے گا'' گویا ایک دن (کم سے کم) دس دن کے برابر ہے۔ (ترمذی:762)

(8)﴿وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا﴾ ''اور جو برائی لائے گا تو وہ اس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گا'' اللہ تعالیٰ برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی کی صورت میں دیتا ہے یہ اس کا عدل واحسان ہے۔

(9)﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(10) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے کہتے ہیں: اے پروردگار! یہ تیرا بندہ ہے برائی کرنا چاہتا ہے، حالانکہ پروردگار اپنے بندے کو ان سے زیادہ دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: دیکھتے رہو اس کو، اگر وہ برائی کرے تو ایک برائی ویسی ہی لکھ لو اور اگر نہ کرے (اور اس ارادے سے باز آئے) تو اس کے لیے ایک نیکی لکھو کیونکہ اس نے برائی کو میرے ڈر سے چھوڑ دیا۔'' (مسلم:336)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نیکی کا اجر دس گنا دیتے ہیں، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) نیکی کے لئے انسان کو اپنے نفس سے لڑنا پڑتا ہے۔

(2) انسان کو مخالف ماحول میں صبر اور قربانی کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔

(3) نیکی پُرمشقت عمل ہے اس لئے اس کا اجر کئی گنا ہے۔

سوال 3: برائی کا بدلہ برابر کا ہے، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: برائی کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے کو چھوڑنا ہے اگرچہ یہ جرم ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی بردباری ہے کہ وہ اتنی ہی سزا دیتا ہے جتنا کسی نے جرم کیا ہو۔

﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ

آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے،

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

اور مشرکوں میں سے نہ تھے'' (161)

سوال 1: اسلام سیدھی راہ ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... الْمُشْرِكِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے رحمت للعالمین کو حکم دیا ہے کہ آپ ان بتوں کی بندگی کرنے والوں سے کہہ دیں کہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت دی ہے۔ (جامع البیان)

(2) ﴿اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے'' آپ اعلان کر دیں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ مجھے میرے رب نے سچے دین کا راستہ دکھایا جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا، جو مشرک نہیں تھے۔

(3)﴿صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''سیدھی راہ'' سے مراد ملت ابراہیم ہے۔(فتح القدیر:231/2)

(4)﴿دِيْنًا قِيَمًا﴾ ''وہ ایک مضبوط دین ہے'' یہی وہ دین ہے جس پر سارے انبیاء چلے، جو معتدل دین ہے، جو صحیح اور نفع مند عقائد اور اعمال صالح پر مشتمل ہے۔

(5)﴿مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ ''ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے'' ملت ابراہیم اسلام ہی ہے۔

(6) جو گمراہی سے ہدایت کی طرف مائل ہو۔(7) جو باطل دین سے دین حق کی طرف مائل ہو۔(تفسیر منیر:479/4)

(8) رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور کون ہے جو ابراہیم کی ملت سے منہ موڑے مگر وہی جس نے خود کو بے وقوف بنالیا ہو حالانکہ ہم نے اسے (ابراہیم کو) دنیا میں چن لیا تھا اور بلاشبہ وہ یقینا آخرت میں صالحین میں سے ہوگا۔''(البقرہ:130)

(9)﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۲۰) شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (۱۲۱) وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (۱۲۲) ثُمَّ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱۲۳)﴾ ''یقینا ابراہیم ایک امت تھے اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرنے والے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسے منتخب کیا اور سیدھے راستے کی طرف اسے ہدایت دی۔ اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بلاشبہ آخرت میں وہ یقینا نیک لوگوں میں سے ہوگا۔ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کریں جو ایک اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جانے والے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔''(النحل:120-123)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے آسان و سہل دین حنیف کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے۔''(مسند احمد)

(11)﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور مشرکوں میں سے نہ تھے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں رب العزت کی گواہی ہے کہ وہ کبھی بھی مشرک نہیں تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے موحد تھے اور اس کی عبادت میں اخلاص رکھنے والے تھے۔(تفسیر منیر:480/4)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 2: ﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْ﴾ ''آپ کہہ دیں میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے'' کے الفاظ کیا ظاہر کرتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے شکر گزاری کا اظہار ہے۔

(2) اس اظہار میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ جھلک رہا ہے۔

(3) اس میں رب کے ساتھ ہدایت کا تعلق اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلسل نگرانی کا اظہار ہے۔

(4) اس میں اس بات کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین قیم پر چلایا ہے۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

آپ کہہ دیں: ''بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے'' (162)

سوال 1: اخلاص کے ساتھ عبادت کے حکم کی وضاحت ﴿قُلْ ... رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''بے شک میری نماز اور میری قربانی'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں آپ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ ان مشرکوں کو یہ بتا دیں جو غیر اللہ کی عبادت کرتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں کہ آپ ان کاموں میں ان کے مخالف ہیں، آپ کی نماز محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور آپ کی عبادت صرف اور صرف اسی وحدہ لاشریک کے لیے ہے۔ (المصباح المنیر: 2/576)

(2) الصلوٰۃ سے مراد نماز اور نسک سے مراد قربانی ہے۔ (جامع البیان: 8/118)

(3) ان دو عبادات کا ذکر ان کے فضل و شرف اور اس بنا پر کیا ہے کہ یہ دونوں عبادات اللہ تعالیٰ سے محبت، دین کو اس کے لیے خالص کرنے، قلب و لسان، جوارح اور قربانی کے ذریعے سے اس کے تقرب کے حصول پر دلالت کرتی ہیں اور قربانی سے مراد ہے کہ مال وغیرہ کو جو نفس کو محبوب ہے، اس ہستی کے لیے خرچ کرنا جو اس کو سب سے زیادہ محبوب ہے یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ، جس نے اپنی نماز اور قربانی کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا تو یہ اس بات کو مستلزم ہے کہ اس نے اپنے تمام اعمال و اقوال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا۔ (تفسیر سعدی: 1/852)

(4) ﴿صَلَاتِيْ﴾ ''میری نماز'' ﴿وَنُسُكِيْ﴾ ''اور میری قربانی'' اللہ کے قرب کے لیے ہے۔ میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ ''پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔'' (الکوثر: 2)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(5)﴿وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ﴾''اور میرا جینا اور میرا مرنا'' میرا جینا یعنی جو کچھ میں اپنی زندگی میں کرتا ہوں اور میرا مرنا یعنی زمانہ موت میں جو کچھ اللہ تعالیٰ میرے لیے مقرر کرے گا۔

(6)﴿لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾''اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے'' میری عبادت اور قربانی میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہے۔ یہ آیت تمام اعمال صالح کی جامع ہے۔ ایک توحید پرست مومن اپنے جینے اور اپنے مرنے میں اللہ رب العالمین کے لیے خالص ہوتا ہے۔

(7)﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾''اور میں نے جن وانس کو پیدا کیا ہے تا کہ وہ میری عبادت کریں۔'' (الذاریات:56)

سوال2: جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت پانا چاہتا ہے اسے کیا کرنا چاہیے؟

جواب:(1) جو شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت پانا چاہتا ہے اسے اپنی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا چاہیے۔

(2) اسے قربانی کی سطح پر اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا چاہیے۔ (3) اسے اللہ تعالیٰ کے لئے جینا چاہیے۔

(4) اسے موت اس حال میں آنی چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ بنا ہوا ہو۔

﴿لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

''اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں'' (163)

سوال1:﴿لَا ... اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا شَرِيْكَ لَهٗ﴾''اس کا کوئی شریک نہیں'' شرک سے پاک زندگی کی دعوت ہے اس لئے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔

(2)﴿وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ﴾''اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے'' اور میں اس حکم پر عمل پیرا ہوئے بغیر اس ذمہ داری کو پورا نہیں کرسکتا۔

(3)﴿وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾''میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں'' یعنی میں امت میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنے والا مسلمان ہوں۔

(4)﴿قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾''آپ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہہ دیں کہ یقیناً مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کروں۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ فرماں برداروں میں سے میں پہلا ہو جاؤں۔" (الزمر:12,11)(5) سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو استفتاح کے طور پر یہ دعا پڑھتے: ﴿وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ. أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ﴾ "میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنایا۔ ایک طرف کا ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، بے شک میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ یا اللہ! تو بادشاہ ہے کوئی معبود نہیں مگر تو، تو میرا پالنے والا ہے اور میں تیرا غلام ہوں۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اپنے گناہوں کا اقرار کیا، سو میرے سب گناہوں کو بخش دے اس لیے کہ گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا مگر تو اور سکھا دے مجھ کو اچھی عادتیں کہ نہیں سکھاتا ان کو مگر تو اور دور رکھ مجھ سے بری عادتیں، نہیں دور رکھ سکتا ان کو مگر تو، میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تیرا فرمانبردار ہوں اور ساری خوبی تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر سے تیری طرف نزدیکی حاصل نہیں ہو سکتی۔ میری توفیق تیری طرف سے ہے اور میری التجا تیری طرف ہے، تو بڑی برکت والا ہے اور بلند ذات والا ہے۔ میں تجھ سے مغفرت مانگتا ہوں اور تیری طرف جھکتا ہوں۔" (مسلم:1812)

(6) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن دو مینڈھے ذبح کیے، جو سینگوں والے، چتکبرے اور خصی تھے۔ جب آپ ﷺ نے انہیں قبلہ رخ کیا تو یہ دعا پڑھی: ﴿إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ. اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ﴾ "بے شک میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، میں ملت ابراہیم پر ہوں اور یک سو ہوں اور میں مشرکوں میں سے نہیں، بے شک میری



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جہانوں کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سے ہوں، یا اللہ! یہ جانور تو نے ہی دیا تھا اور تیرے ہی نام پر میں نے اسے قربان کیا ہے محمد ﷺ اور ان کی امت کی طرف سے۔ اللہ کے نام سے (ذبح کرتا ہوں) اور اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔'' پھر ذبح کیا۔ (ابوداؤد: 2795، مسند احمد: 375/5)

سوال 2: انسان کو اپنی زندگی کس اصول کے مطابق گزارنے کی دعوت دی جا رہی ہے؟

جواب: انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی زندگی کی دعوت دی جا رہی ہے، کہ یہی کامیابی کا اصل سبب ہے۔

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ

آپ کہہ دیں: ''کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟'' اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ

پر ہے (وبال) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی، پھر تمہارے رب کی طرف ہی تمہارا لوٹنا ہے، چنانچہ وہ تمہیں اس

بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾

کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے'' (164)

سوال: اخلاصِ توکل کے حکم کی وضاحت ﴿قُلْ... تَخْتَلِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ ﷺ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور اس کے لیے عبادت اور توکل میں اپنے آپ کو خالص نہیں کرتے۔

(2) ﴿اَغَيْرَ اللّٰهِ﴾ کیا سوائے اللہ تعالیٰ کے یعنی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے۔

(3) ﴿اَبْغِيْ رَبًّا﴾ ''میں کوئی رب تلاش کروں؟'' کیا مجھے یہ زیب دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو رب بنالوں۔

(4) ﴿وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے'' حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب ہے۔ جو اس کی عبادت کرتے ہیں اور جو عبادت نہیں کرتے سب کا رب ہے۔ اس نے فرشتوں کو، مسیح علیہ السلام کو، سورج، چاند، ستاروں اور تمام بتوں کو پیدا کیا جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور اس



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کو جو تم عمل کرتے ہو۔'' (الصافات:96)

(5) اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا رب ہے، زمین و آسمان کا جو معلوم ہے، جو نامعلوم ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے سائے میں ہے اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔

(6) اس لیے تمام انسانوں پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کریں اور اس پر راضی رہیں اور اس کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائیں۔

(7) مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ عبادت میں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں کہ وہی میری بگڑی بنانے والا ہے، میں اس کو چھوڑ کر کسی اور کے در پر کیوں جاؤں۔ رب العزت نے توکل اور عبادت کو بہت مقامات پر اکٹھے ذکر فرمایا ہے:

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (الفاتحہ:5)

﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔'' (ہود:123)

(8) ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا﴾ ''اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال)'' ہر شخص کا معاملہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ اجر بھی اس کا، سزا بھی اس کی، ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔

(9) ہر شخص اپنا بوجھ خود اٹھائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''زنا کی اولاد پر اپنے والدین کے گناہ کا کوئی وبال نہیں ہوگا۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:1551)

(10) ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گی'' ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

(11) کوئی شخص نہ کسی کے انعام میں شریک ہو سکتا ہے، نہ سزا میں۔ اگر کوئی شخص کسی کی گمراہی کا سبب بنا تو اسے سبب بننے کا بوجھ اٹھانا ہوگا اور گناہ کرنے والے کے بوجھ میں کمی نہیں ہوگی۔

(12) ہر شخص جو خیر و شر کے اعمال انجام دیتا ہے اس کی جزا و سزا اس کے لیے ہے۔

(13) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ ''اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی۔'' (البقرہ:286)

(14) ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (حم السجدہ:46)

(15) ﴿كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔'' (الطور:21)

(16) ﴿ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾ ''پھر تمھارے رب کی طرف ہی تمھارا لوٹنا ہے، چنانچہ وہ تمھیں اس کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے'' یعنی قیامت کے دن ہر شخص لوٹ کر اپنے رب کے پاس جائے گا۔

(17) اللہ تعالیٰ ہر ایک سے اس کی نیتوں کے مطابق حساب لے گا، پھر وہ خیر و شر کے بارے میں تمھارے اختلافات سے تمھیں آگاہ کر دے گا اور تمھیں اس کی پوری جزا دے گا۔

(18) ﴿اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو۔'' (الحج:69)

﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ

''اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں جانشین بنایا اور تم میں بعض کو بعض پر درجات میں رتبہ دیا

لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ

تاکہ وہ ان چیزوں میں تمھیں آزمائے جو اس نے تمھیں عطا کی ہیں۔ بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے

وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (165)

سوال: اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لیے انسانوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے درجات میں فرق رکھا، اس کی وضاحت ﴿وَهُوَ الَّذِي... لَغَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ﴾ ''اور وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں جانشین بنایا'' یعنی تم ایک دوسرے کے جانشین بنتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تمھیں زمین میں جانشین بنایا اور زمین کی تمام موجودات کو تمھارے لیے



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



مسخر کر کے تمہیں آزمایا کہ وہ دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو۔(تفسیر سعدی:1/853)

(2) دنیا میں ایک قوم ہٹا دی جاتی ہے تو اس کی جگہ دوسری قوم لے لیتی ہے جو سارے وسائل پر قبضہ کر لیتی ہے۔ یہ واقعہ یاد دلاتا ہے کہ کسی کا اقتدار دائمی نہیں ہے۔

(3) ﴿وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾ ''اور تم میں بعض کو بعض پر درجات میں رتبہ دیا'' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قوت، رزق، عافیت اور تخلیق میں ایک دوسرے پر فوقیت عطا کی ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''دیکھو کیسے ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے؟'' (بنی اسرائیل:21)

(5) ﴿لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ﴾ ''تا کہ وہ ان چیزوں میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں'' انسانوں کو ایک دوسرے پر فضیلت دینے کی غرض یہ ہے کہ خوش حال کا شکر اور بدحال اور کثیر العیال کا صبر معلوم ہو جائے۔ فراخی اور تنگی ہر حال میں آزمائش ہے۔

(6) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک دنیا (ظاہر میں) شیریں اور سرسبز و شاداب ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں حاکم کرنے والا ہے اور وہ یہ دیکھنے والا ہے کہ تم کیا عمل کرتے ہو۔ پس دنیا سے بچ جاؤ اور عورتوں سے بچ جاؤ کہ بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں تھا۔'' (مسلم:6948، ترمذی:2191)

(7) رب العزت کا فرمان: ﴿الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟'' (الملک:2)

(8) ﴿اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ﴾ ''بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جلد سزا دینے والا ہے جو اس کے احکامات اور آیات کو جھٹلاتے ہیں اور اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔

(9) اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کا خوف دلا کر اپنی طرف بلاتا ہے تا کہ لوگ اس کی ناراضی سے محفوظ ہوں۔

(10) ﴿وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ بخشنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں اور گناہوں سے توبہ کر کے اس کی طرف پلٹ آنے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والوں کے لیے مہربان ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحمت کی طرف بلاتا ہے۔ وہ کبھی اپنی ملاقات کا شوق دلاتا ہے اور کبھی جنت کی نعمتوں سے رغبت دلاتا ہے تاکہ نیکیاں کرنے کا شوق پیدا ہو۔

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مومن کو علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس کس قدر شدید سزائیں ہیں تو وہ کبھی (اس کی) جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کس قدر بے پایاں ہے تو ان میں سے کوئی بھی (اس کی) جنت سے مایوس نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کیے اور ان میں سے صرف ایک حصہ اپنی مخلوق میں بانٹا ہے، اسی کی وجہ سے وہ آپس میں ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں اور باقی ننانوے حصے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔'' (مسلم:6972، ترمذی:3542، مسند احمد:3342)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ایک کتاب میں جو اس کے عرش کے اوپر ہے، یہ لکھا ہے، بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔'' (مسلم:6969)

## آیاتھا: 206 — 7 - سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ - 39 — رکوعاتھا: 24

سوال 1: اس سورت کا نام الاعراف کیوں ہے؟

جواب: اس سورت میں اعراف کا ذکر ہے اس لیے اس کا نام الاعراف ہے۔

سوال 2: یہ سورت کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں 206 آیات اور 24 رکوع ہیں۔ مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے ساتویں نمبر پر ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے انتالیسویں (39) نمبر پر ہے۔

سوال 3: اس سورت کا موضوع کیا ہے؟

جواب: یہ سورت عقیدے کے موضوع پر ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید، بعث و جزا اور وحی و رسالت کا اثبات ہے۔ اس سورت میں کلیات دین اور قصص الانبیاء والمرسلین ہیں۔

سوال 4: اس سورت کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مغرب میں سورۃ الاعراف پڑھی، آپ نے اسے دونوں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓصٓ﴾

"المص"(1)

سوال:﴿الٓمّٓصٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الٓمّٓصٓ﴾ یہ حروف مقطعات ہیں۔ ان کے معنی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ہم پر واجب ہے کہ ان پر ایمان لائیں۔ یہ سورت الاعراف کی پہلی آیت ہے۔

﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾

"ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو، تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے"(2)

سوال 1: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، اس کی وضاحت ﴿كِتٰبٌ ... حَرَجٌ مِّنْهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾"ایک کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے" اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید کی عظمت کو بیان کیا ہے کہ اے محمد ﷺ! ایک ایسی کتاب آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کی گئی ہے جو عظیم ہے۔ جس میں ایسے امور کی وضاحت ہے جس کے بندے محتاج ہیں۔ اس میں شریعت کے مقاصد کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی پسند اور ناپسند کو واضح کیا گیا ہے تاکہ انسانوں کے لیے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرنا آسان ہو جائے یعنی وہ اس نفع مند علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کر کے اس کی رضا حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

(2)﴿فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ﴾"چنانچہ آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو" نبی ﷺ سے یہ کہا گیا کہ

رکعتوں میں بانٹ دیا۔ (نسائی:992)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آپ ﷺ کے دل میں قرآن مجید کے بارے میں کوئی شک وشبہ اور تنگی نہ آئے۔ آپ ﷺ بلا دھڑک اس کا پیغام پہنچائیں، اس کے بارے میں نہ کسی سے ڈریں اور نہ کسی کا لحاظ کریں۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ ''پھر اگر آپ اس بارے میں کسی شک میں ہو جو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تو آپ اُن لوگوں سے پوچھیں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے حق ہی آیا ہے سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔'' (یونس:94)

(4) ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ ''یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے، چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔'' (آل عمران:60)

(5) اگر لوگ قرآن مجید کو جھٹلاتے ہیں تو آپ ﷺ کے سینے میں اس سے کوئی تنگی پیدا نہ ہو۔ فرمایا: ﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟'' (الشعراء:3)

(6) ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف:103) (7) آپ یقین رکھیں کہ حکمت بھری کتاب رب العالمین کی جانب سے نازل کی گئی ہے اور یہ سب سے سچا کلام ہے۔ ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ ''باطل اس کے پاس نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔'' (حم السجدہ:42)

سوال 2: کتاب کے ذریعے ''انذار'' اور ''نصیحت'' کرتے ہوئے دعوت دینے والے کے دل میں تنگی کیوں آتی ہے؟

جواب: (1) حق کی دعوت دینے والے کو جو چیز تکلیف دیتی ہے وہ لوگوں کی سرکشی ہے، جو چیز دعوت دینے والے کو سچ دکھائی دیتی ہے لوگ اسے باطل سمجھ کر ٹھکرا دیتے ہیں، جو چیز دعوت دینے والے کو بہت اہم نظر آتی ہے لوگ اس سے لاپرواہی برتتے ہیں۔ یہ رویے دعوت دینے والے کے دل کے اندر تنگی پیدا کرتے ہیں۔

(2) دعوت دینے والے کو بعض اوقات یہ خوف ہوتا ہے کہ وہ اس دعوت کی وجہ سے اپنے ماحول میں اجنبی ہو گیا ہے۔ اس کے لئے بات سمجھانا مشکل، اس کے لئے لوگوں کو راہ راست پر لانا مشکل، اس کے لئے طعن وتشنیع کو برداشت



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنا مشکل، اس کے لئے مخالفتیں برداشت کرنا مشکل، حتی کہ وہ سٹیج آجاتی ہے جب بات پہنچانا ہی مشکل ہوجاتا ہے ایسے موڑ پر داعی کے دل میں گھٹن آتی ہے۔ قرآن مجید میں اس کیفیت کو ضیق صدر سے بھی واضح کیا گیا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔'' (سورۃ الحجر:97)

سوال 3: نزول قرآن کے مقاصد کی وضاحت ﴿لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے'' نزول قرآن کے دو مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا مقصد: انذار اور دوسرا مقصد: نصیحت ہے۔ عمومی انذار سبھی کے لیے ہے جیسا کہ نبی ﷺ کو سارے انسانوں کو خبردار کرنے کا حکم دیا گیا۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (۱) قُمْ فَاَنْذِرْ (۲)﴾ ''اے کمبل میں لپٹنے والے اٹھو! پھر خبردار کرو۔'' (المدثر:2,1) اور فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' (الفرقان:1) ایمان والوں کے لیے نصیحت اور یاددہانی ہوگی۔

(2) ﴿لِتُنْذِرَ بِهٖ﴾ ''تاکہ آپ اس کے ذریعے سے خبردار کریں'' آپ ﷺ اس نازل کردہ کتاب کے ذریعے مشرکوں کو خبردار کریں تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔

(3) آپ ﷺ کے انذار اور نصیحت سے حق کے دشمنوں پر حجت قائم ہوجائے گی۔

(4) ﴿وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے'' اس کتاب کے ذریعے آپ ﷺ مؤمنوں کو نصیحت کریں، یہ ان کے لیے یاددہانی ہوگی۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نصیحت کریں، یقیناً نصیحت ایمان والوں کو فائدہ دیتی ہے۔'' (الذاریات:55)

(5) اہل ایمان نصیحت کے ذریعے فائدہ اٹھاتے ہیں، انہیں ظاہری اور باطنی اعمال کے بارے میں یاددہانی ہوتی ہے اور وہ صراط مستقیم پر آنے والی رکاوٹوں کو دور کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔

سوال 4: نزول کتاب کے حوالے سے اس آیت میں کیا مطالبہ کیا جارہا ہے؟

جواب: (1) نزول کتاب کے حوالے سے اس آیت میں مطالبہ کیا جارہا ہے کہ کتاب آپ ﷺ کی طرف نازل کی گئی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے تاکہ لوگوں کو برے انجام سے ڈرائیں اوران کو حالات کی تبدیلی کے لئے نصیحت کردیں۔(2) کتاب کے احکامات صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کردیں۔(3) کتاب کے وہ حقائق بھی پیش کردیں جو لوگوں کو پسند نہیں آتے۔

(4) کتاب کے ذریعے عقائد کی غلطیاں، غلط رسومات، غلط طریقۂ زندگی کی اصلاح کردیں۔

(5) کتاب کے ذریعے دنیا کی اصلاح کردیں اور آخرت کی کامیابی کی تیاری کریں۔

سوال 5: کتاب کس کے لئے نصیحت بنتی ہے؟

جواب: (1) کتاب عملاً تھوڑے لوگوں کے لئے نصیحت بنتی ہے۔(2) کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جس کی فطرت مسخ نہ ہوئی ہو اور جو اپنی فطرت کو زندہ رکھے ہوئے ہو۔(3) کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے آگے پیش ہونے کا خوف رکھتا ہو۔(4) کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جو آخرت کے برے انجام سے ڈرتا ہو۔

(5) کتاب اس کے لئے نصیحت بنتی ہے جو جنت کی حرص رکھتا ہو۔

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ

''اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا دوستوں کی پیروی نہ کرو،

قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾

تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو''(3)

سوال: رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿اِتَّبِعُوْا ... تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِتَّبِعُوْا﴾ ''پیروی کرو'' پچھلی آیت میں نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ لوگوں کو خبردار کریں اور ایمان والوں کو نصیحت کریں۔اس آیت میں امت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کی پیروی کریں۔

(2) اعمال کی قبولیت کے لیے رب العزت نے جو پیمانہ مقرر کیا اس میں پہلی شرط یہ ہے کہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔اور دوسری شرط یہ ہے کہ نبی ﷺ کی متابعت میں ہو۔(3) امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسالت کا معاملہ تین امور سے پورا ہوتا ہے مرسل یعنی اللہ تعالیٰ، مرسل یعنی رسول اور مرسل الیہ یعنی امت۔اوپر کی آیت میں پیغمبر ﷺ کو تبلیغ وانذار کا حکم دیا ہے اور اب اس آیت میں امت کو نبی ﷺ کی متابعت کا۔(کبیر، اشرف الحواشی: 181/1)

(4) ہر ایک بات کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا، اگر کسی بات پر قرآن وحدیث سے تصریح نہیں ملے گی تو اجماع



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور اجتہاد کی طرف رجوع کیا جائے گا کیونکہ یہ دونوں بھی کتاب وسنت کے فروع میں سے ہیں۔(کبیر،اشرف الحواشی:181/1)

(5)﴿مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾''جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے'' ﴿مَآ اُنْزِلَ﴾ میں قرآن مجید کے ساتھ سنت بھی شامل ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (۳) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (۴)﴾''اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتا۔وہ صرف ایک وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔''(النجم:4,3)

(6)جو کچھ رب کی طرف سے ہدایت اور نور نازل کیا گیا اس کی پیروی کرو۔(ایسر التفاسیر:493)

(7)﴿مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾''تمہارے رب کی طرف سے''جو تمہاری تربیت کی تکمیل چاہتا ہے۔اس مقصد کے لیے اس نے کتاب نازل کی کہ اگر تم اس کتاب کی پیروی کرو گے تو تمہاری تربیت مکمل ہو جائے گی تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمت پوری ہو جائے گی اور تمہیں بہترین اور بلند ترین اعمال کی طرف راہ نمائی نصیب ہوگی۔(تفسیر سعدی:855/1)

(8)﴿وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾''اور اس کے سوا دوستوں کی پیروی نہ کرو''یعنی غیر اللہ کی پیروی نہ کرو۔

(9)﴿اَوْلِيَآءَ﴾قریش کے گمراہ سردار۔(ایسر التفاسیر:439)

(10)یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا دوستوں کی پیروی نہ کرو جیسے تمہارے اپنے نفس یا شیاطین جو نقصان دہ وسوسے ڈالتے ہیں اور گمراہی،فساد،شر اور برائی کے خیالات ڈالتے ہیں۔(تفسیر منیر:495/4)

(11)اولیاء سے مراد شرک میں ان کے سردار۔

(12)تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو دوست نہ بناؤ۔تم ان کی خواہشات کی پیروی کرو گے تو ان کی خاطر حق کو چھوڑ دو گے۔(تفسیر سعدی:855/1)

(13)﴿قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾''تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو''اپنی خواہشات کے پیچھے چلنے اور غیروں کی تقلید کی وجہ سے کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔

(14)اگر تم نصیحت قبول کر لیتے اور مصلحت کو پہچان لیتے تو تم ضرر رساں چیز کو نفع بخش چیز پر اور دشمن کو دوست پر کبھی ترجیح نہ دیتے۔(تفسیر سعدی:855/1)

(15)﴿مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾''جو تم نصیحت قبول کرتے ہو''جس کی وجہ سے آپ حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:438)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(16) یاددہانی سے مراد عہد ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ کی یاددہانی ہے جو ہر انسان کے تحت الشعور میں موجود ہے اور کسی بھی خارجی داعیے سے اس کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ یہ قرآن اسی دبے ہوئے شعور کو بیدار کرتا اور اسی عہد کی یاد تازہ کرتا ہے۔ (تیسیر القرآن:28/2)

﴿وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ﴾

''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو اُن پر ہمارا عذاب رات کو آیا یا جب وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے'' (4)

سوال 1: رسولوں کو جھٹلانا باعث عذاب ہے، اس کی وضاحت ﴿وَ كَمْ ... قَآئِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا تو ان پر ہمارا عذاب رات کو آیا یا جب وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے'' اللہ تعالیٰ نے گزشتہ قوموں کو دی جانے والی سزاؤں سے ڈرایا ہے جنہوں نے رسولوں کی دعوت کو جھٹلایا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ان قوموں جیسے کام نہ کریں، ان قوموں پر ہمارا عذاب ایسی حالت میں نازل ہوا جب وہ غفلت میں ڈوبے ہوئے تھے اور عذاب کے بارے میں ان کے دل میں خیال بھی نہیں آیا تھا۔

(2) ان پر عذاب رات کو آیا۔ رات کے وقت انسان آرام کرتا ہے اور دوپہر کے وقت بھی لوگ آرام کرتے ہیں

(3) یہ بستیاں غفلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ٹھہریں اور غفلت میں مدہوشی کے وقت پکڑ لی گئیں اور دوسروں کے لئے ان کا غفلت میں پکڑا جانا باعث عبرت بن گیا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَ كُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں جو اپنی معیشت پر اتراتی تھیں تو وہ ان کے گھر ہیں جو ان کے بعد کم ہی آباد ہوئے ہیں اور ہم ہی وارث ہونے والے ہیں۔'' (القصص:58)

(4) ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقیناً بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا، ان کو اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔'' (الانعام:10)

سوال 2: غفلت کی حالت میں عذاب میں مبتلا ہونے کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب:(1)اس حالت میں کسی کی پکڑ انسان کو خوف میں مبتلا کرتی ہے۔

(2)اس کے نتیجے میں انسان محتاط ہو جاتا ہے۔

(3)اس کے نتیجے میں انسان نصیحت حاصل کرتا ہے۔

(4)اس کے نتیجے میں انسان تقویٰ حاصل کرتا ہے۔

﴿فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾

''پھر جب ہمارا عذاب اُن پر آیا تو اُن کی پکار اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ ہم واقعی ظالم تھے''(5)

سوال1: مجرم تباہی سے پہلے اقرار جرم کر لیتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿فَمَا ... ظٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''پھر جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو ان کی پکار اس کے سوا کچھ نہ تھی کہ انہوں نے کہا کہ ہم واقعی ظالم تھے'' جب ان قوموں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو نہ وہ خود اپنے آپ کو عذاب سے بچا سکے، نہ ان کے معبود ہی ان کے کام آ سکے جن سے انہیں بہت امیدیں وابستہ تھیں۔

(2) مجرموں نے تباہی سے پہلے اقرار جرم کر لیا۔ جب ان پر عذاب نازل ہوا تو اقرار جرم کے سوا ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

سوال2: مجرموں نے کیا ظلم کیا تھا؟

جواب: مجرموں نے شرک کیا جو سب سے بڑا ظلم ہے۔

سوال3: کیا مجرموں کے لیے اعتراف مفید ثابت ہوتا ہے؟

جواب:(1) مجرموں کی ندامت اور اعتراف کی وجہ سے عذاب نہیں ٹل سکتا۔

(2) توبہ کا دروازہ بند ہونے کے بعد کسی کا اعتراف مفید نہیں رہ جاتا۔ رب العزت نے سورۃ الانبیاء میں اس کی وضاحت فرمائی ہے: ﴿وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ (۱۱) فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ (۱۲) لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ (۱۳) قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (۱۴) فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ (۱۵)﴾ ''اور کتنی ہی ظالم بستیاں تھیں جنہیں ہم نے تہس نہس کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قومیں پیدا کیں۔ تو جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تب وہاں سے وہ بھاگ رہے تھے۔ بھاگو مت! اور واپس جاؤ اس عیش



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تا کہ تم سے پوچھا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہائے ہماری کم بختی! یقیناً ہم ہی ظالم تھے۔ تو اُن کی ہمیشہ یہی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کٹا ہوا، بجھا ہوا بنا دیا۔'' (الانبیاء:11-15)

﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''پھر یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے'' (6)

سوال: قیامت کے دن انبیاء اور اقوام سب سے سوال کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ ... الْمُرْسَلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) قیامت کے روز سب سے باز پرس کی جائے گی، امتوں سے بھی اور نبیوں سے بھی۔ (مختصر ابن کثیر:1/567)

(2) ﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ﴾ ''پھر یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے'' یہ سوال و جواب بڑے حشر کے اجتماع میں ہوں گے جہاں کوئی راز راز نہ رہے گا۔

(3) عام لوگوں سے سوال یہ ہوگا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور جس دن وہ (اللہ تعالیٰ) انہیں پکارے گا پس فرمائے گا: ''تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟'' (القصص:65)

(4) (i) ان سے یہ باز پرس ہوگی کہ جب پیغمبروں نے دعوت دی تھی اور حق تمہارے سامنے آ گیا تھا پھر اس کو مان لینے سے کیوں رکے رہے؟ (ii) عام لوگوں سے ان کی ذمہ داریوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ امام نگہبان ہے اس سے لوگوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور مرد سے اس کے گھر والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا، عورت سے اس کے شوہر کے گھر کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور غلام سے آقا کے مال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (بخاری:893)

(6) نبی ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا پاؤں قیامت کے دن اس کے رب کے پاس سے نہیں ہٹے گا یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کہاں صرف کیا، اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا، اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا اور اس کے علم کے سلسلے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا؟'' (ترمذی:2416)

(7)﴿وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے'' پیغمبروں سے یہ سوال کریں گے کہ انہوں نے پیغام رسانی کا فرض کہاں تک ادا کیا اور انہیں کیا جواب ملا؟

(8)﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا: ''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہمیں کچھ علم نہیں۔ بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں۔'' (المائدہ:109)

(9) سیدنا سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سیدنا نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: اے میرے رب، میں تیری خدمت میں بار بار حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم نے (میرے احکام) پہنچا دیے تھے؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! پھر ان کی امت سے کہا جائے گا: کیا انہوں نے تم کو (میرے احکام) پہنچا دیے تھے؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ سیدنا نوح علیہ السلام سے فرمائے گا: تمہارے لیے کون گواہی دے گا؟ وہ کہیں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ الغرض، وہ لوگ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے لوگ) گواہی دیں گے کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے (تیرے احکام) پہنچا دیے تھے۔'' (بخاری:4487)

## ﴿فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ﴾

''پھر ہم ان کے سامنے پورے علم کے ساتھ ضرور بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے'' (7)

سوال: اللہ تعالیٰ کسی کے کسی عمل سے بے خبر نہیں، اس کی وضاحت ﴿فَلَنَقُصَّنَّ ... غَآئِبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ﴾ ''ہم اُن کے سامنے پورے علم کے ساتھ ضرور بیان کریں گے'' اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو بتا دیں گے کہ وہ کیا عمل کرتے رہے۔ وہ کسی کے کسی بھی عمل سے بے خبر نہیں۔ وہ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے راز بھی خوب جانتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ اپنے علم سے لوگوں کے اعمال کے بارے میں بتا دیں گے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59) (3) ﴿وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ﴾ ''اور ہم کہیں غائب نہ تھے'' یعنی ہم کسی وقت بھی غیر موجود نہ تھے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا تو انہیں بتا دے گا جو جو انہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' (المجادلہ:6)

(4) ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور مخلوق سے ہم کبھی غافل نہیں تھے۔'' (المومنون:17)

(5) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو ہم جب کسی وادی پر چڑھتے تو ''لا الہ الا اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کہتے اور اپنی آواز کو بلند کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو، تم نہ کسی بہرے کو پکار رہے ہو اور نہ غائب کو، وہ تو تمہارے ساتھ ہے، سننے والا ہے اور قریب ہے۔'' (بخاری:2992؛ مسلم:6862)

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''اور اس دن وزن برحق ہے پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' (8)

سوال: قیامت کے روز اعمال کا وزن کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَالْوَزْنُ ... هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ﴾ ''اور اس دن وزن برحق ہے'' قیامت کے روز اعمال تولے جائیں گے۔ اس دن وزن اور حق کے ایک معنی ہوں گے۔ اعمال کا وزن عدل کے ساتھ ہوگا اور کسی پر کسی طرح کا بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ (۴۷)﴾ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔'' (الانبیاء:47)

(2) سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز (اعمال تولنے کی)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ترازو رکھ دی جائے گی (اور وہ اس قدر لمبی اور چوڑی ہوگی کہ) اگر اس میں سارے آسمان وزمین رکھ کر وزن کیے جائیں تو سب اس میں آجائیں۔ اس کو دیکھ کر فرشتے بارگاہ خداوندی میں عرض کریں گے کہ یہ کس کے لیے تولے گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں اپنی مخلوق میں سے جس کے لیے (حساب کرنے کے واسطے) تول قائم کروں گا (اس کے لیے یہ تولے گی) یہ سن کر فرشتے عرض کریں گے کہ اے اللہ! آپ پاک ہیں جیسا عبادت کا حق ہے ہم نے ایسی عبادت آپ کی نہیں کی۔'' (الترغیب والترہیب:425/4)(3) حق کے سوا اس دن کسی چیز کا وزن نہیں ہوگا۔

(4) فیصلہ وزن کے لحاظ سے ہوگا، کسی اور چیز کا لحاظ نہ رکھا جائے گا۔ کسی بھی لحاظ سے کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''(قیامت کے روز) ترازو پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا (اعمال کو وزن کرنے کے لیے) انسان اس ترازو کے پاس لائے جاتے رہیں گے۔ جو آئے گا ترازو کے دونوں پلڑوں کے درمیان کھڑا کر دیا جائے گا۔ پس اگر اس کے تول بھاری ہوئے تو وہ فرشتہ ایسی بلند آواز سے پکار کر اعلان کر دے گا جسے ساری مخلوق سنے گی کہ فلاں ہمیشہ کے لیے سعادت مند ہوگا، اب اس کے بعد بدنصیب نہ ہوگا اور اگر اس کے تول ہلکے رہے تو وہ فرشتہ ایسی بلند آواز سے پکار کر اعلان کر دے گا جسے ساری مخلوق سنے گی کہ فلاں ہمیشہ کے لیے نامراد ہو گیا، اب کبھی اس کے بعد خوش نصیب نہ ہوگا۔'' (الترغیب والترہیب:425/4)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدہ ثواب کو سچا جانتے ہوئے اللہ کے راستے میں (جہاد کے لئے) گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا اور اس کا پیشاب ولید سب قیامت کے دن اس کے ترازو میں ہوگا (اور سب پر اس کو ثواب ملے گا)۔'' (بخاری:2853)

(6) ایک قول یہ ہے کہ قیامت کے دن اعمال کی کتاب کا وزن کیا جائے گا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میری امت کے ایک شخص کو چھانٹ کر نکالے گا اور سارے لوگوں کے سامنے لائے گا اور اس کے سامنے (اس کے گناہوں کے) ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے، ہر دفتر حد نگاہ تک ہوگا، پھر اللہ عزوجل پوچھے گا: کیا تو اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا تم پر میرے محافظ کاتبوں نے ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا: نہیں اے میرے رب! پھر اللہ تعالیٰ کہے گا: کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ تو وہ کہے گا: نہیں، اے میرے رب! اللہ تعالیٰ کہے گا (کوئی بات نہیں) تیری ایک نیکی میرے پاس ہے۔ آج کے دن تجھ پر کوئی ظلم (وزیادتی) نہ ہوگی، پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس پر ﴿أشهد أن لا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله﴾ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود برحق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں'' لکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اپنے اعمال کے وزن کے موقع پر (کانٹے پر) موجود رہو، وہ کہے گا: اے میرے رب! ان دفتروں کے سامنے یہ پرچہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے ساتھ زیادتی نہ ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر وہ تمام دفتر (رجسٹر) ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں، پھر وہ سارے دفتر اٹھ جائیں گے اور پرچہ بھاری ہوگا۔ (اور سچی بات یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ (یعنی اس کے مقابلہ میں) جب کوئی چیز تولی جائے گی، تو وہ چیز اس سے بھاری ثابت نہیں ہو سکتی۔'' (ترمذی:2639)

(7) ایک قول یہ ہے کہ صاحب عمل کا وزن کیا جائے گا جیسا کہ حدیث ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ قیامت کے دن ایک بہت بھاری بھرکم موٹا تازہ شخص آئے گا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی کوئی قدر نہیں رکھے گا اور فرمایا کہ پڑھو ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ ''قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن نہ کریں گے۔'' (الکہف:105) (بخاری:4729)

(8) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں، ان کی پنڈلیاں باریک تھیں، لوگ ان کی پنڈلیوں کو دیکھ کر ہنس پڑے تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم کس بنا پر ہنس رہے ہو؟'' انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! ان کی پنڈلیوں کی باریکی کی وجہ سے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات گرامی کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ تو میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوں گی۔'' (مسند احمد:11829، مسند ابی یعلیٰ:209/9)

(9) ان تمام احادیث میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ یہ تمام صورتیں صحیح ہیں کہ کبھی اعمال کا وزن کیا جائے گا، کبھی ان رجسٹروں کا وزن کیا جائے گا جن میں اعمال لکھے ہوں گے اور کبھی ان اعمال کے کرنے والے کا وزن کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔ (المصباح المنیر:590/2)

(10) ﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ﴾ ''پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے'' اس دن جس کے ساتھ جتنا حق ہوگا اتنا ہی اس کا وزن زیادہ ہوگا۔ جس کی نیکیوں کا پلڑا برائیوں کے پلڑے سے بھاری ہوگا۔

(11) ﴿فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ''تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں'' وہ لوگ جن کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا، اپنی مطلوب چیز کو پالیں گے اور جس سے ڈرتے ہیں اس کے شر سے نجات پا جائیں گے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(12) وہ نیکیوں کی وجہ سے جنت میں داخل ہو کر فلاح پالیں گے یعنی کامیاب ہو جائیں گے۔ (ایسر التفاسیر:439)

(13) ﴿فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (۶) فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (۷)﴾ ''تو جس شخص کے پلڑے بھاری ہوں گے۔ وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔'' (القارعہ:6,7)

﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا

''اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی ہوں گے جنہوں نے خود کو نقصان میں ڈالا تھا اس وجہ سے کہ وہ

بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ﴾

ہماری آیات کے ساتھ ظلم کیا کرتے تھے'' (9)

سوال 1: ﴿وَمَنْ ... يَظْلِمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ﴾ ''اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے'' اس دن باطل پرستوں کے اعمال بے وزن قرار پائیں گے خواہ انہوں نے دنیا کی زندگی میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہوں۔ اس دن دنیا کے لیے کیے گئے اعمال بے وزن قرار پائیں گے۔

(2) ﴿فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''تو وہی ہوں گے جنہوں نے خود کو نقصان میں ڈالا تھا'' اپنے آپ کو خسارے میں وہ ڈالتا ہے جو دردناک عذاب میں پہنچانے والے کام کرتا ہے اور ہمیشہ کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔

(3) ﴿بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ﴾ ''اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کیا کرتے تھے'' وہ اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی اس کے اوامر و نواہی کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن ضرور ایسا ہوگا کہ بعض بھاری بھرکم موٹے بدن والے آدمی اس حال میں آئیں گے کہ اللہ کے نزدیک ان کا وزن مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ تم لوگ ﴿فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا﴾ ''قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن نہ کریں گے۔'' (الکہف:105) پڑھ لو۔ (مشکوۃ المصابیح:484)

(5) جن لوگوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی نقصان والے ہیں ان کا انجام آگ ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ (۸) فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (۹) وَمَآ اَدْرٰكَ مَا هِيَهْ (۱۰) نَارٌ حَامِيَةٌ (۱۱)﴾ ''اور جس شخص کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔ تو اُس کا ٹھکانہ گہری کھائی ہوگا۔ اور تم کیا جانو کیا ہے وہ؟ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔'' (القارعہ:8-11)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(6)﴿ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (۱۰۳) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (۱۰۴)﴾ ''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ان کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔'' (المومنون:104,103)

سوال2: اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا کر۔(2) اس کی آیات کے مقابلے میں خواہش نفس کی پیروی کر کے۔

(3) اس کی آیات کے مقابلے میں انسانوں اور شیطانوں کی پیروی کر کے انسان آیات کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتا ہے۔

﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ع 1 10 8

''اور بلاشبہ یقیناہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی ہے اور تمہارے لیے اس میں سامانِ زندگی بنا دیا،تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو'' (10)

سوال: کائنات کی تمام نعمتیں انسان کے لیے ہیں،اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ...تَشْكُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں ؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے تمہیں زمین میں جگہ دی ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان بیان فرمایا ہے کہ اس نے زمین اپنے بندوں کے قبضے میں دے دی، اسے سکون والی بنا دی کہ ہلتی جلتی نہیں، اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے، جگہ جگہ چشمے بہا دیئے اور اس میں عمارتیں اور گھر بنانے کی انسان کو صلاحیت عطا فرما دی، انسان زمین سے طرح طرح کے فائدے اٹھا رہا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/567،568)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا﴾ ''اور یقیناہم نے اولادِ آدم کو عزت دی ہے۔اور ہم نے انہیں خشکی میں اور سمندر میں سوار کیا ہے اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا ہے اور ہم نے انہیں ان بہت سوں پر بڑی فضیلت دی ہے بڑی فضیلت دینا۔'' (بنی اسرائیل:70)

(3)﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ﴾ ''اور تمہارے لیے اس میں سامانِ زندگی بنا دیا'' اللہ تعالیٰ نے زمین کو ایسے مقام پر رکھا جو انسانوں کے لیے سازگار ہے۔زمین اپنی گردش، رفتار، سورج اور چاند سے فاصلے، اپنی ترکیب، حجم وغیرہ کے اعتبار سے انسانی زندگی کے لیے مفید ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر انسان کی خوراک اور استعمال کے لئے کثیر چیزیں پیدا کی ہیں۔



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



(5)اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنایا۔

(6)اللہ تعالیٰ نے زمین کو انسان کے لئے مسخر کیا اور انسانوں کو ایسی عقل دی کہ وہ کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھا کر انہیں اپنی ضروریات کے لئے استعمال کریں۔

(7)اگر کائناتی قوتیں انسان کی دشمن ہوتیں اور اس کے پس منظر میں ایک تدبیر کرنے والی ذات کا ارادہ شامل نہ ہوتا تو انسان زمین پر بس نہیں سکتا تھا۔

(8)﴿قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾ ''تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو'' ان جلیل الشان احسانات کے باوجود لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔

(9)﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ ''اور اس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے۔'' (ابراہیم:34)

(10)انسانوں کی اکثریت ناشکری ہے اس لئے کہ وہ اپنی جہالت اور جاہلیت میں گم ہے۔

(11)تم اس کا شکر کم ادا کرتے ہو جس نے نعمتیں عطا کیں اور مصیبتیں دور فرمائیں۔

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی ہے پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ﴾

تو سوائے ابلیس کے ان سب نے سجدہ کیا وہ سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا'' (11)

سوال: اللہ تعالیٰ کے حکم پر فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور ابلیس نے انکار کر دیا، اس واقعہ کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ... السّٰجِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اس آیت میں انسان کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا اور انہیں مسجود ملائک بنایا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر سب فرشتوں نے انہیں سجدہ کیا لیکن ابلیس نے انکار کر دیا۔ اس نے آدم علیہ السلام سے حسد کیا۔ اولاد آدم کو اپنے دشمن سے بچنا چاہئے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(2)﴿وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ﴾"اور بلاشبہ یقیناً ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا"یعنی آدم علیہ السلام کو مادے سے تخلیق کیا پھر ان سے سب انسان پیدا کیے گئے۔(3)﴿ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ﴾"پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی"یعنی پھر تمہیں بہترین شکل وصورت اور بہترین قدوقامت عطا فرمائی۔

(4)﴿الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ(۷) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ(۸) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ(۹)﴾"جس نے ہر چیز کو اچھا بنایا جو اس نے پیدا کیا اور اُس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء گارے سے کی۔پھر اُس نے اُس کی نسل ایک حقیر پانی کے خلاصے سے بنائی۔پھر اُس کو درست کیا۔اور اُس نے اِس میں اپنی روح پھونکی۔اور اُس نے تمہارے کان،آنکھیں اور دل بنائے۔تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔"(السجدۃ:7-9)

(5)﴿ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾"پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو"اللہ تعالیٰ نے معزز فرشتوں کو سجدے کا حکم دینے سے پہلے آدم علیہ السلام کو اشیاء کے نام سکھا دیئے۔

(6)﴿فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾"تو سوائے ابلیس کے ان سب نے سجدہ کیا"ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا،وہ جنوں میں سے تھا۔اس نے خود پسندی،حسد اور تکبر کی وجہ سے انکار کیا۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے ابلیس کا نام عزازیل تھا،وہ ملائکہ میں معزز مقام رکھتا تھا۔وہ چار پروں والا تھا،پھر بعد میں وہ سخت مایوس ہو گیا۔(ابن ابی حاتم:1443/5)

(7)﴿لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ﴾"وہ سجدہ کرنے والوں میں نہ ہوا"حقیقتاً ابلیس کے تین قصور تھے ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ ماننا،دوسرے فرشتوں کی جس جماعت میں وہ رہتا تھا سجدہ کرتے وقت وہ اس جماعت سے الگ ہوا،تیسرے اس نافرمانی پر نادم ہونے کی بجائے تکبر کیا،خود کو بڑا سمجھا اور سیدنا آدم علیہ السلام کو حقیر سمجھا لہٰذا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت و پھٹکار ہوئی اور ذلیل وخوار ہوا اور یہ لعنت و پھٹکار ہمیشہ کے لیے اس کا مقدر بن گئی۔(تیسیر القرآن:35,34/2)

(8)﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ﴾"اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔وہ جنوں میں سے تھا۔چنانچہ اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی۔"(الکہف:50)

﴿قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ﴾

"اللہ تعالیٰ نے پوچھا:"تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہ کرے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟"اُس نے کہا:"میں اس سے بہتر ہوں،



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾

آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے"(12)

سوال: ابلیس نے سجدہ کیوں نہیں کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... طِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ﴾ "اللہ تعالیٰ نے پوچھا: "تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہ کرے جب کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟" اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سوال کیا کہ تو نے اسے سجدہ نہ کیا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے تخلیق کیا یعنی تم نے میری نافرمانی کر کے میری توہین کیوں کی؟

(2)﴿قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ﴾ "اُس نے کہا: "میں اس سے بہتر ہوں" ابلیس نے رب العزت کی مخالفت کرتے ہوئے کہا میں اس سے بہتر ہوں۔

(3)﴿خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ "آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے" ابلیس نے اپنے باطل دعوے کی دلیل دیتے ہوئے کہا کہ تو نے مجھے آگ سے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ آگ مٹی سے افضل ہے کیونکہ آگ اوپر کو اٹھتی ہے اور مٹی نیچے کی طرف گرتی ہے۔ ابلیس نے پیدائش کی بنیاد پر فضیلت کو ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل دی۔

(4) ابلیس کا گمان یہ تھا کہ آگ مٹی سے افضل ہے کیونکہ آگ لطیف ہوتی ہے اور مٹی کثیف۔ آگ نیچے سے اوپر کو اٹھتی ہے اور مٹی اوپر سے نیچے کو گرتی ہے، آگ اپنی شکل اور رنگ بدل سکتی ہے مگر مٹی میں بغیر محنت شاقہ کے یہ صفت پائی نہیں جاتی۔ اس ظاہری برتری کے بعد اگر نتیجہ دیکھیں تو آگ ہر چیز کو جلا کر فنا کر دیتی ہے جبکہ مٹی سے نباتات یا ہر قسم کے پھل، غلے اور درخت پیدا ہوتے ہیں۔ آگ کی طبیعت میں سرکشی ہے، مٹی کی طبیعت میں انکسار اور تواضع ہے۔ اسی آگ کی فطرت کی بنا پر ابلیس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور تکبر کی راہ اختیار کی اور راندۂ درگاہ الٰہی بن گیا۔ اور سیدنا آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگئی تو انہوں نے گناہ کی معافی مانگ لی اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بن گئے۔ بعض علماء نے آگ اور مٹی کا تقابل کر کے انہیں وجوہ کی بنا پر مٹی کو آگ سے افضل قرار دیا ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 34/2)

(5)﴿خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴾ "آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے" اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ وہ مخلوق جو آگ سے پیدا کی گئی ہے اس مخلوق سے افضل ہو، جس کی تخلیق مٹی سے ہے۔ کیونکہ آگ مٹی پر غالب ہے اور اوپر اٹھ سکتی ہے۔ شیطان کا یہ قیاس فاسد ترین قیاس ہے کیونکہ یہ متعدد وجوہ سے باطل



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔(i) یہ قیاس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مقابلے میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا جائے اور جب قیاس نص سے معارض ہوتو وہ باطل ہے۔ کیونکہ قیاس کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ جس معاملے میں نص موجود نہ ہو اس کا حکم منصوص علیہ امور کے احکام کے بالکل قریب اور ان کے تابع ہو۔ رہا وہ قیاس جو منصوص علیہ احکام کے معارض ہو اور اس کو معتبر قرار دینے سے نصوص کالغو ہونا لازم آتا ہو تو یہ قیاس بدترین قیاس ہے۔(ii) ابلیس کا مجرد یہ کہنا ﴿اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ﴾ ''میں اس (آدم) سے بہتر ہوں'' ابلیس خبیث کے نقص کے لیے کافی ہے۔ اس نے اپنے نقص پر اپنی خود پسندی، تکبر اور بلا علم اللہ تعالیٰ کی طرف قول منسوب کرنے کو دلیل بنا، اس سے بڑا اور کون سا نقص ہو سکتا ہے؟(iii) ابلیس نے آگ کو مٹی اور گارے کے مادہ پر فوقیت دے کر جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ مٹی کے مادے میں خشوع، سکون اور سنجیدگی ہے۔ اس مٹی ہی سے زمین کی برکتیں ظاہر ہوتی ہیں مثلاً مختلف انواع و اجناس کے درخت اور نباتات وغیرہ۔ اس کے برعکس آگ میں خفت، طیش اور جلانے کی خاصیت ہے۔ اسی لیے شیطان نے اس قسم کے افعال کا ارتکاب کیا اور اسی لیے وہ بلند ترین درجات سے گر کر اسفل السافلین کی سطح پر جا پہنچا۔ (تفسیر سعدی:858/1)

﴿قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اتر جاؤ اس سے کہ تمہارے لیے یہ نہیں ہوگا کہ تم اس میں تکبر کرو۔ سو نکل جاؤ، یقیناً تو واقعی

مِنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾

ذلیل ہونے والوں میں سے ہے''(13)

سوال 1: ابلیس کو جنت سے نکال دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... مِنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اتر جاؤ اس سے'' اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا: جنت سے اتر جاؤ۔ (2) ﴿فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا﴾ ''کہ تمہارے لیے یہ نہیں ہوگا کہ تم اس میں تکبر کرو'' رب العزت نے فرمایا: تیرے لائق نہ تھا کہ تو جنت میں رہ کر تکبر کرے کیونکہ یہ پاک لوگوں کا گھر ہے، یہ خبیث لوگوں کے لیے نہیں ہے۔ (3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عزت اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کی ازار (نیچے کی چادر) ہے اور کبریائی اس کی ردا (اوپر کی چادر) ہے۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو مجھ سے یہ چھیننے کی کوشش کرے گا، میں اسے عذاب دوں گا۔'' (مسلم:6680)

(4) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی کبر ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں ڈالے گا۔'' (احمد:215/2)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہہ بند ہے۔ جو کوئی ان کو مجھ سے چھینے گا میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔'' (ابن ماجہ:4174)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا اور ان کو داہنے ہاتھ میں لے لے گا، پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زور والے؟ کہاں ہیں غرور کرنے والے؟ پھر بائیں ہاتھ سے زمین کو لپیٹ لے گا (جو داہنے کے مثل ہے اور اسی واسطے دوسری حدیث میں ہے کہ پروردگار کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں) پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں زور والے؟ کہاں ہیں بڑائی کرنے والے؟'' (مسلم:7051)

(7) ﴿فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾ ''سو نکل جاؤ یقیناً تُو واقعی ذلیل ہونے والوں میں سے ہے'' اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم دیا کہ تو ذلیل ہونے کے لائق ہے۔ اس لیے جنت سے نکل جاؤ۔

(8) ابلیس کو اس کے حسد، تکبر اور خود پسندی پر اہانت آمیز سزا دی گئی۔

سوال 2: ابلیس جنت سے کیوں نکال دیا گیا اور کیوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا؟

جواب: ابلیس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ کا حکم سن کر فیصلے کی ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی کہ وہ قبول کرے یا نہ کرے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو رد کر کے اس کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔

سوال 3: ابلیس نے جان بوجھ کر کفر کا ارتکاب کیوں کیا؟

جواب: (1) ابلیس کا اعتقاد متزلزل تھا اس لیے اس نے کفر کا ارتکاب کیا حالانکہ اس کے پاس علم اور معرفت کی کمی نہ تھی۔

(2) ابلیس کے اندر گھمنڈ کی نفسیات جاگ اٹھی تھی۔

## ﴿قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

''ابلیس نے کہا: ''مجھے اس دن تک کی مہلت دیں جب وہ اٹھائے جائیں گے'' (14)

سوال 1: ابلیس نے مہلت کا مطالبہ کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... يُبْعَثُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ﴾ ''ابلیس نے کہا مجھے مہلت دیں'' ابلیس نے مہلت کا مطالبہ کرتے ہوئے سوال کیا۔

(2) ﴿اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''جب وہ اٹھائے جائیں گے'' اس دن تک جب سب کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

(3) ابلیس نے اولاد آدم کو گمراہ کرنے کے لیے دشمنی کا اعلان کیا اور مہلت مانگی۔



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



سوال2: ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت کیوں مانگی؟

جواب: (1) ابلیس نے توبہ کرنے کی بجائے انتقام کا راستہ اپنایا۔

(2) ابلیس جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر وہ اپنی چاہت پوری نہیں کر سکتا۔

(3) ابلیس نے عزم کر لیا کہ انسانوں کو گمراہ کر کے رہوں گا۔

(4) ابلیس نے گہری دشمنی کا انتقام لینے کے لئے مہلت مانگی۔

﴿قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً تم مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہو'' (15)

سوال1: ابلیس کی دعا مصلحت کے تحت قبول کر لی گئی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یقیناً تم مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہو'' ابلیس کی دعا قبول کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت کارفرما تھی اور اللہ تعالیٰ نے اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔

(2) اللہ تعالیٰ حاکم مطلق ہے، جو چاہے کرے، کسی کا اس پر زور نہیں، اس کے حکم میں دم مارنے کی گنجائش نہیں، کوئی اس کے ارادے کو ٹال نہیں سکتا اور نہ کوئی اس کے ارادے میں ردوبدل کر سکتا ہے۔ وہ سب سے جلدی حساب لینے والا اور ہر ایک سے باز پرس کرنے والا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 570/1)

سوال2: ابلیس کو کب تک کے لئے مہلت دی گئی؟

جواب: ابلیس کو قیامت تک کے لیے مہلت دی گئی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (۳۷) اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (۳۸)﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک تو مہلت دیئے گئے لوگوں میں سے ہے۔ ایسے وقت کے دن تک جو معلوم ہے۔'' (الحجر: 38,37)

﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾

''ابلیس نے کہا: ''پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں اُن کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا'' (16)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال1: ابلیس نیکی کی ہر راہ پر بیٹھا ہے، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... الْمُسْتَقِيْمَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ﴾ ''ابلیس نے کہا: ''پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے'' ابلیس اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا تو اس نے کہا جیسے آپ نے مجھے گمراہ کیا۔ اس نے اپنے تکبر اور خود پسندی کو چھپا کر اللہ تعالیٰ پر الزام لگایا کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا۔

(2) ﴿لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ ''یقیناً میں اُن کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا'' یعنی توحید کے راستے میں، قرآن وسنت کے، علم نافع اور عمل صالح کے راستے میں، اسلام کے راستے میں بیٹھوں گا۔ نیکی کے ہر راستے میں بیٹھ کر لوگوں کو اس راستے پر چلنے سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔

(3) سیدھے راستے میں بیٹھنے سے مراد اللہ تعالیٰ کے راستے اسلام سے روکنے کے لئے اس راستے پر مورچے لگانا ہے۔

(4) جیسا کہ سورۃ ص میں ہے: ﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اس نے کہا: ''تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا۔'' (ص:82)

سوال2: شیطان سیدھے راستے سے روکنے کے لئے کیا تدابیر اختیار کرتا ہے؟

جواب: (1) شیطان انسان کا ایمان اور اس کا عقیدہ خراب کرتا ہے جس کے نتیجے میں اطاعت متاثر ہوتی ہے۔

(2) سیدنا سبرہ بن ابی فاکہہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا: ''بلاشبہ شیطان ابن آدم کے لیے اللہ تعالیٰ کے راستوں پر بیٹھ گیا ہے، مثلاً وہ اسلام کے راستے میں بیٹھتا ہے اور ابن آدم سے کہتا ہے کہ کیا تو اسلام قبول کر کے اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کر دے گا؟ مگر ابن آدم اس کی نافرمانی کر کے اسلام قبول کر لیتا ہے۔ پھر اسی طرح شیطان راہ ہجرت میں آ کر بیٹھ جاتا ہے اور مسلمان سے کہتا ہے، کیا تو ہجرت کر کے اپنی زمین و آسمان کو چھوڑ رہا ہے؟ مہاجر کی مثال تو گھوڑے جیسی ہے، جس کی رسی کو دراز کر دیا گیا ہو، مگر مومن شیطان کی نافرمانی کر کے ہجرت کر جاتا ہے، پھر وہ مومن کے لیے راہ جہاد پر بیٹھ جاتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ یہ تو بس نفس اور مال کی مشقت ہے۔ سو اگر تو جنگ کرے گا اور تو مارا جائے گا، تیری بیوی سے کوئی اور نکاح کر لے گا اور تیرا مال تقسیم کر لیا جائے گا، مگر مرد مومن شیطان کی نافرمانی کرتے ہوئے جہاد کرتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ کام کرتے ہوئے فوت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے، یا اگر شہید ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، اگر غرق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے، اگر اس کی سواری



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کو گرا دے اور وہ فوت ہو جائے تو بھی اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔'' (مسند احمد:3/483، نسائی:3136)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان اپنی پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔ جب اذان ختم ہوتی ہے تو واپس آ جاتا ہے۔ پھر جب تکبیر ہونے لگتی ہے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے اور آدمی کے دل میں وساوس ڈالنا شروع ہو جاتا ہے کہ فلاں بات یاد کر اور فلاں بات یاد کر۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ تین رکعت نماز پڑھی تھی یا چار رکعت۔ جب یہ یاد نہ رہے تو سہو کے دو سجدے کرے۔'' (بخاری:3285)

(4) سیدنا عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: ''سنو! میرے رب نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کو وہ باتیں سکھا دوں کہ جن باتوں سے تم لاعلم ہو۔ (میرے رب نے) آج کے دن مجھے وہ باتیں سکھا دی ہیں۔ (وہ باتیں میں تمہیں بھی سکھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) میں نے اپنے بندے کو جو مال دے دیا ہے وہ اس کے لیے حلال ہے اور میں نے اپنے سب بندوں کو حق کی طرف رجوع کرنے والا پیدا کیا ہے لیکن شیاطین میرے ان بندوں کے پاس آ کر انہیں ان کے دین سے بہکاتے ہیں اور میں نے اپنے بندوں کے لیے جن چیزوں کو حلال کیا ہے وہ ان کے لیے حرام قرار دیتے ہیں اور وہ ان کو ایسی چیزوں کو میرے ساتھ شریک کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ جس کی کوئی حجت میں نے نازل نہیں کی۔'' (مسلم:7207)

﴿ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ

''پھر میں لازماً ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے ان پر آؤں گا

وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾

اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے'' (17)

سوال: شیطان چاروں طرف سے انسان کو گھیرے ہوئے ہے، اس کی وضاحت ﴿ثُمَّ ... شٰكِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) شیطان کو جب یہ علم ہو گیا کہ انسان کمزور ہے تو اس نے انسان پر حملہ آور ہونے کے لیے اجازت مانگی اور وعدہ کیا کہ میں ان کے آگے، پیچھے، دائیں، بائیں سے آؤں گا۔ یوں وہ انسان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



(2)﴿ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''پھر میں لازماً ان کے آگے سے ان پر آؤں گا'' آگے کی جانب سے شیطان اس طرح روکتا ہے کہ آخرت کی یاد نہیں آنے دیتا۔

(3)﴿وَمِنْ خَلْفِهِمْ﴾ ''اور ان کے پیچھے سے آؤں گا'' یعنی دنیا کا شوق دلاؤں گا۔

(4)﴿وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ﴾ ''اور ان کے دائیں سے آؤں گا'' یعنی دین کی باتیں ان کے لیے مشکوک بنادوں گا۔

(5)﴿وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ﴾ ''اور ان کے بائیں سے آؤں گا'' یعنی گناہوں میں دل کشی پیدا کروں گا اور وہ اس میں خوشی حاصل کریں گے۔

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: آگے سے دنیا، پیچھے سے آخرت، دائیں سے نیکیاں اور بائیں سے برائیاں مراد ہیں۔ یعنی دنیا کی رغبت، آخرت سے نفرت، نیکیوں سے عداوت اور برائیوں سے محبت پیدا کروں گا۔ آگے سے آکر کہوں گا کہ نہ جنت ہے نہ جہنم اور نہ زندگی بعد الموت، پیچھے سے آکر دنیا کی رغبت دلاؤں گا اور کہوں گا دنیا کتنی حسین وجمیل اور خوبصورت ہے۔ بس دنیا ہی دنیا ہے۔ آخرت تو محض ایک موہوم چیز ہے۔ دائیں سے آکر کہوں گا کہ ابھی تو جوان ہو خوب جی کھول کر گناہ کرو، بڑھاپے میں نیکیاں کر لینا۔ اور بائیں سے آکر کہوں گا کہ جرائم اور سیاہ کاریاں انسان کی فطرت کے تقاضے ہیں، بھلا کوئی کس طرح اپنی فطرت دبا سکتا ہے؟ گناہوں میں کوئی حرج نہیں۔ خوب خوب گناہ کرو۔ اے انسان! ابلیس تجھے چاروں طرف سے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ البتہ تیرے اوپر نہیں کیونکہ وہ تیرے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں حائل نہیں ہوسکتا۔ اسی وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ شیطانی غلبہ سے، ہر طرف سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔ (مختصر ابن کثیر: 571,570/1)

(7)﴿وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ﴾ ''اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے'' شکر گزاری صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلانے والا رویہ ہے اس لیے ابلیس انتہائی احتیاط کے ساتھ شکر گزاری کے خلاف کام کرتا ہے۔

(8) رسول ﷺ صبح وشام یہ دعا نہیں چھوڑا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْاَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْاَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِيْ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَّمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِكَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ﴾ ''اے اللہ! بیشک میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! بیشک میں تجھ سے اپنے دین اور دنیا میں اور اپنے اہل ومال میں معافی کا اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میرے عیبوں پر پردہ ڈال دے اور میری گھبراہٹوں میں امن دے۔ اے اللہ! تو میری حفاظت فرما میرے سامنے سے،



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میرے پیچھے سے، میری دائیں طرف سے اور میری بائیں طرف سے اور میرے اوپر سے اور میں پناہ مانگتا ہوں تیری عظمت کے ساتھ اس بات سے کہ میں اپنے نیچے سے ناگہاں ہلاک کیا جاؤں۔'' (ابوداؤد:5074)

(9) اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ''یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔'' (فاطر:6)

(10) اللہ رب العزت نے متنبہ فرمایا ہے تاکہ ہم اپنے دشمن سے مقابلے کے لیے تیار رہیں اور شیطان کے داخل ہونے کے راستوں کی معرفت حاصل کر کے اپنی حفاظت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمارے دشمن کی خبر دے کر ہم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

﴿قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نکل جاؤ یہاں سے، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا، یقیناً جو بھی ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو میں لازماً

جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' (18)

سوال: ﴿قَالَ ... اَجْمَعِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نکل جاؤ یہاں سے، مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا'' اللہ رب العزت نے ابلیس کے جواب میں فرمایا: نکل جاؤ۔

(2) ﴿مَذْءُوْمًا﴾ ''مذمت کیا ہوا'' مذمت کے ساتھ۔

(3) ﴿مَّدْحُوْرًا﴾ ''دھتکارا ہوا'' مردود ہو کر یعنی ہر خیر اور بھلائی سے دور ہو کر ذلت وخواری سے نکل جاؤ۔

(4) ﴿لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''یقیناً جو بھی ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو میں لازماً تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں جہنم کو تیری پیروی کرنے والوں سے بھر دوں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اعلان ہے۔ وہ لازمی طور پر جہنم کو سب نافرمان جنوں اور انسانوں سے بھر دے گا۔

(5) ﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا (۶۳) وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا! پھر ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تم سب کا پورا پورا بدلہ یقینا جہنم ہی ہے۔ اور بہکا دے ان میں سے جن کو تو اپنی آواز سے بہکا سکے اور ان پر اپنے سوار اور اپنے پیادے چڑھا لا اور اُن کے مال اور اُن کی اولاد میں اُن کے ساتھ شریک ہو جا اور اُن سے وعدے کر اور شیطان اُنہیں دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا۔ میرے بندوں پر بلاشبہ تجھے کوئی غلبہ نہیں اور آپ کا رب ہی کارساز کافی ہے۔'' (بنی اسرائیل:63-65)

﴿وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

''اور اے آدم! آپ اور آپ کی بیوی دونوں جنت میں رہو اور جہاں سے چاہو دونوں کھاؤ اور دونوں اس درخت کے

الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

قریب نہ جاؤ ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے'' (19)

سوال: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو جنت میں بساتے ہوئے جو حکم دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ ''اور اے آدم! آپ اور آپ کی بیوی دونوں جنت میں رہو'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو جنت میں بسا دیا۔

(2) سیدنا آدم علیہ السلام اور اُن کی بیوی کے لیے جنت اپنی وسعتوں کے ساتھ کھلی ہوئی تھی۔ انہیں آزادی تھی جس چیز کو جیسے چاہیں استعمال کریں۔

(3) ﴿فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ ''اور جہاں سے چاہو دونوں کھاؤ اور دونوں اس درخت کے قریب نہ جاؤ'' رب العزت نے سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی کو یہ حکم دیا تھا کہ جنت میں جہاں سے جو چاہے کھاؤ مگر ایک درخت کے پاس نہ جانا۔ وہ درخت کس چیز کا تھا اس بارے میں ہمیں علم نہیں دیا گیا مگر اس کی تحریم پر رب العزت کا فرمان دلیل ہے: ﴿فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔''

(4) ﴿فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے'' جنت میں واحد پابندی یہ تھی کہ ایک درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(5) سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی نے اس وقت تک اس حکم کی پابندی کی جب تک شیطان نے انہیں نہ بہکایا۔

﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا

"پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا تا کہ وہ ان دونوں کے لیے ظاہر کر دے ان دونوں کی شرمگاہوں سے جو کچھ ان سے چھپایا

وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ

گیا تھا، اور اس نے کہا: "تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ

اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ﴾

یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ" (20)

سوال 1: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کے ساتھ شیطان نے جو مکر و فریب کیا، اس کی وضاحت ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا ... الْخٰلِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) شیطان سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو جنت کی بہاروں میں دیکھ کر ان سے حسد کرنے لگا اور اس نے مکر و فریب اور وسوسے کے ذریعے یہ کوشش شروع کر دی کہ انہیں جنت کی نعمتوں اور خوب صورت لباس سے علیحدہ کر دے۔

(2) ﴿فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ﴾ "پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا" شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ جس چیز سے تمہیں روکا جا رہا ہے وہی جنت کی سب سے اہم چیز ہے۔

(3) اس نے بہکایا کہ اس درخت میں ہمیشہ کی زندگی اور لازوال بادشاہت کا راز چھپا ہوا ہے۔

(4) سیدنا آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی شیطان کی مسلسل نصیحت سے متاثر ہو گئے اور انہوں نے ممنوعہ درخت کا پھل کھا لیا۔

(5) ﴿لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ﴾ "تا کہ وہ اُن دونوں کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان سے چھپایا گیا تھا" تا کہ ان کی شرم گاہوں میں سے جو کچھ چھپایا تھا ان کے لیے ظاہر کر دے۔ (ایسر التفاسیر: 422)

(6) ﴿مِنْ سَوْاٰتِهِمَا﴾ "ان کی شرم گاہوں سے" انسان کی چھپی ہوئی جگہ جس کے ظاہر کرنے کو وہ برا سمجھتا ہے۔ علماء کہتے ہیں اس آیت میں دلیل ہے کہ چھپے ہوئے حصے کو کھولنا بڑے امور میں سے ہے۔ (تفسیر منیر: 4/521)

(7) (i) شیطان کا خاص حربہ حرام ہے، وہ انسان کو حلال رزق سے بدظن کرتا ہے، تھوڑا کر کے دکھاتا ہے اور حرام کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے۔ (ii) شیطان انسان کو یقین دلاتا ہے کہ بڑے فائدے اور بڑی مصلحتیں حرام سے متعلق ہیں یوں وہ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انسان کو بہکا کر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد سے دور کر دیتا ہے۔

(8)﴿وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ﴾ ''اُس نے کہا: تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے نہیں روکا، مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ'' شیطان نے آدم وحوا کے سامنے جھوٹ بولا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اس درخت سے روکنے میں کیا حکمت ہے؟ میں اس راز کو جانتا ہوں کہ اگر تم اس درخت کا پھل کھا لو گے تو فرشتے بن جاؤ گے یا پھر ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی پالو گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى﴾ ''پس شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا، اس نے کہا: ''اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کا درخت نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہت جو پرانی نہ ہو؟'' (طٰہٰ:120)

سوال 2: انسان کس طرح سے کوئی کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے؟

جواب: مسلسل تلقین سے انسان کوئی کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

سوال 3: شیطان انسان کو برائی کے لئے کیسے آمادہ کرتا ہے؟

جواب: (1) شیطان ہر ایک کے ذوق اور حالات کے اعتبار سے انسانوں کو آمادہ کرتا ہے۔

(2) جس انسان کو غذا کا ذوق ہو اسے شیطان ترغیب دلاتا ہے کہ اچھی صحت چاہیے تو شراب پیو۔

(3) جس انسان کو دوسروں سے آگے بڑھنے کا شوق ہو اسے وہ ترغیب دلاتا ہے کہ مخالف کے خلاف تخریبی کاروائیاں شروع کر دو۔

## ﴿وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ﴾

''اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں: ''بلاشبہ میں تم دونوں کے لئے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں'' (21)

سوال: شیطان نے سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو اپنی خیر خواہی کا یقین کیسے دلایا، اس کی وضاحت ﴿وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَقَاسَمَهُمَاۤ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ﴾ ''اور اُس نے اُن دونوں کے سامنے قسمیں کھائیں ''بلاشبہ میں تم دونوں کے لئے یقیناً خیر خواہوں میں سے ہوں'' شیطان نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ میں تمہاری خیر خواہی کرنے والا ہوں۔ اس طرح سیدنا آدم علیہ السلام شیطان کے دھوکے میں آ گئے اور ان کی عقل پر شہوت غالب آ گئی۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا

''پھر اُس نے دھوکے سے اُن دونوں کو نیچے اتار دیا، پھر جب اُن دونوں نے درخت کو چکھا تو اُن دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے

وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ

کے سامنے ظاہر ہوگئیں اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتوں کو چپکانے لگے اور اُن دونوں کو ان کے رب نے پکارا: ''کیا میں نے

اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہ تھا اور میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ شیطان بلاشبہ تم دونوں کا کھلا دشمن ہے؟''(22)

سوال 1: شیطان کے دھوکے میں آنے کا جو انجام ہوا، اس کی وضاحت ﴿فَدَلّٰهُمَا ... عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ﴾ ''پھر اُس نے دھوکے سے اُن دونوں کو نیچے اتار دیا'' شیطان کے دھوکے میں آنے کا انجام یہ ہوا کہ وہ ان دونوں کو نیچے لے آیا یعنی بلند مرتبے سے نیچے لے آیا۔

(2) سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کا بلند مرتبہ یہ تھا کہ وہ گناہوں سے دور تھے۔

(3) ابلیس انہیں پاک زندگی کی بلندی سے اتار کر نافرمانی کی گندی دلدل میں اتار لایا تو انہوں نے آگے بڑھ کر اس درخت کا پھل کھالیا۔

(4) ﴿فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا﴾ ''پھر جب ان دونوں نے درخت کو چکھا تو ان دونوں کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے ظاہر ہوگئیں'' یعنی دونوں کا ستر ظاہر ہوگیا، اس سے پہلے ان کا ستر چھپا ہوا تھا۔ پس اس حالت میں تقویٰ سے باطنی عریانی نے ظاہری لباس میں اپنا اثر دکھایا۔ حتیٰ کہ وہ لباس اتر گیا اور ان کا ستر ظاہر ہوگیا اور جب ان پر ان کا ستر ظاہر ہوا تو وہ بہت شرمسار ہوئے اور جنت کے درختوں کے پتوں سے اپنے ستر کو چھپانے لگے۔ (تفسیر سعدی: 862,861/1)

(5) ﴿وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ﴾ ''اور وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے پتوں کو چپکانے لگے'' شیطان کا سب سے پہلا ہدف انسان کے صنفی یا جنسی اعضاء ہوتے ہیں۔ انسان کو گمراہ کرنے کی سب سے آسان صورت یہ ہوتی ہے کہ فحاشی کے دروازے کھول دے اور جنسی معاملات میں اسے بے راہ رو بنا دے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان میں فطری طور پر جو شرم وحیا کا جذبہ رکھ دیا ہے اس جذبہ کو کمزور تر بنا دے۔ ابلیس اور اس کے چیلوں چانٹوں کی یہ روش آج



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



تک جوں کی توں قائم ہے، ایسے لوگوں کے نزدیک تہذیب وتمدن کی ترقی کا کوئی کام شروع ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ عورت کو بے حیا بنا کر بازار میں نہ لا کھڑا کریں اور اختلاط مرد وزن کی ساری راہیں کھول نہ دیں۔ یہ خیال کہ شیطان نے پہلے حوا علیہا السلام کو گمراہ کیا اور پھر حوا علیہا السلام کے کہنے پر سیدنا آدم علیہ السلام نے بھی اس درخت کا پھل کھالیا غالباً اسرائیلیات سے لیا گیا ہے، کتاب وسنت میں اس کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔ قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے دونوں سے وعدے وعید کیے اور دونوں اس کے چکمے میں آ گئے۔ (تیسیر القرآن:37/2)

(6) الجشمی نے کہا: شرم گاہ کا ستر شریعت آدم میں تھا۔

(7) لوگوں نے اس آیت سے ستر کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔ (تفسیر القاسمی:38/7)

(8) ﴿وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾

''اور ان دونوں کو ان کے رب نے پکارا: ''کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہ تھا اور میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ شیطان بلاشبہ تم دونوں کا کھلا دشمن ہے'' رب العزت نے اس حالت میں ان کو زجر وتوبیخ کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں نے تمہیں اس درخت سے روکا نہ تھا؟ کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر تم نے اپنے دشمن کی اطاعت کر کے ممنوعہ درخت کا پھل کیوں کھایا؟

سوال 2: شیطان انسان کو گمراہ کرنے کا مقصد کیسے حاصل کرتا ہے؟

جواب: شیطان انسان کو دھوکہ دے کر گمراہ کرتا ہے۔

سوال 3: شیطان انسان کے بارے میں کون سی کوشش مستقل کرتا رہتا ہے؟

جواب: (1) شیطان انسان کو اپنے راستے پر لانے کی مستقل کوشش کرتا ہے۔

(2) شیطان یہ چاہتا ہے کہ جیسے خود محروم ہوا ہے ایسے ہی انسان کو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کر دے۔

سوال 4: انسان شیطان کے مقابلے میں کیا کرے؟

جواب: انسان شیطان کی پکار کو چھوڑ کر رب کی طرف دوڑے اور شیطان کے منصوبہ کو ناکام بنا دے۔

سوال 5: شیطان اور انسان کے درمیان عملاً جنگ کیسے ظاہر ہوتی ہے؟

جواب: (1) شیطان اور انسانوں کے درمیان جنگ دو گروہوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

(2) کچھ لوگ شیطان کے وسوسوں کا شکار ہو کر اس کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ رب کی پکار پر لبیک کہتے ہیں۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(3) شیطان کے ساتھی رب کو پا لینے والے، حق پرست کو ناکام کرنے کے لئے کوشش شروع کر دیتے ہیں۔

(4) شیطان دلوں میں نفرت کی آگ بھڑکاتا ہے جس کے نتیجے میں لوگ رب کی پکار پر لبیک کہنے والوں کے خلاف ہو جاتے ہیں۔

سوال 6: سیدنا آدم علیہ السلام اور ابلیس کے قصے سے کیا پتا چلتا ہے؟

جواب: (1) سیدنا آدم علیہ السلام اور ابلیس کے قصے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں ہدایت اور گمراہی کا معرکہ تب شروع ہوتا ہے جب انسان کے اندر حسد اور تکبر کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ (2) انسان ''میں بہتر ہوں'' کے جذبات سے مجبور ہو کر اپنے ہی بھائی کی خوبی کا اعتراف کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہی شیطان کے راستے کا مسافر بننا ہے۔

سوال 7: جب اللہ تعالیٰ نے اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا پھر وہ کیسے شیطان کے دام میں پھنس گئے؟

جواب: مدتوں گزر چکی تھیں کہ سیدنا آدم وسیدہ حوا علیہم السلام دونوں عیش وآرام سے جنت میں رہ رہے تھے اور انہیں اس درخت کے پاس آنے کا کبھی خیال ہی نہ آیا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم انہیں بھول ہی گیا تھا اس وقت شیطان کو اس نافرمانی پر اکسانے کا موقع مل گیا، جیسا کہ آیت سے واضح ہے: ﴿فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا﴾ ''تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی۔'' (طٰہٰ: 115) (تیسیر القرآن: 37/2)

سوال 8: شیطان کا اصل جرم کیا تھا؟

جواب: شیطان کا اصل جرم، اعتراف نہ کرنا تھا۔

سوال 9: شیطان انسانوں کے درمیان ٹکراؤ کی کیفیت کیسے پیدا کرتا ہے؟

جواب: (1) جب انسان اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر اٹھتا ہے تو شیطان دوسروں کے دل میں شبہات پیدا کرتا ہے۔

(2) شیطان چھوٹے کو بڑے کے خلاف اٹھا کھڑا کرتا ہے کہ وہ لحاظ نہ کرے۔

(3) شیطان واجب الادا حقوق کے بارے میں سکھاتا ہے کہ انسان حقدار کا حق ادا نہ کرے۔

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا سكتة وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا

''ان دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا

لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾

تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' (23)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام نے اپنی غلطی کا اعتراف کیسے کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَا ... مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا آدم علیہ السلام سے خطا ہوگئی مگر فوراً ہی توبہ کی، سخت نادم ہوئے اور کہا: اگر میں توبہ کرلوں اور گناہوں کی معافی مانگ لوں تو کیا مجھے معاف کر دیا جائے گا؟ فرمایا: ہاں پھر میں تمہیں جنت میں بسا دوں گا لیکن ابلیس نے بجائے معافی کے مہلت مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کی دعائیں قبول کرلیں اور ہر ایک کی مراد پوری کی۔ (عبدالرزاق)

(2) اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی ندامت کو دیکھتے ہوئے انہیں توبہ کے الفاظ سکھا دیئے اور سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام دونوں نے دعا کی: (3) ﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا﴾ ''ان دونوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا'' دونوں نے کہا ہم نے شیطان کی اطاعت کر کے اور آپ کے حکم کی نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ (تفسیر مراغی: 278/3)

(4) ﴿وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے'' یعنی ہم سے وہ گناہ سرزد ہو گیا جس سے تو نے ہمیں روکا تھا۔ ہم نے گناہ کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو سخت نقصان پہنچایا اور اگر تو نے گناہ اور اس کے عقوبت کے آثار کو نہ مٹایا اور اس قسم کی خطاؤں سے توبہ قبول کر کے معافی کے ذریعے سے ہم پر رحم نہ کیا، تو ہم نے سخت خسارے کا کام کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ ﴿وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى (۱۲۱) ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى (۱۲۲)﴾ ''اور آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گیا۔ پھر اس کے رب نے اسے چن لیا، پس اس پر توجہ فرمائی اور ہدایت دی۔'' (طٰہٰ: 121,122)

(5) یہ رویہ سیدنا آدم علیہ السلام کا تھا، مگر اس کے برعکس ابلیس اپنی سرکشی پر جما رہا اور نافرمانی سے باز نہ آیا۔ پس جو کوئی سیدنا آدم علیہ السلام کی طرح اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے ندامت کے ساتھ مغفرت کا سوال کرتا ہے اور گناہ سے باز آ جاتا ہے تو اس کا رب اسے چن لیتا ہے اور سیدھی راہ پر ڈال دیتا ہے اور جو کوئی ابلیس کی طرح اپنے گناہ اور نافرمانی پر جم جاتا ہے اور اس کی نافرمانیاں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دوری کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی: 862/1)

﴿قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾

اور کچھ سامان زندگی ہے" (24)

سوال 1: زمین کی طرف اترنے کے حکم کی وضاحت ﴿قَالَ اهْبِطُوْا ... اِلٰى حِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اهْبِطُوْا﴾ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اتر جاؤ" یعنی آدم وحوا علیہم السلام اور ابلیس کو جنت سے زمین پر اتارا گیا۔ (2) ﴿بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ "تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے" اس دشمنی کا سلسلہ جاری ہے۔

(3) ﴿وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ "اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھہرنا ہے" زمین انسان کے لئے ہر طرح کی ضروریات زندگی فراہم کرتی ہے۔

(4) زمین زندہ انسانوں کی زندگی کے لئے پناہ گاہ ہے اور مردہ انسانوں کے لئے زمین کا پیٹ پناہ گاہ ہے۔

(5) ﴿وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ﴾ "اور کچھ سامان زندگی ہے" ہر انسان اپنی موت تک اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

(6) نسل انسانی قیامت تک فائدہ اٹھا سکتی ہے۔

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ﴾ "دنیا متاع ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے۔" (مسلم: 3649)

سوال 2: انسان اور جن ایک دوسرے کے دشمن کیوں ہیں؟

جواب: سیدنا آدم علیہ السلام کی فضیلت کی وجہ سے ابلیس حسد میں مبتلا ہوا اور دشمنی کا آغاز ہو گیا۔ اب ابلیس دشمنی کا پورا شعور رکھتا ہے، انتقام لیتا ہے لیکن نسل آدم کی اکثریت کو دشمنی کا شعور نہیں ہے۔

سوال 3: کیا سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر اترنے کا حکم سزا کے طور پر دیا گیا تھا؟

جواب: جنت سے زمین پر اتارنا سزا کے طور پر نہیں تھا بلکہ انسان کی زندگی کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے تھا۔

ع 2 15 9

﴿قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ﴾

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اسی میں تم جیو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اُسی میں سے تم نکالے جاؤ گے" (25)

سوال: موت اور حیات زمین ہی کے سپرد ہے، اس کی وضاحت ﴿قَالَ فِيْهَا ... تُخْرَجُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اسی میں تم جیو گے" زمین زندہ انسانوں کے لئے خدمت گار ہوگی۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(2)﴿وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ﴾ ''اور اسی میں تم مرو گے'' زمین مردہ انسانوں کے وجود کے لئے پناہ گاہ ہوگی، انسان مٹی کے ذرات میں بھی بدل جائیں زمین ہی کا حصہ رہیں گے۔

(3)﴿وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ﴾ ''اور اسی میں سے تم نکالے جاؤ گے'' یوم البعث کو زمین اپنے سارے بوجھ نکال کر باہر پھینک دے گی۔(4)یوم البعث تک زمین انسان کے بارے میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی پابند ہے۔

(5)انسان کی زندگی، موت اور موت کے بعد کی زندگی زمین ہی کے سپرد ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ ''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی میں سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔'' (طٰہٰ:55)

(6)زمین کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایسی زندگی رکھی ہے جس کا موت پیچھا کر رہی ہے۔یہ زندگی امتحان ہے۔اس دنیا کے امتحان میں کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں، تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے جنت میں واپس جانے کے قابل ہو جائیں۔اس زندگی کے بعد موت آئے گی پھر زمین میں دفن ہونے کے بعد جب مدت پوری ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور دائمی قیام کے گھر میں داخل کرے گا۔یا ارحم الراحمین وہی دعا ہے جو سیدہ آسیہ علیہا السلام نے آپ سے مانگی تھی۔﴿رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ﴾ ''اے میرے رب! میرے لیے اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے۔'' (التحریم:11)

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ

''اے اولادِ آدم! یقیناً ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت ہے اور تقویٰ کا لباس ہی

ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾

بہترین ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ سبق حاصل کریں'' (26)

سوال 1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے جاہلیت کے زمانہ میں لوگ کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کیا کرتے تھے مرد دن میں اور عورتیں رات میں۔ان کا قول تھا کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کیے ہیں ان کو پہنے ہوئے ہم طواف نہیں کریں گے۔اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔قتادہ رحمہ اللہ نے کہا:عورت دوران طواف اپنی شرمگاہ پر ہاتھ رکھے ہوئے کہتی تھی آج اس کا کچھ حصہ کھلا ہو یا سب برہنہ ہو میں اس کو کسی کے لئے حلال نہیں کروں گی، اس پر اللہ تعالیٰ نے کپڑے پہننے کا حکم دیا اور فرمایا:ہم



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا ہے۔(تفسیر مظہری:195/4)

سوال 2: لباس انسان کی کن ضروریات کی تکمیل کرتا ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰبَنِيْٓ ۔۔۔ وَرِيْشًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ﴾ ''اے اولادِ آدم!'' یہاں صرف ایمان والوں کو مخاطب نہیں کیا گیا۔ ساری اولادِ آدم کو مخاطب کیا گیا۔

(2) ﴿قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا﴾ ''یقیناً ہم نے تم پر لباس اتارا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنا احسان بیان فرمایا ہے کہ اس نے انسان کے لیے لباس نازل کیا ہے یعنی اس کو پیدا کیا اور اس کا رزق دیا تاکہ عبادت اور اطاعت میں مدد ملے۔

(3) (i) لباس انسان کی فطری ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا جسم دیا ہے کہ اُس کے قابل شرم حصے کھلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے فطری جذبۂ شرم وحیا کے لئے اس کی فطرت پر لباس کا الہام کیا ہے تاکہ وہ اپنی عقل سے کام لے کر اپنے لیے لباس فراہم کرے۔ (ii) لباس انسان کی اخلاقی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے اسی وجہ سے انسان لباس سے اپنے قابل شرم حصوں کو ڈھانپتا ہے۔

(iii) لباس انسان کی طبعی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے۔ یہ لباس موسم کے سرد وگرم سے بھی اس کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس کے حسن ووقار کا باعث بنتا ہے۔

(iv) لباس انسان کی روحانی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے روح کا لباس تقویٰ ہے جو اسے شیطان کے حملوں سے بچاتا ہے اور اس کے اخلاق ومعاملات کو سنوار کر اسے جنت جیسے اعلیٰ مقام کے قابل بناتا ہے۔

(4) ﴿يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا﴾ ''جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت ہے'' اس میں اشارہ ہے کہ ستر پوشی اور لباس انسان کی فطری خواہش اور ضرورت ہے، کسی مذہب وملت کے امتیاز کے بغیر سب ہی اس کے پابند ہیں، پھر اس کی تفصیل میں تین قسم کے لباسوں کا ذکر فرمایا: اول ﴿لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ﴾ اس میں یواری، موارات سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں چھپانے کے اور ﴿سَوْاٰةٌ﴾، سَوْءَةٌ کی جمع ہے، ان اعضاء انسانی کو سوءۃ کہا جاتا ہے جن کے کھلنے کو انسان فطرتاً برا اور قابل شرم سمجھتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہم نے تمھاری صلاح وفلاح کے لئے ایک ایسا لباس اتارا ہے، جس سے تم اپنے قابل شرم اعضاء کو چھپا سکو۔ اس کے بعد فرمایا: ﴿وَرِيْشًا﴾ ریش اس لباس کو کہا جاتا ہے جو آدمی زینت وجمال کے لئے استعمال کرتا ہے، مراد یہ ہے کہ صرف ستر چھپانے کے لئے تو مختصر سا لباس کافی ہوتا ہے، مگر ہم نے تمہیں اس سے زیادہ لباس اس لئے عطا کیا کہ تم اس کے ذریعہ زینت وجمال حاصل کرسکو اور اپنی ہیئت کو شائستہ بنا سکو۔(معارف القرآن:533/3)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(5)اس میں لباس کے دو فائدے بتلائے گئے، ایک ستر پوشی، دوسرے سردی گرمی سے حفاظت اور آرائش بدن اور پہلے فائدے کو مقدم کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ انسانی لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے اور یہی اس کا عام جانوروں سے امتیاز ہے کہ جانوروں کا لباس جو قدرتی طور پر ان کے بدن کا جز بنا دیا گیا ہے اس کا کام صرف سردی گرمی سے حفاظت یا زینت ہے، ستر پوشی کا اس میں اتنا اہتمام نہیں، البتہ اعضائے مخصوصہ کی وضع ان کے بدن میں اس طرح رکھ دی ہے کہ بالکل کھلے نہ رہیں، کہیں ان پر دم کا پردہ کہیں دوسری طرح کا۔(معارف القرآن:534/3)

(6)شریعت اسلام جو انسان کی ہر اصلاح وفلاح کی کفیل ہے اس نے ستر پوشی کا اہتمام اتنا کیا کہ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی کو قرار دیا، نماز، روزہ وغیرہ سب اس کے بعد ہے۔(ابن کثیر، مسند احمد)(معارف القرآن:534/3)

(7)اسلام میں ستر کے ڈھانکنے کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ تنہائی میں بھی ننگا رہنے کی اجازت نہیں۔سنن ترمذی میں ہے کہ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کے نبی ﷺ! ہم اپنی شرمگاہیں کس قدر کھول سکتے ہیں اور کس قدر چھپانا ضروری ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی شرمگاہ اپنی بیوی اور اپنی لونڈی کے سوا ہر ایک سے چھپاؤ،'' میں نے پھر کہا: جب لوگ مل جل کر رہ رہے ہوں (تو ہم کیا اور کیسے کریں؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تب بھی تمہاری ہر ممکن کوشش یہی ہونا چاہیئے کہ تمہاری شرمگاہ کوئی نہ دیکھ سکے،'' میں نے پھر کہا: اللہ کے نبی ﷺ! جب آدمی تنہا ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کے مقابل اللہ تو اور زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔'' (جامع ترمذی:2794)(انوار البیان:312/2)

(8)سیدنا آدم علیہ السلام کے واقعہ اور قرآن کریم کے اس ارشاد سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ ستر پوشی اور لباس انسان کی فطری خواہش اور پیدائشی ضرورت ہے، جو اول دن سے اس کے ساتھ ہے اور آج کل کے بعض فلاسفروں کا یہ قول سراسر غلط اور بے اصل ہے کہ انسان اول ننگا پھرا کرتا تھا، پھر ارتقائی منزلیں طے کرنے کے بعد اس نے لباس ایجاد کیا۔(معارف القرآن:535/3)

(9)شیطان نے جس کا نام ترقی رکھ دیا ہے وہ عورت کو شرم وحیا سے محروم کر کے منظر عام پر نیم برہنہ حالت میں لے آنے کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوتی۔(معارف القرآن:534/3)

(10)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دوزخیوں کی دو جماعتیں ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا (کیونکہ وہ میرے بعد ظاہر ہوں گے) اول تو وہ لوگ جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے ان سے لوگوں کو مارا کریں گے اور دوسری جماعت ایسی عورتوں کی ہوگی جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی، مردوں کو مائل کرنے والی اور خود ان کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ان کے سر خوب بڑے بڑے اونٹوں کے کوہانوں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی طرح ہوں گے جو جھکے ہوئے ہوتے ہیں یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی۔'' (مسلم:205)

(12)﴿وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو پیدا کیا ہے ان کے سائے بھی تمہارے لیے بنائے ہیں اور پہاڑوں میں تمہارے لیے چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے قمیضیں بنائیں جو تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں اور ایسی قمیضیں بھی جو تمہیں جنگ میں بچاتی ہیں۔'' (النحل:81)

سوال 3: تقویٰ کا لباس بہتر ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ ''اور تقویٰ کا لباس ہی بہترین ہے'' تقویٰ روح کا لباس ہے۔ عبدالرحمان بن اسلم فرماتے ہیں: جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور اپنی شرمگاہ چھپائے تو یہ لباس تقویٰ ہے۔ (تفسیر طبری:8/197)

(2) تقویٰ اللہ تعالیٰ کا ایسا ڈر ہے جو انسان کے شعور پر غالب رہتا ہے۔ یہ غلبہ اسی طرح کا ہے جیسے انسان کے جسم پر لباس ہوتا ہے۔

(3) تقویٰ کا لباس حسی لباس سے بہتر ہے کیونکہ لباس تقویٰ بندے کے ساتھ ہمیشہ رہتا ہے کبھی پرانا اور بوسیدہ نہیں ہوتا اور لباس تقویٰ قلب وروح کا جمال ہے۔ رہا حسی اور ظاہری لباس تو اس کی انتہا یہ ہے کہ یہ ایک محدود وقت کے لیے ظاہری ستر کو ڈھانپتا ہے یا انسان کے لیے خوب صورتی کا باعث بنتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کا اور کوئی فائدہ نہیں۔ نیز فرض کیا یہ لباس موجود نہیں تب زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اس کا ظاہری ستر منکشف ہو جائے گا جس کا اضطراری حالت میں منکشف ہونا نقصان دہ نہیں اور اگر لباس تقویٰ معدوم ہو جائے تو باطنی ستر کھل جائے گا اور اسے رسوائی اور فضیحت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (تفسیر سعدی:1/863)

(4)(i) تقویٰ اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید سے اس کی اطاعت کرنے اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے نواہی سے رکنے کا نام ہے۔

(ii) تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، اس کائنات کی بڑی سچائی کا اعتراف ہے۔

(iii) تقویٰ اپنی حیثیت کو پہچاننے اور مقصد زندگی کے شعور کا عمل ہے۔

(iv) تقویٰ اپنوں اور غیروں کے لئے ایک معیار رکھتا ہے۔

(v) تقویٰ تواضع ہے، غلامی کا راستہ اختیار کرنا ہے، آخرت کی طرف توجہ کرنے کا عمل ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(vi)انسان جب ان ساری کیفیات، اوراعمال کواوڑھ لیتا ہے تو یہ تقویٰ کالباس بن جاتا ہے جواس کے دل کی زینت بنتا ہے۔

(5)تقویٰ کے بغیرانسان کااندرونی وجودعریاں ہے ایک انسان اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت زندگی نہیں گزارتا تو اپنے آپ کوعریاں کرلیتا ہے۔

(6)(i)تقویٰ کالباس انسان کوشیطان کے حملوں سے بچاتا ہے۔

(ii)تقویٰ کالباس انسان کواللہ تعالیٰ کی غلامی میں لے آتا ہے۔

(iii)تقویٰ کالباس انسان سے اطاعت کرواتا ہے۔

(iv)تقویٰ کالباس انسان کوجنت میں بسنے کے قابل بناتا ہے۔

سوال4:﴿ذٰلِكَ ... يَذَّكَّرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ سبق حاصل کریں'' یعنی لباس اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔اس ظاہری لباس سے تم اپنے باطنی لباس کے لیے مدد لوگے یعنی ظاہری حیاسے باطنی حیااورایمان کے لیے مدد ملے گی۔

(2)دنیا کانظام اللہ تعالیٰ نے ایسابنایا ہے کہ جوکچھ ظاہر ہے وہ چھپے ہوئے کی نشانی ہے۔انسان ظاہری چیزوں پرغوروفکر کرکے چھپی ہوئی حقیقتوں تک پہنچ جاتا ہے ایسا ہی معاملہ لباس کا ہے۔

(3)انسان کوتمام جانوروں سے مختلف لباس دیا گیا ہے،دنیا کی اور کوئی مخلوق لباس نہیں پہنتی۔سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے لے کرآج تک کے دور میں انسان طرح طرح کے رنگ رنگ کے لباس پہنتا رہا ہے۔

(4)انسان کااپنے بدن کوڈھانپنا اسے توجہ دلاتا ہے کہ اس کی روح کوبھی لباس کی ضرورت ہے۔یوں انسان کا ظاہری لباس روح کے لباس تقویٰ کے لئے نشانی بن جاتا ہے اسی لئے رب نے فرمایا:﴿لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ﴾ ''شاید کہ لوگ سبق حاصل کریں۔''

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا

''اے اولادِآدم!شیطان تمہیں ہرگز فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ اُس نے تمہارے والدین کوجنت سے نکلوادیا تھا،وہ اُن دونوں کے لباس



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا

ان سے اتروانا تھا تا کہ وہ اُن دونوں کو ایک دوسرے کی شرمگاہیں دکھادے یقیناوہ اوراس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں

تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے، یقیناہم نے شیطانوں کواُن لوگوں کے لیے دوست بنادیا ہے جوایمان نہیں لاتے" (27)

سوال: شیطان کے بہکاوے سے بچنے کی جو تلقین کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰبَنِيْٓ ... يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ﴾ "اے اولادِ آدم! شیطان تمہیں ہرگز فتنے میں نہ ڈالے" اللہ رب العزت نے اولاد آدم کو خطاب کر کے شیطان کے بہکاوے سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے کہ اے اولاد آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں فتنے میں ڈال دے، وہ تمہارے سامنے گناہوں کو مزین کر کے پیش کرے، تمہیں گناہوں کی ترغیب دے اور تم اس کی بات مان لو۔

(2)﴿كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ﴾ "جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوادیا تھا" یعنی سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو بلند ترین مرتبے سے نیچے گرادیا تھا۔ مقام بندگی سے مقام معصیت تک پہنچادیا تھا۔ شیطان سے بچو۔ وہ تمہیں گمراہ کرنے سے بھی غافل نہیں ہوگا۔

(3) شیطان نے دونوں سے لباس اتروادیے تھے تا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے کی شرم گاہیں دکھادے، تم پر بھی وہ اسی راستے سے آئے گا کہیں وہ تمہارے بھی لباس نہ اتروادے۔ شیطان جن راستوں سے شب خون مارتا ہے ان راستوں سے غافل نہ رہو۔ (4) شیطان انسان کو عریانیت کے فتنے میں مبتلا کرتا ہے۔ عریانیت حیوانات کی ایک خصوصیت ہے۔

(5)(i) انسان عریانیت کی طرف اسی وقت مائل ہوتا ہے جب وہ مقام انسانیت سے گر جائے۔

(ii) شیطان انسان کو کمزور مقامات سے گراتا ہے۔ انسان کے کمزور مقامات جنسی خواہشات اور مرتبے کے حصول کی خواہش ہے۔ (iii) شیطان انسان کی جنسی خواہشات کو ابھارتا ہے۔ (iv) وہ ایسے معصوم راستوں سے انسان کی طرف آتا ہے کہ انسان کا ان کی طرف گمان بھی نہیں جاتا۔ (v) شیطان عریانیت کو ترقی کا راز بنا کر انسانوں کے سامنے رکھتا ہے پھر انسان اپنی حیا اور ستر پوشی کو ترقی کے راستے کی رکاوٹ سمجھ لیتا ہے۔ (vi) شیطان عریانیت کے لئے اہل قلم کا قلم استعمال



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرتا ہے۔ذرائع ابلاغ اور میڈیا کو دن رات مصروف کرتا ہے۔

(vii) شیطان قلم اور میڈیا کے ذریعے انسان کی فطری شرم وحیا کو چھین لیتا ہے۔یہ نفس کی عریانی ہے۔اس عریانی کے لئے قلم، آواز اور سکرین کام کر رہی ہے۔

(6) ﴿اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ ''یقیناوہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے'' اس سے مراد شیطان کی نسل ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم نہیں دیکھ سکتے اس لئے وہ بہکانے کی زیادہ استطاعت رکھتا ہے۔لہٰذا ہوشیار ہو جاؤ، محتاط ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں بہکائے اور تمہیں پتہ ہی نہ چلے۔

(7) ﴿اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یقیناہم نے شیطانوں کو اُن لوگوں کے لیے دوست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے'' ایمان نہ لانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے شیطان کا دوست بنایا ہے، شیطان کو ان کے ساتھ لگا دیا ہے۔

(8)(i) شیطان دوست بن کر گمراہ کرتا ہے۔

(ii) شیطان اپنے دوستوں کو جدھر لے جانا چاہے لے جاتا ہے۔

(iii) شیطان کے مقابلے میں ایمان نہ لانے والوں کا کوئی مددگار اور معاون نہیں ہوگا

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم میں سے جب کوئی شخص سونے لگتا ہے تو شیطان اس کی گدی میں تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ لگاتے ہوئے لوری دیتا ہے کہ ابھی رات لمبی ہے سو جا پس اگر وہ بیدار ہوا اور بیدار ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد اگر اس نے وضو کیا تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اس کے بعد جب نماز پڑھ لیتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ خوش طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتا ہے ورنہ وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کی طبیعت گندی ہوتی ہے اور اس پر سستی چھائی ہوتی ہے۔'' (بخاری:531)

(10) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے ایک آدمی کا ذکر ہوا کہ وہ صبح تک سوتا رہا اور نماز کے لیے نہ اٹھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شخص ایسا ہے جس کے کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔'' (صحیح بخاری:463/1)

(11) ﴿اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا﴾ ''تو کیا تم میری بجائے اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ظالموں کے لیے بہت بُرا بدلہ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔'' (الکہف:50)

(12) ایمان کے ساتھ شیطان سے دوستی نہیں ہوتی۔ ایمان نہ ہو تو یہ دوستی ہو جاتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (۹۹) اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ (۱۰۰)﴾ ''ان لوگوں پر یقیناً اس کا کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور جو اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور تو صرف ان ہی پر چلتا ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شریک کرنے والے ہیں۔'' (النحل:100,99)

(13) سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قضاء حاجت کی جگہیں (شیاطین کے) حاضر ہونے کی جگہیں ہیں اس لیے جب تم میں کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے جائے تو (اللہ تعالیٰ سے ان کلمات کے ساتھ) یوں دعا مانگے: ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ﴾ ''میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں شیاطین سے ان کے مردوں سے اور عورتوں سے۔'' (ابوداؤد:2/1)

﴿وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ

''اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔''

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

آپ کہہ دیں: ''یقیناً اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا، کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہتے ہو جو تم جانتے نہیں؟'' (28)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) اسلام سے پہلے جاہلیت عرب کے زمانہ میں شیطان نے لوگوں کو جن شرم ناک اور بیہودہ رسموں میں مبتلا کر رکھا تھا ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ قریش کے سوا کوئی شخص بیت اللہ کا طواف اپنے کپڑوں میں نہیں کر سکتا تھا، بلکہ یا وہ کسی قریشی سے اس کا لباس عاریت کے طور پر مانگے یا پھر ننگا طواف کرے۔ اور ظاہر ہے کہ سارے عرب کے لوگوں کو قریش کے لوگ کہاں تک کپڑے دے سکتے تھے، اس لئے ہوتا یہی تھا کہ یہ لوگ اکثر ننگے ہی طواف کرتے تھے، مرد دن میں اور عورتیں عموماً رات کے اندھیرے میں طواف کرتی تھیں، اور اپنے اس فعل کی شیطانی حکمت یہ بیان کرتے تھے کہ ''جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں انہی کپڑوں میں بیت اللہ کے گرد طواف کرنا خلاف ادب ہے۔'' (اور یہ عقل کے اندھے یہ نہ سمجھتے تھے کہ ننگے طواف کرنا اس سے زیادہ خلاف ادب اور خلاف انسانیت ہے) صرف قریش کا قبیلہ بوجہ خدام حرم ہونے کے اس



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



عریانی کے قانون سے مستثنیٰ سمجھا جاتا تھا۔ آیات مذکورہ میں پہلی آیت اسی بیہودہ رسم کو مٹانے اور اس کی خرابی کو بتلانے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ (معارف القرآن:3/538,539)

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایام جاہلیت میں عورت برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتی اور کہتی جاتی: ﴿اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ فَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ﴾ ''آج میرے جسم کا کچھ حصہ یا سارا جسم ہی ننگا ہوگا اور جو ننگا ہوگا اسے میں کسی کے لیے حلال قرار نہیں دوں گی۔ تو آیت ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ''ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو'' اسی بارے میں نازل ہوئی۔'' (الاعراف:31)(مسلم:7551)

سوال 2: کافر بے حیائی کے کام کرتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً﴾ ''اور جب وہ کوئی بے حیائی کرتے ہیں'' فحش سے مراد ہر وہ کام ہے جو برا اور انتہائی قبیح ہو۔ عریاں ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔

(2) کسی بھی معاملے میں حد سے گزر جانا بے حیائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شرم وحیا اور تقویٰ کا حکم دیا ہے انسان جب شرم وحیا کی حد سے گزرتا ہے، عریاں ہوتا ہے تو یہ بھی فحاشی میں آتا ہے۔

(3) ﴿قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا﴾ ''تو کہتے ہیں: ''ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا ہے'' مشرکین عرب اپنی فحاشی کے لئے دلیل دیتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسے ہی کرتے پایا ہے۔

(4) ﴿وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے'' وہ اس بے حیائی کے کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے میں جھوٹ بولتے ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''یقینا اللہ تعالیٰ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا'' یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کمال کے لائق نہیں کہ وہ اپنے بندوں کو فحش کا حکم دے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فحش کا حکم دیا ہے جس کا ارتکاب یہ مشرک کرتے ہیں نہ کسی اور فحش کام کا۔ (تفسیر سعدی:1/865)

(6) جس رب نے حیا اور تقویٰ کا حکم دیا ہے وہ بے حیائی کا حکم کیسے دے سکتا ہے؟

(7) اس نے تو بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں، غیرت ہی کی وجہ سے اس نے (تمام) بے حیائیوں کو حرام کر دیا ہے۔'' (بخاری:7403)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(8)﴿اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں کہتے ہو جو تم جانتے نہیں؟'' کیا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جس کو جانتے نہیں ہو۔ یہ ہر جاہلیت کی خصوصیت ہے۔ نفس کی خواہشات سے Dictation لینے والے اللہ تعالیٰ پر یوں ہی بات کیا کرتے ہیں۔

سوال 3: مشرکین کو یہ اطلاع کس نے دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بے حیائی کا حکم دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے احکامات اور قوانین تو اس کی کتابوں اور رسولوں سے پتہ چلتے ہیں۔ کوئی شخص کسی بات کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں پھیر سکتا جب تک کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہ ہو، کیونکہ سند کے بغیر کوئی بات قبول نہیں کی جاسکتی اور اس بات کی کوئی سند نہیں اس لئے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات انہوں نے خود کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دی۔

﴿قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں: ''میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے'' اور ہر نماز کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو، اور دین کو اس کے لیے خالص کر کے اُسی کو پکارو، جیسے اس نے تمہاری ابتدا کی، اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے'' (29)

سوال 1: اللہ تعالیٰ انصاف کا حکم دیتا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... تَعُوْدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ﴾ ''آپ کہہ دیں: میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے'' آپ کہہ دیں کہ میرا رب عدل وانصاف کا اور امانت ودیانت کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں سے روکتا ہے۔

(2)﴿بِالْقِسْطِ﴾ یعنی قول، حکمت اور عمل میں عدل۔

(3) اللہ تعالیٰ نے عبادات ومعاملات میں ظلم کا نہیں عدل کا حکم دیا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 445)

(4) میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان اور اس کی عبادت میں توحید کا حکم دیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اور فحاشی کے کام نہیں ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 446,445)

(5)﴿وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ''اور ہر نماز کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو'' یعنی عبادت میں اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رکھیں اور اس کو ظاہر اور باطن میں مکمل کرنے کی کوشش کریں اور اسے ہر طرح کے نقص اور فساد سے پاک



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنے کی کوشش کریں۔

(6)﴿وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ''اور دین کو اس کے لیے خالص کر کے اسی کو پکارو'' دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے سے مراد ہے کہ ہر کام کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا رکھو۔

(7) یہ دعا، دعائے مسئلہ اور دعائے عبادات دونوں کو شامل ہے یعنی تمہاری دعا کی تمام اغراض میں اللہ تعالیٰ کی عبودیت اور اس کی رضا کے سوا کوئی اور مقصد اور ارادہ نہیں ہونا چاہیے۔(تفسیر سعدی:865/1)

(8) زندگی کے سارے طریقوں کو رب کے لئے خالص کر لیں۔

(9)﴿كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ﴾ ''جیسے اس نے تمہاری ابتداء کی، اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے'' یعنی تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ وہ ذات جس نے تخلیق کی ابتداء کی اس کے لیے اعادہ کرنا زیادہ آسان ہے۔

(10) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں وعظ فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں برہنہ پاؤں، برہنہ جسم اور بغیر ختنوں کے جمع کیے جاؤ گے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کی ابتداء کی تھی اسی طرح ہم اس کا اِعادہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے۔ یقیناً ہم کرنے ہی والے ہیں۔'' (الانبیاء:104)(بخاری:3349؛مسلم:7201)(11) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے صادق المصدوق رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: ''تمہاری پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دنوں تک (نطفہ کی صورت) میں کی جاتی ہے اتنے ہی دنوں تک پھر ایک بستہ خون کے صورت میں اختیار کئے رہتا ہے اور پھر وہ اتنے ہی دنوں تک ایک مضغہ گوشت رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کے عمل، اس کا رزق، اس کی مدت زندگی اور یہ کہ بد ہے یا نیک، لکھ لے۔ اب اس نطفہ میں روح ڈالی جاتی ہے (یاد رکھ) ایک شخص (زندگی بھر نیک) عمل کرتا رہتا ہے اور جب جنت اور اس کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر سامنے آجاتی ہے اور دوزخ والوں کے عمل شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص (زندگی بھر برے) کام کرتا رہتا ہے اور جب دوزخ اور اس کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر غالب آجاتی ہے اور جنت والوں کے کام شروع کر دیتا ہے۔(بخاری:3208)

(12) موت کے بعد دوبارہ زندگی کو ماننا انصاف ہے۔ انسان کو جب زندگی ملتی ہے تو وہ عدم سے وجود میں آتا ہے۔ موت



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے بعد کی زندگی کو ماننا اس اعتبار سے انصاف ہے کہ انسان دراصل اسی حقیقت کو مانتا ہے جو اس کی پیدائش کے موقع پر پیش آ چکی ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ اعتدال کا حکم دیتا ہے کیسے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے کا، بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔ حیا کے تقاضوں کی تکمیل ہی حد اعتدال ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ عبادت کی حد مقرر کرتا ہے کہ صرف اس کی بندگی کرو، یہ بندگی کی حد اعتدال ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ پکارنے کی حد مقرر کرتا ہے کہ صرف اس کو پکارو، یہی حد اعتدال ہے۔

(4) دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرنا، دین کا اعتدال ہے اسی سے مکمل غلامی ہوگی اور انسان کسی اور کا غلام نہ رہے گا نہ کسی کے ذاتی احکامات کا پابند۔

﴿فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ

''ایک گروہ کو اُس نے ہدایت دے دی ہے اور دوسرے گروہ پر گمراہی ثابت ہو چکی، یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو

دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾

دوست بنا رکھا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بلاشبہ وہی ہدایت پانے والے ہیں'' (30)

سوال: ﴿فَرِيْقًا هَدٰى ... مُّهْتَدُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرِيْقًا هَدٰى﴾ ''ایک گروہ کو اس نے ہدایت دے دی ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ ایک گروہ کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی، اس کے لیے اسباب فراہم کیے اور اس کی رکاوٹوں کو دور کیا۔

(2) اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے فضل سے کسی کو ہدایت ملتی ہے۔

(3) (i) اللہ تعالیٰ کی ہدایت پا کر۔ (ii) ایمان لا کر۔ (iii) رسولوں کے راستے پر چل کر۔ (iv) کتاب کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ایک گروہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔

(4) ﴿وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ﴾ ''اور دوسرے گروہ پر گمراہی ثابت ہو چکی'' دوسرے گروہ پر گمراہی ایسے مسلط ہوئی کہ انہوں نے گمراہی کے اسباب اختیار کیے، ان پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے گمراہی کو ان پر چسپاں کر دیا۔

(5) ﴿اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بنا رکھا ہے'' اس سے مراد ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنایا اور کھلے خسارے کا سودا کر لیا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی دوستی کو چھوڑا، اس کی مدد اور توفیق سے محروم ہوئے۔ انہوں نے شیاطین سے دوستی کی تو اپنے آپ پر بھروسہ کیا۔ (6) شیطان کی دوستی کی وجہ سے شیطان کی سرپرستی کی وجہ سے انسان سمجھتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں۔ شیطان گمراہی کے راستے پر چلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ گمراہی کو واجب کر دیتے ہیں۔

(7) ﴿وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ''اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ بلاشبہ وہی ہدایت پانے والے ہیں'' جو اپنے آپ کو ہدایت کے راستے پر سمجھتا ہے حالانکہ وہ گمراہ ہوتا ہے تو ہدایت کو چھوڑ کر اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔ ان کے لیے حقائق بدل جاتے ہیں، وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھ لیتے ہیں۔

(8) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (۱۰۳) اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (۱۰۴)﴾ ''آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں؟ وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھو گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناً وہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔'' (الکہف:104,103)

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

''اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو، اور کھاؤ اور پیو اور تم حد سے نہ گزرو،

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' (31)

سوال 1: مساجد میں عمدہ لباس پہن کر جانے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰبَنِيْٓ ... مَسْجِدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایام جاہلیت میں عورت برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتی اور کہتی جاتی: ﴿اَلْيَوْمَ يَبْدُوْ بَعْضُهٗ اَوْ كُلُّهٗ وَمَا بَدَا مِنْهُ فَلَا اُحِلُّهٗ﴾ ''آج میرے جسم کا کچھ حصہ یا سارا جسم ہی ننگا ہوگا اور جو ننگا ہوگا اسے میں کسی کے لیے حلال قرار نہیں دوں گی۔ تو آیت ﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ''ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو'' اسی بارے میں نازل ہوئی۔'' (الاعراف:31) (مسلم:7551)

(2) ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ ''اے اولادِ آدم! ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو'' اس آیت میں ان مشرکوں کی مذمت ہے جو ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے، مسلمانوں کو حکم ہے کہ لباس پہن



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کر مسجدوں میں جاؤ۔ (مختصر ابن کثیر: 577/1)

(3)(i) اس آیت میں زینت سے مراد ستر ڈھانپنا ہے۔ (ii) زینت سے مراد لباس کی صفائی بھی ہے۔

(4) اے اولاد آدم! ہر فرض یا نفل نماز کے وقت اپنے ستر کو ڈھانپو۔

(5) اللہ تعالیٰ نے لباس کو میل کچیل اور نجاست سے پاک رکھنے کا حکم دیا ہے۔

سوال 2: کھانے اور پینے میں حد سے نہ بڑھنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَّكُلُوْا ... الْمُسْرِفِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾ ''اور کھاؤ اور پیو'' اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عطا کیا ہے اس میں سے پاک چیزیں کھاؤ اور پیو۔

(2) قرطبی احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اہل عرب حج کے دنوں میں مرغن کھانے نہ کھاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کھاؤ اور پیو اس پر پابندی نہیں ہے۔

(3) ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ ''اور تم حد سے نہ گزرو'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (حلال چیزوں میں سے) جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پیو، مگر دو باتوں سے ضرور بچو، اسراف اور تکبر سے۔ (بخاری: 5783)

(4) ﴿وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ سے مراد ہے حد سے تجاوز نہ کرو، حلال چیزوں کو حرام قرار دینا بھی حد سے تجاوز کرنا ہے۔

(5) ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ کو اعتدال پسند ہے، حد سے گزرنا اعتدال کی مخالفت ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

(6) اسراف انسان کے جسم اور اس کے مالی معاملات میں نقصان کا سبب بنتا ہے اور بعض اوقات ایسے حالات تک پہنچا دیتا ہے جس کی وجہ سے واجبات ادا کرنے بھی مشکل ہو جاتے ہیں۔

(7) سیدنا مقدام بن معدی کرب الکندی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''ابن آدم نے اپنے پیٹ سے برا اور کوئی برتن نہیں بھرا، حالانکہ ابن آدم کے لیے ایسے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھیں اور اگر کوئی ضرور ہی کھانے والا ہو تو اسے چاہیے کہ ایک تہائی کھانے کے لیے، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے رکھے۔'' (مسند احمد: 17191، ترمذی: 2380)

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ

آپ پوچھیں: ''کس نے اللہ تعالیٰ کی زینت کو حرام کر دیا اور پاکیزہ رزق کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے؟''



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

آپ کہہ دیں: ''یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اُن لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے اور قیامت کے دن وہ خالصتاً اُن ہی کے لیے

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

ہوں گی، اس طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں'' (32)

سوال: اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے والوں کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... يَّعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے والوں سے یہ سوال کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ ''آپ پوچھیں: ''کس نے اللہ تعالیٰ کی زینت کو حرام کر دیا اور پاکیزہ رزق کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے؟'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں کہہ دیں کس نے رزق میں سے طیب چیزیں لباس، کھانا پینا وغیرہ حرام کر دیا ہے۔

(2) رزق کی طیبات اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مباح کی ہیں، کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی وسعت کو تنگی میں بدل رہا ہے؟

(3) خوش پوشی اور عمدہ قسم کے صحت بخش کھانے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار نہیں دیئے پھر تم اپنی طرف سے ان چیزوں کو کیوں حرام ٹھہراتے ہو؟ اس آیت میں ان لوگوں کی سخت تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے ترک استعمال کو درویشی سمجھتے ہیں اور گھٹیا قسم کا کھانا کھانے اور لباس پہننے ہی کو بڑی نیکی خیال کرتے ہیں۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمتوں کے اثرات دیکھے جائیں۔'' (ترمذی: 2819)

(5) اسلام میں روحانی ارتقاء کا راستہ ترک دنیا پر قطعاً منحصر نہیں ہے بلکہ یہ راستہ معاملات دنیا کو احسن طریقے پر ادا کرتے ہوئے اسی دنیا سے آگے چلتا ہے جس میں جسم کی بھی پرورش ہو اور روح کی بھی۔ اور جو لوگ ترک دنیا کی راہ اختیار کر کے روحانی ارتقاء چاہتے ہیں تو یہ پابندیاں اللہ تعالیٰ نے قطعاً نہیں لگائیں، یہ ان کی اپنی خود ساختہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ اس نے کسی شخص پر جو انعام کیا ہے ان کا اثر اس کے طرز زندگی سے ظاہر ہونا چاہیے۔ (تیسیر القرآن: 46/2)

(6) ﴿قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''یہ چیزیں دنیا کی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



زندگی میں بھی ان لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے اور قیامت کے دن وہ خالصتاً اُن ہی کے لیے ہوں گی'' رب العزت نے واضح فرمایا کہ زینت کی چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اہل ایمان کے لئے ہیں۔ قیامت کے روز تو زینت پر خالصتاً اہل ایمان کا حق ہوگا۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾ ''اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے۔'' (الجن:16)

(8) درحقیقت کافر اس لائق نہیں ہے کہ کوئی بھی نعمت اسے دی جائے اور کسی بھی نعمت سے منتفع ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا بے حیثیت ہے اس لیے کافروں کو بھی دے دیتا ہے۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر دنیا کی وقعت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔'' (ترمذی:2320)(انوار البیان:356/2)

(9) ﴿كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''اس طرح ہم آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ باتوں سے علم رکھنے والے ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور وہ ان آیات کو سمجھتے ہیں اور ان میں غور و فکر کرتے ہیں۔

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ

''آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق ظلم کو

وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ

اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے'' (33)

سوال: اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے، ان کی وضاحت ﴿قُلْ ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً میرے رب نے بے حیائیوں کو حرام قرار دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں کہہ دو میرے رب نے بڑے بڑے گناہ حرام کیے ہیں۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(فواحش) بے حیائی کے کام جن کی برائی کی وجہ سے انہیں فحش کہا جاتا ہے، جن میں زنا اور فعل قوم لوط وغیرہ شامل ہیں۔

(2)﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ''جو اس سے ظاہر ہوں یا پوشیدہ'' ﴿مَا ظَهَرَ مِنْهَا﴾ میں وہ فواحش آتے ہیں جن کا تعلق جسم کی حرکات سے ہو۔ اس سے مراد اعضاء سے کیے جانے والے فحش کام ہیں جو معاشرے کا وجود کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ ﴿وَمَا بَطَنَ﴾ میں وہ فواحش آتے ہیں جن کا تعلق قلب انسانی سے ہے اور جو دلوں کو گندا کر دیتے ہیں مثلاً بخل، ریا، نفاق، تکبر اور خود پسندی وغیرہ۔

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ باغیرت اور کوئی نہیں، اسی لیے اس نے ظاہر اور پوشیدہ بے حیائی کی تمام باتوں کو حرام قرار دیا ہے اور جس قدر اللہ تعالیٰ کو مدح پسند ہے، کسی اور کو نہیں۔'' (مسند احمد: 3615)

(4)﴿وَالْاِثْمَ﴾ ''اور گناہ کو'' (i)﴿وَالْاِثْمَ﴾ ہر نافرمانی کے کام کو اثم کہتے ہیں۔ (ii) گناہ کے کام جو اللہ تعالیٰ کے حقوق کے بارے میں سزا کو واجب کرتے ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے گناہ کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔

(6)﴿وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ''اور ناحق ظلم کو'' یعنی وہ ظلم جو حق اور انصاف کے خلاف ہو۔ اس سے مراد اپنی حد سے بڑھ کر ان حدود میں قدم رکھنا جہاں داخل ہونے کا انسان کو حق نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ناحق ظلم کو حرام قرار دیا ہے۔

(7)﴿وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا﴾ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل بھی نازل نہیں کی'' اللہ تعالیٰ نے شرک کو حرام قرار دیا ہے۔ شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کو اس کے ساتھ عبادت میں شریک ٹھہرایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کے لیے دلائل نازل کیے ہیں۔ شرک کے لیے دلائل نہیں دیے۔

(8)﴿وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یہ کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ بات کرو جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے'' اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات، افعال، اس کی شریعت اور حلال وحرام کے بارے میں علم کے بغیر بات کرنا۔

﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾

''اور ہر قوم کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب اُن کا وقت آجاتا ہے، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں'' (34)

سوال 1: ہر قوم کی ایک مقررہ مدت ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِكُلِّ ... يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) قوموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت واضح کی گئی ہے کہ ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ﴾ ''اور ہر قوم کے لیے



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ایک وقت ہے" اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین پر بسایا تو ان کے لیے مدت مقرر کر دی یہی ہر قوم کا مقررہ وقت ہے۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ ہر قوم کو کام کرنے کے لئے جو مواقع فراہم کیے جاتے ہیں، اس کی ایک حد مقرر کی جاتی ہے۔ ہر قوم کو برائیوں کے باوجود مہلت ملتی رہتی ہے۔ حد سے گزرنے پر مہلت ختم کر دی جاتی ہے۔

(3) ﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ "پھر جب اُن کا وقت آجاتا ہے، وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں" یعنی کوئی قوم نہ اپنی مقررہ مدت سے آگے بڑھ سکتی ہے، نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے، نہ ساری قومیں اکٹھی ہو کر اپنی اجل سے آگے بڑھ سکتی ہیں۔

سوال 2: کسی قوم کی مدت آجانے پر ایک گھڑی بھر کی تقدیم و تاخیر نہ ہونے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) اسلامی نظریہ حیات کے اس بنیادی عقیدے کے توسط سے بے خبر اور ناشکرے لوگوں کو جھنجھوڑا جاتا ہے۔

(2) اس عقیدے کے توسط سے یہ شعور دلایا جاتا ہے کہ یہ زندگی کی مہلت دائمی نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے انسان سرکشی سے بچتا ہے۔

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ

"اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات بیان کریں تو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اس نے

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے" (35)

سوال: اللہ تعالیٰ کی جانب سے تخلیق آدم کے وقت جو نصیحت کی گئی تھی، اس کی وضاحت ﴿يٰبَنِيْٓ ... يَحْزَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ﴾ "اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آئیں جو تمہیں میری آیات بیان کریں" اللہ تعالیٰ کی جانب سے تخلیق آدم کے وقت نصیحت کی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول آئیں گے جو آیات پڑھ کر سنائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات واضح کریں گے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اصلاح کرے گا اس کے لئے خوف اور غم نہ ہوگا۔

(2) ﴿فَمَنِ اتَّقٰى﴾ "تو جس نے تقویٰ اختیار کیا" (i) جس نے تقویٰ اختیار کیا یعنی شرک اور کبیرہ، صغیرہ گناہوں سے بچا۔ (ii) تقویٰ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے دور رکھتا ہے۔ (iii) تقویٰ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ اس سے اطاعت کے کام کرواتا ہے۔(iv)تقویٰ انسان کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور نیک کاموں پر آمادہ کرتا ہے۔(v)تقویٰ انسان کو خوف سے نجات دلا کر امن کے دائرے میں لاتا ہے۔(vi)تقویٰ کے ذریعے ہی انسان اللہ تعالیٰ کی رضامندی تک پہنچتا ہے۔

(3)﴿وَاَصْلَحَ﴾''اور اس نے اصلاح کر لی''اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے ظاہری اور باطنی معاملات کی اصلاح کر لی۔

(4)﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾''تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے''یعنی وہ اس خوف سے محفوظ ہوں گے جس میں دیگر لوگ مبتلا ہوں گے اور انہیں کوئی غم نہ ہوگا۔وہ کامل امن میں ہوں گے۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ(۳۸) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(۳۹)﴾''ہم نے کہا:''تم سب یہاں سے اُتر جاؤ، پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس واقعی کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔''(البقرہ:38،39)

﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

''اور جن لوگوں نے میری آیات کو جھٹلایا اور اُن سے تکبر کیا، وہی لوگ آگ والے ہیں،

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں''(36)

سوال:کافروں کے لیے جہنم ہے،اس کی وضاحت﴿وَالَّذِيْنَ...خٰلِدُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے اور اس کے قوانین کو ٹھکرانے والے کافروں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں جلتے رہیں گے۔

(2)﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾''اور جن لوگوں نے میری آیات کو جھٹلایا''(i)اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کر کے۔(ii)آیات کو غلط ثابت کر کے۔(iii)آیات کو اپنے لیے ضروری خیال نہ کر کے۔(iv)آیات کو قابل عمل نہ سمجھ کے انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(3)انسان اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات منسوب کر کے جو اس نے نہیں کہی اور اس کی ذات وصفات کی طرف نقص کی نسبت کر کے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتا ہے۔

(4)﴿وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا﴾ ''اور ان سے تکبر کیا'' انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلے میں تکبر ایسے کرتا ہے کہ تکبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو قبول نہیں کرتا۔

(5)رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''یقینا یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔'' (الصافات:35)

(6)﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى (۳۱) وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (۳۲) ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى (۳۳)﴾ ''تو نہ اُس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی۔ بلکہ اُس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا۔ پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا۔'' (القیامہ:31-33)

(7)﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ لوگ آگ والے ہیں اس سے کبھی نکل نہیں پائیں گے۔ (ایسر التفاسیر:448)

(8)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ کافر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آگ کے لیے پیدا کیا اور آگ کو ان کے لیے بنایا، دنیا ان کے لیے رہے گی جنت ان کے لیے حرام کر دی گئی ہے۔ (ابن ابی حاتم:1472/5)

(9)جس طرح انہوں نے آیات کی توہین کی اور ان کو جھٹلاتے رہے اسی طرح ان کو ہمیشہ رہنے والے عذاب سے رسوا کیا جائے گا۔

(10)الجشمی نے کہا: یہ آیت رسولوں کی اتباع کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر قاسمی:71/7)

﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ

''پھر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیات کو جھٹلایا؟ یہی لوگ ہیں جن کو لکھے ہوئے میں

نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا

سے اُن کا حصہ ملے گا، یہاں تک کہ جب ہمارے فرشتے ان کے پاس آ کر انہیں وفات دیں گے تو وہ پوچھیں گے: ''کہاں ہیں

كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

وہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''سب ہم سے گم ہو گئے'' اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾

کہ بلاشبہ وہی کافر تھے" (37)

سوال1: شرک اور جھوٹ باندھنے والوں کو ان کے نصیب کا لکھا ملتا رہے گا، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ ... مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ "پھر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا" اس سے بڑا ظالم اور کون ہے جس نے بہتان طرازی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اور اس کی ذات وصفات کی طرف کوئی نقص منسوب کیا اور اس کی ذات کے ساتھ ایسی بات کی نسبت کی جو اس نے نہیں کہی۔

(2) ﴿اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ﴾ "یا اس کی آیات کو جھٹلایا؟" یا اس کی حق بیان کرنے والی واضح آیات کو جھٹلایا جو صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتی ہیں۔

(3) ﴿اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ "یہی لوگ ہیں جن کو لکھے ہوئے میں سے ان کا حصہ انہیں ملے گا" ان ظالموں کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ ان کے نصیب کا حصہ انہیں مل جائے گا۔ ان جھوٹ بولنے والوں کے چہرے سیاہ ہو کر رہیں گے۔

(4) محمد بن کعب قرظی اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عمل، رزق اور عمر ہے۔ (تفسیر طبری: 225/8)

(5) انہیں ان کے عملوں کا بدلہ ملتا رہے گا اچھے عملوں کی بہترین جزا اور بدترین عملوں کی بدترین سزا ضرور ملے گی اور ان کے وعدے اور ڈراوے پورے ہو کر رہیں گے یا لوح محفوظ میں جو کچھ ان کی عمر، عمل اور روزی لکھی ہے وہ دنیا میں ضرور انہیں مل کر رہے گی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ "آپ کہہ دیں یقیناً جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔" (یونس: 70,69) (مختصر ابن کثیر: 580/1)

سوال2: انسان حق کا انکار کیسے کرتا ہے؟

جواب: (1) انسان جب کسی اور پر اعتماد کرتا ہے تو حق کا انکار کرتا ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(2) کسی کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کے معاملات اتنے درست ہیں کہ حق کو نہ مان کر اس کا کچھ بگڑنے والا نہیں تو وہ حق کا انکار کرتا ہے۔(3) کسی کو اپنے مال پر بھروسہ ہوتا ہے اس لئے وہ حق کا انکار کرتا ہے۔

(4) کسی کو اپنی عزت پر بھروسہ ہوتا ہے اس لئے وہ حق کا انکار کرتا ہے۔

سوال 3: مشرکوں کا موت کے وقت کیا حال ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ ... كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مشرک اپنے شرک کا اعتراف کر کے وفات پاتے ہیں۔

(2) ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ﴾ ''یہاں تک کہ جب ہمارے فرشتے ان کے پاس آ کر انہیں وفات دیں گے'' یعنی ان کے پاس وہ فرشتے آئیں گے جو ان کی زندگی کی مدت پوری ہونے پر ان کی روح قبض کرنے پر مامور ہیں۔

(3) ﴿قَالُوْٓا﴾ ''وہ پوچھیں گے'' وہ فرشتے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہیں گے۔

(4) ﴿اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''کہاں ہیں وہ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا کرتے تھے؟'' تمہارے خود ساختہ معبود کہاں ہیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے تھے۔ اب وقت ہے تمہیں ضرورت بھی ہے وہ مدد کر سکتے ہیں، تمہیں بچا سکتے ہیں، تمہاری تکلیف دور کر سکتے ہیں تو انہیں بلاؤ۔

(5) ﴿قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا﴾ ''وہ کہیں گے: ''سب ہم سے گم ہو گئے'' وہ حسرت سے جواب دیں گے ہم سے کھو گئے، کہیں غائب ہو گئے۔ ہمیں ان سے مدد کی، بھلائی کی، فائدے کی کوئی توقع نہیں۔

(6) ﴿وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴾ ''اور وہ اپنے آپ پر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہی کافر تھے'' وہ اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ واقعی ہم کافر ہیں، ہمیں اپنے کفر اور شرک کا اعتراف ہے۔

(7) ان کے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا۔ یہ سرکش لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ہیں جن کے دلوں میں ایمان نہیں اور جو اطاعت سے روگردانی کرتے ہیں، کوئی ان خود پسندوں کے کام نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات جھٹلانے اور ٹھکرانے والوں کو ڈرایا جا رہا ہے کہ دنیا کے تھوڑے سے فائدے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب ان کا مقدر ہو گا۔

سوال 4: انسان اپنی گمراہی پر کب گواہی دیتا ہے؟

جواب: (1) جب انسان کو یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ کوئی بچانے والا نہیں۔ (2) جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ کوئی موت کو ٹال نہیں سکتا۔ (3) جب اسے کوئی مددگار نہیں ملتا تو وہ اپنے خلاف خود گواہی دے دیتا ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(4) وہ موت کے وقت اپنے خلاف گواہی دے دیتا ہے۔

﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا

''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی

دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ

کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے

لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۭ

سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ انہیں آگ کا دوگنا

قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴾

عذاب دیں'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے'' (38)

سوال: مشرک جہنم میں ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرائیں گے اور جھگڑیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...فِي النَّارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آگ میں داخل ہو جاؤ گروہوں کے ساتھ'' فرشتے ان سے کہیں گے ان قوموں میں داخل ہو جاؤ۔

(2) ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ ''جو جنوں اور انسانوں میں سے تم سے پہلے گزر چکے'' وہ بھی تمہاری طرح گمراہی میں زندگی بسر کرتے رہے۔ انہوں نے بھی کفر اور شرک کا راستہ اختیار کیا اور ہلاکت کے مستحق ٹھہرے۔

(3) ﴿فِي النَّارِ﴾ ''آگ میں'' اب ہمیشہ کے لیے آگ میں رہو۔

(4) ﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا﴾ ''جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی'' سرکش اور نافرمان لوگوں کی کوئی جماعت جب جہنم میں داخل ہوگی تو اپنے جیسی مشرک جماعت پر لعنت کرے گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ (۱۶۶) وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ۭ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (۱۶۷)﴾ ''جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی تھی ان



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



لوگوں سے بالکل بے تعلق ہو جائیں گے جنہوں نے پیروی کی اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے اور اُن کے آپس کے تعلقات بالکل ٹوٹ جائیں گے۔ اور جن لوگوں نے پیروی کی تھی کہیں گے: ''کاش ہمارے لیے ایک بار دوبارہ جانا ہوتو ہم بھی ان سے بالکل بے تعلق ہو جائیں جیسا کہ وہ ہم سے بالکل بے تعلق ہو گئے'' اس طرح انہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ان پر حسرتیں بنا کر دکھائے گا اور وہ جہنم کی آگ سے کسی صورت نکلنے والے نہیں۔'' (البقرہ:167,166)

(5) قیامت کے روز کافر ایک دوسرے کو کافر کہیں گے اور برا بھلا کہیں گے۔ ﴿ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ ''قیامت کے دن تم میں سے کوئی کسی دوسرے کا انکار کرے گا اور تم میں سے کوئی دوسرے پر لعنت کرے گا۔'' (العنکبوت:25)

(6) ﴿حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ سب اس میں آملیں گی'' یعنی جب جہنم میں پہلے اور پچھلے لیڈر اور پیروکار سب اکٹھے ہو جائیں گے۔

(7) ﴿قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ﴾ ''تو ان کی پچھلی کہے گی'' یعنی قائدوں، سرداروں اور لیڈروں کے پیروکار کہیں گے۔

(8) ﴿لِاُوْلٰىهُمْ﴾ ''اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں'' اپنے سرداروں، قائدوں اور لیڈروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے: ﴿رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ﴾ ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ انہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں'' کیونکہ انہوں نے برے اعمال کو ہمارے سامنے مزین کیا، ہمیں گمراہ کیا، انہیں آگ کا عذاب دے۔

(9) انسان کی آنکھوں سے سارے پردے ہٹ جائیں گے اس وجہ سے وہ ایک دوسرے کو حقیقی روپ میں دیکھنے لگیں گے۔ پیروی کرنے والے اپنے لیڈروں پر لعنت بھیجیں گے اور اُن کے کام کو جھوٹا تماشا قرار دیں گے۔

(10) ﴿قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے'' جہنم میں ہر ایک کا دوگنا عذاب ہے لیکن عذاب پانے والے نہیں جانتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور یقیناوہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ بھی اور قیامت کے دن ان سے یقیناضرور پوچھا جائے گا جو وہ گھڑا کرتے تھے۔'' (العنکبوت:13)

(11) ﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿يَزِرُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ بھی پورے پورے اٹھائیں اور ان کے بوجھوں میں سے بھی جنہیں وہ علم کے بغیر ہی گمراہ کرتے ہیں۔ سن لو! بہت ہی برا ہے وہ بوجھ جو وہ اٹھا رہے ہیں۔'' (النحل:25)

﴿وَقَالَتْ اُوْلٰهُمْ لِاُخْرٰهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

''اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو،

ع 4 11

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾

اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے'' (39)

سوال: لیڈر اپنے پیروکاروں کو جو جواب دیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَتْ... تَكْسِبُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَتْ اُوْلٰهُمْ لِاُخْرٰهُمْ﴾ ''اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی'' سردار، پیشوا اور لیڈر اپنے پیروکاروں سے کہیں گے۔

(2) ﴿فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ﴾ ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی'' تمہیں ہم پر کون سی فضیلت حاصل ہے۔ ہم گمراہی میں برابر، گمراہی کے راستے پر چلنے کے لیے جو اسباب اختیار کیے اس میں برابر اور آج عذاب میں بھی حاضر ہیں۔

(3) ﴿فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾ ''تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے'' اب اپنی کمائی کے بدلے میں عذاب کا مزا چکھو۔ عذاب تو سب کے لیے ہوگا لیکن گمراہ کرنے والے سرداروں اور لیڈروں کو اپنے پیروکاروں کی نسبت زیادہ عذاب دیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم اُن کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔'' (النحل:88)

(4) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جھٹلانے والے جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کی محبت آخرت میں دشمنی میں بدل جائے گی۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا

''یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ﴾

جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں" (40)

سوال: اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے اور تکبر کرنے کے انجام کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ... نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا﴾ "یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا" اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے انجام کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے جنہوں نے اس کی آیات کو جھٹلایا حالانکہ وہ واضح تھیں اور تکبر کیا یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت نہ کی اور منہ پھیر کر چل دیئے۔

(2) ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ﴾ "ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے" جھٹلانے والوں، تکبر کرنے والوں کی روحیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے لیے آسمان کی طرف جائیں گی اور اجازت مانگیں گی مگر انہیں اجازت نہیں ملے گی۔ موت کے بعد انہیں بلندی نہیں ملے گی، جیسے دنیا میں انہوں نے بلندی کا راستہ اختیار نہیں کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، اس پر توکل، اس کے لیے اخلاص کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر میں یہ بھی منقول ہے کہ کافروں کے اعمال اوپر نہیں اٹھائے جاتے اور نہ ان کی دعا اوپر اٹھائی جاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 213/1)

(4) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فاجر شخص کی روح کے قبض کیے جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "موت کے فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں اور وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں تو وہ جماعت کہتی ہے کہ یہ کس خبیث (روح) کی بدبو ہے؟ فرشتے انہیں بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں کی روح ہے۔ اور وہ اس کا وہ بدترین نام لیتے ہیں جس سے اسے دنیا میں بلایا جاتا تھا یہاں تک کہ فرشتے اس کی روح کو لے کر آسمان دنیا تک لے جاتے ہیں، فرشتے آسمان (کا دروازہ) کھولنے کے لیے درخواست کرتے ہیں، لیکن اس کے لیے آسمان (کا دروازہ) نہیں کھولا جاتا۔" رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمانے کے بعد اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ "یقیناً جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جائیں گے اور نہ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔'' (الاعراف:40)(مسند احمد)

(5)﴿حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ ''یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے'' اور یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو جائے۔ یہ تعلق بالمحال کے طور پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ یہ لوگ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔

(6) یہ عربی زبان کا محاورہ ہے جو کسی ناممکن العمل بات کے موقع پر بولا جاتا ہے یعنی جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناکے میں داخل ہونا ناممکن ہے۔ ویسے ہی شیطان سیرت آدمیوں کا جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے اور جنت میں داخل ہونا دور کی بات ہے ایسے لوگوں کی روح کو جب فرشتے لے کر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا جبکہ نیک لوگوں کا شاندار استقبال کیا جاتا ہے۔ بدکار لوگوں کی روح کو وہیں سے پھینک دیا جاتا ہے اور قبر میں ناکامی کے بعد اسے سجین میں قید کر دیا جاتا ہے ﴿وَلَجَ﴾ کے معنی کسی تنگ جگہ میں داخل ہونا ہے، گھسنا یا گھسنے کی کوشش کرنا ہے جیسے تلوار کا میان یا بارش کے پانی کا زمین میں داخل ہونا ہے اور ﴿اولج﴾ کے معنی کسی چیز کو تنگ جگہ میں داخل کرنا یا گھسیڑنا ہے جیسے ارشاد باری ہے ﴿يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ''یعنی اللہ تعالیٰ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں۔'' (الحدید:6) اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر یوں فرمایا: ﴿يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''یعنی رات کو دن پر لپیٹتا اور دن کو رات پر۔'' (الزمر:5) اور ﴿يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ﴾ عربی زبان کا محاورہ ہے۔ یعنی جنت میں داخلے کی خاطر ہر ایک کے لیے ایک ہی مقررہ مقدار عمل ضروری نہیں بلکہ ہر شخص کا اس کی استعداد اور قوت کار کے مطابق ہی امتحان لیا جاتا ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:51/2)

(7) اللہ تبارک وتعالیٰ اس شخص کے عذاب کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جس نے اس کی آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان پر ایمان نہ لایا۔۔۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی آیات بالکل واضح تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کیا اور ان کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا بلکہ انہوں نے ان کو جھٹلایا اور پیٹھ پھیر کر چل دیے۔۔۔ یہ ہر بھلائی سے مایوس ہوں گے، ان کی روحیں اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آسمان کی طرف بلند ہوں گی اور اجازت طلب کریں گی مگر ان کو اجازت نہیں ملے گی۔ وہ موت کے بعد آسمان کی طرف اس طرح بلند نہ ہو سکیں گی جس طرح انہوں نے ایمان باللہ، اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی محبت کی طرف التفات نہ کیا، کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔ اس آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اہل ایمان کی روحیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مطیع ہیں، اس کی آیات کی تصدیق کرنے والی ہیں، ان کے لیے آسمان کے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دروازے کھول دیئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلند ہوں گی اور عالم علوی میں وہاں پہنچ جائیں گی جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا اور اپنے رب کے قرب اور اس کی رضا کا لطف اٹھائیں گی۔ (تفسیر سعدی:873/1)

(8) ﴿وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''اور ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں'' یعنی کافروں کو ہم اسی طرح ہی بدلہ دیتے ہیں جن کے جرائم بہت زیادہ اور جن کی سرکشی بے انتہا ہے۔

(9) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ ''یقیناً جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (المائدہ:72)

﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾

''ان کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں'' (41)

سوال 1: مجرموں کا بچھونا اور اوڑھنا کیسا ہوگا، اس کی وضاحت ﴿لَهُمْ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ﴾ ''اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے'' یعنی ان مجرموں کے نیچے آگ کے بچھونے ہوں گے۔

(2) ﴿وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ﴾ ''اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہے'' سرکشوں کے اوپر آگ کے بادل ہوں گے اور وہ ان بادلوں میں گھرے ہوئے ہوں گے۔

(3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾ ''ان کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے سے بھی۔'' (الزمر:16)

(4) ﴿وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں'' کافر ظالم ہیں وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور کافر ہی ظالم ہیں۔'' (البقرہ:254)

(5) اللہ تعالیٰ جرم کے مطابق سزا دیتے ہیں۔ وہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

سوال 2: جہنم کیسا ﴿مِهَادٌ﴾ بچھونا ہوگا؟

جواب: (1) جہنم آگ کا فرش ہے اس کے لئے بچھونے کا لفظ تحقیر کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ (2) جہنم میں نرمی نہیں ہوگی۔ (3) جہنم میں خوشی کا کوئی سامان نہیں ہوگا۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال3: جہنم کیسا ﴿غَوَاشٍ﴾ ''اوڑھنا'' ہے؟

جواب: بستر پر لیٹتے ہوئے انسان اپنے جسم پر کچھ اوڑھ لیتا ہے جس سے وہ سکون میں آجاتا ہے۔ جہنم میں آگ کے بچھونے ہوں گے اور اوڑھنا بھی آگ ہی کا ہوگا یعنی ہر طرف سے آگ میں گھرے ہوئے ہوں گے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں، ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اُس کی طاقت کے مطابق، یہی لوگ

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (42)

سوال1: اطاعت گزاروں کی جزا کیا ہوگی، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... خٰلِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ظالموں اور مجرموں کے عذاب کے تذکرے کے بعد اطاعت گزاروں کی جزا کا ذکر فرمایا ہے۔

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے'' وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان ہے، جو دل سے ایمان لائے۔

(3) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' جن کے اعضاء بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اخلاص کے ساتھ شریعت پر عمل کرتے رہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور اس کے محرمات کو چھوڑ کر ظاہری اور باطنی طور پر نیک عمل کرتے رہے۔

(4) ﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق'' نیک اعمال میں واجب اور مستحب سارے اعمال شامل ہیں بعض اوقات نیک اعمال کرتے ہوئے کہیں اخلاص میں نقص رہ جاتا ہے، کہیں شکر میں، کہیں صبر میں کمی، کہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

(5) شیطان کی مخالفت اور شیطان کی نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری انسان کی طاقت سے باہر کے کام نہیں ہیں جن کے نتیجے میں جنت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی قدرت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔

(6) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



وسعت کے مطابق۔'' (البقرہ:286)

(7) اللہ تعالیٰ وہی چیز فرض کرتا ہے جس کی کوئی طاقت رکھتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی۔'' (الحج:78)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔'' (التغابن:16)

(9) جب انسان عاجز ہو جائے تو واجب کی ادائیگی لازم نہیں رہتی اور اضطراری حالت میں حرام سے اجتناب واجب نہیں رہتا۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اس سے بچا کرو اور جب کسی کام کا حکم دوں تو جہاں تک ہو سکے اس کی تعمیل کیا کرو۔'' (بخاری:7288، مسلم:3257)

(11) ﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''یہی لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' ایمان اور عمل صالح کے اوصاف رکھنے والے لوگ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ جنت کے بدلے کچھ اور نہیں چاہیں گے۔ جنت میں ان پر کوئی اور پابندی نہیں ہوگی، جو چاہیں گے پائیں گے، انہیں جنت سے نکالا نہیں جائے گا، انہیں کسی اور مقام کی طلب نہیں ہوگی۔

(12) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل کرے گا، اور اہل دوزخ کو دوزخ میں داخل کرے گا، پھر ان دونوں کے درمیان ایک منادی کھڑا ہو کر یہ اعلان کرے گا، اے اہل جنت! اب موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! اب موت نہیں آئے گی، ہر شخص جس حالت میں ہے اب وہ اسی حالت میں ہمیشہ رہے گا۔'' (مسلم:7183)

سوال 2: جنت کس چیز کے صلے کے طور پر ملے گی؟

جواب: (1) جنت رسولوں کی پیروی کے صلے میں ملے گی۔

(2) جنت شیطان کی مخالفت کے صلے میں ملے گی۔

(3) جنت اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے صلے میں ملے گی۔

(4) جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بدولت ملے گی۔

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: ''(الحمدللہ) سب تعریف

الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۫ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ

اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے،

جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا

بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' اور وہ پکارے جائیں گے: ''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو،

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے'' (43)

سوال 1: جنت میں داخلے سے پہلے دلوں کے کینے نکال دیے جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَنَزَعْنَا ... الْاَنْهٰرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ﴾ ''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے'' اللہ تعالیٰ کا اہل جنت پر انعام ہوگا کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے بارے میں جو مقابلے کی رغبت تھی اللہ تعالیٰ اس کو ختم کر دے گا یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کو بھائی بھائی سمجھیں گے۔

(2) یہاں لفظ غلّ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں خفگی، میل، کدورت، کینہ اور حسد وغیرہ۔ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ جنت میں داخل ہونے والوں میں سے کسی کے دل میں دوسرے کے متعلق کچھ ملال، خفگی، میل اور کدورت اس دنیا میں رہی ہوگی اور کسی ناگوار واقعہ کی یاد کسی کے دل میں موجود ہوگی تو جنت میں داخلے سے بیشتر ایسے ملال کو اللہ تعالیٰ دلوں سے محو کر دیں گے، انہیں کچھ یاد ہی نہیں رہے گا اور ایک دوسرے کے ساتھ صاف دل کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں اور ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق درجہ ملے گا اور یہ ممکن ہے کہ نچلے درجے والوں کے دلوں میں اوپر کے درجے والوں کی نسبت حسد پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں ہم ان کے دل سے حسد نکال دیں گے ہر ایک اپنے اپنے درجے پر قانع اور مطمئن ہوگا اور بلند درجے والوں کے لیے اس کے دل میں حسد وغیرہ مطلقاً نہ ہوگا۔

(3) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مومنوں کو دوزخ سے نجات مل جائے گی



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



تو انہیں جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر کھڑا کیا جائے گا۔ وہاں وہ آپس کی ان زیادتیوں کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں باہم کرتے تھے یہاں تک کہ جب انہیں پاک صاف کر دیا جائے گا تو پھر جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی، اس ذات کی قسم! جس کے دست مبارک میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! جنتی اپنے جنت کے گھر کو اپنے دنیا کے گھر سے بھی زیادہ بہتر طور پر پہچانے گا۔'' (بخاری:2440)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہو گی، ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوں گی۔ وہ نہ اس میں تھوکیں گے نہ ان کی ناک سے کوئی آلائش آئے گی اور نہ پیشاب و پاخانہ کریں گے۔ ان کے برتن سونے کے ہوں گے، کنگھے سونے چاندی کے ہوں گے، انگیٹھیوں کا ایندھن عود کا ہو گا، پسینہ مشک جیسا خوشبودار ہو گا اور ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی جن کا حسن ایسا ہو گا کہ پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا۔ نہ جنتیوں میں آپس میں کوئی اختلاف ہو گا اور نہ بغض وعناد، ان کے دل ایک ہوں گے اور وہ صبح وشام اللہ پاک کی تسبیح وتہلیل میں مشغول رہا کریں گے۔'' (بخاری:3245، مسلم:7151)

(5) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾ ''اور ان کے سینوں میں سے کینہ ہم کھینچ نکالیں گے، وہ آمنے سامنے تختوں پر بھائی بھائی ہوں گے۔'' (الحجر:47)

(6) جنت میں حسد اور بغض کے تمام اسباب ختم ہو جائیں گے اور وہاں کی عشرت حقیقی ہو گی۔

(7) ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ﴾ ''اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی'' جنت میں اہل جنت جہاں سے چاہیں گے نہریں نکال لیں گے، چاہیں تو محلات میں لے جائیں گے اور چاہیں تو باغات میں لے جائیں گے۔

سوال 2: اہل جنت اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے ادا کریں گے، اس کی وضاحت ﴿وَقَالُوا ... تَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی'' اہل جنت پکار اٹھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی ہدایت دی اور ہم نے ایسے اعمال کیے جنہوں نے ہمیں نعمتوں بھری جنتوں کا وارث بنا دیا۔

(2) ﴿وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے'' اہل جنت اعتراف کریں گے کہ ہم میں ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔

(3) وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی ہدایت نہ دیتا، ہماری راہ نمائی نہ کرتا، ہمیں رسولوں کی اتباع کی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



توفیق نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پا سکتے۔

(4) ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''ہر جنتی کو اپنا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ وہ اور بھی شکر کرے اور وہ کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے ہدایت عنایت فرمائی اور ہر جہنمی کو اس کا جنت کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ اس کی حسرت بڑھے اس وقت وہ کہے گا: کاش کہ میں بھی راہ یافتہ ہوتا۔'' (مسند احمد: 512/2)

(5) ﴿لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' اہل جنت جب جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اس وقت انبیاء و مرسلین کی خبروں کی تصدیق کریں گے۔ کیونکہ یقینی علم کی بات کو آنکھوں سے دیکھ کر حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ جائیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے دیکھے بغیر بھی تصدیق کی تھی، ہم ایمان بالغیب لائے تھے آج دیکھ کر یقین اور بڑھ گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے توسط سے جو وعدے ہم سے کیے وہ سچے تھے۔

(6) ﴿وَنُوْدُوْٓا﴾ ''اور وہ پکارے جائیں گے'' انہیں احتراماً پکارا جائے گا، سلام کہا جائے گا اور ان کا اکرام ہوگا۔

(7) ﴿اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا﴾ ''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو'' یہ جنت تمہاری وراثت ہے اور اس کے مقابلے میں کافروں کی وراثت جہنم ہوگی۔

(8) ﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے'' اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ تم اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں پہنچے ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں آئے ہو۔

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تم میں سے کسی کو محض اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا، جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوگی۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ! آپ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، میں بھی اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک کہ رحمت الٰہی مجھے اپنے دامن میں نہیں سمیٹ لے گی۔'' (بخاری: 6463، مسلم: 7116)

(10) حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص اس دنیا میں کتنے ہی نیک اعمال کر لے وہ اللہ تعالیٰ کے سابقہ احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا پھر جنت کا حق دار کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی حقیقت کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ بیان فرمایا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ بھی اپنے اعمال کے بدلے میں جنت میں نہ جا سکیں گے؟ فرمایا ''میں بھی نہیں'' پھر فرمایا: ''الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے۔'' (بخاری، کتاب الرقاق)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(11) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک منادی ندا دے گا! (اے اہل جنت !اب) تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، اور تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی، اور تم جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، تم عیش میں زندگی گزارو گے، تمہیں کبھی حزن وملال نہیں ہوگا۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿وَنُودُوٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور انہیں آواز دی جائے گی کہ یہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔'' (مسلم:7157)

سوال 3: اہل دوزخ اور اہل جنت کی سرگرمیوں میں کیا فرق ہوگا؟

جواب: (1) اہل دوزخ ایک دوسرے کو کوس رہے ہوں گے، لعنت ملامت اور دست وگریباں ہونے کے سوا ان کی کوئی سرگرمی نہ ہوگی۔ وہاں آہ وفریاد اور مایوسی ہوگی۔

(2) اہل جنت اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کے احسانات کا اعتراف کر رہے ہوں گے۔ ان کی زبانیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے تر ہوں گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کو سہارا بنانے پر خوشی محسوس کر رہے ہوں گے۔ وہ رسولوں اور حق کی طرف بلانے والوں کی خبروں پر خوش ہو رہے ہوں گے، ایک دوسرے سے محبت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر ادا کریں گے کہ اس نے ہدایت قبول کرنے کی توفیق دی۔

سوال 4: اہل دوزخ اور اہل جنت کے ماحول میں کیا فرق ہوگا؟

جواب: اہل دوزخ آگ میں گھرے ہوں گے اور اہل جنت باغات میں ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان نہروں کی وجہ سے پوری فضا میں خوشی ومسرت ہوگی۔

سوال 5: اہل دوزخ اور اہل جنت کی اندرونی کیفیت کیسی ہوگی؟

جواب: اہل دوزخ کے پاس تلخ یادوں کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ ان کا سینہ حسرت ویاس کا مدفن ہوگا۔ اہل جنت کے دلوں میں خوش گوار یادیں ہوں گی، خوشی ان کے دلوں سے پھوٹے گی اور رسولوں کی راہ نمائی پر، حق کو پالینے پر اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے احساس سے سینے معمور ہوں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والوں میں نہ ہوتے۔ وہ حق کی خبر پا کر خوش ہو رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ کے احسان پر شکر گزار ہوں گے کہ حق کی طرف بلانے والوں کا ساتھ دینے کی توفیق دی۔

سوال 6: کیا غل (کدورت) کے اثرات باقی رہتے ہیں؟

جواب: کدورت پر غلبہ پانے کے باوجود کچھ کدورتوں کے اثرات آخر تک موجود رہتے ہیں۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 7: قیامت کے دن اہل جنت کی کدورت کیسے نکالی جائے گی؟

جواب: (1) کدورت مومنوں کے دلوں سے کھینچ کر نکال دی جائے گی۔

(2) قرطبی اپنی تفسیر احکام القرآن میں کہتے ہیں غل (کدورت) جنت کے دروازوں کے باہر پڑی ہوگی جس طرح اونٹنیوں کی مینگنیاں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دلوں سے اس کو نکال پھینکا ہوگا۔

سوال 8: اہل دوزخ کے آخرت میں تعلقات کیسے ہوں گے؟

جواب: اہل دوزخ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے، جھگڑیں گے، ان کے دل بغض اور دشمنی سے جوش ماریں گے، باوجود اس کے کہ دنیا میں سب اکٹھے رہتے تھے اور دوست تھے۔ ان کے مقابلے میں اہل جنت بھائی بھائی اور محبت کرنے والے دوست ہوں گے اور محبت اور سلامتی ان پر سایہ کرے گی۔

سوال 9: غل (سینے کی تنگی) کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: (1) ایک دوسرے پر خفا ہونے سے۔ (2) ناراضگی کو چھپا لینے سے۔

(3) ایک دوسرے کے خلاف دل میں باتیں رکھنے سے غل پیدا ہوتی ہے۔

سوال 10: کیا غل (کدورت) پر دنیا میں قابو پایا جا سکتا ہے؟

جواب: (1) اگر ناراضگی کے اسباب دور کر دیے جائیں۔ (2) منفی رخ سے سوچنے کی بجائے صحیح رخ سے سوچا جائے۔

(3) بدگمانیوں سے بچا جائے تو کدورت پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ

"اور جنت والے آگ والوں کو پکاریں گے کہ "جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا یقیناً ہم نے اس کو سچا پایا پھر کیا تم نے بھی اس

وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ

وعدے کو سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟" وہ کہیں گے: "ہاں!" پھر ایک پکارنے والا اُن کے درمیان میں پکارے گا

اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾

کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے!" (44)

سوال 1: اہل جنت اور اہل جہنم کے مکالمے کی وضاحت ﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ... عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ﴾ ''اور جنت والے آگ والوں کو پکاریں گے'' جب اہل جنت اور اہل جہنم اپنے اپنے ٹھکانوں میں چلے جائیں گے اور وہاں وہ سب کچھ پائیں گے جس کی انبیاء نے خبر دی تو اہل جنت اہل دوزخ کو پکار کر کہیں گے۔

(2) ﴿اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا﴾ ''کہ جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے کیا تھا یقینا ہم نے اس کو سچا پایا'' یعنی جنت کی نعمتوں اور اکرام کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے اور عمل صالح کرنے پر کیا تھا ہم نے اس وعدے کو سچا پایا ہے۔ اس نے ہمیں جنت میں وہ سب کچھ عطا کر دیا ہے۔ ہم نے وہ سب کچھ ہمیشہ کے لیے پالیا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾﴾ ''یقینا جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں، اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں۔ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور وہ بڑا غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (لقمان: 9,8)

(4) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے انہیں ہم عنقریب جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ، اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے؟'' (النساء: 122)

(5) ﴿فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا﴾ ''پھر کیا تم نے بھی اس وعدے کو سچا پایا جو تمہارے رب نے تم سے کیا تھا؟'' اہل جنت پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے جو تم سے تمہارے کفر اور نافرمانیوں پر وعدے کیے تھے، کیا تم نے بھی رسوائی اور عذاب کے وعدے کو سچا پایا ہے؟

(6) ﴿قَالُوْا نَعَمْ﴾ وہ کہیں گے: ''ہاں'' وہ جواب دیں گے ہاں ہم نے سچ پایا۔ اس طرح ساری مخلوق پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔

(7) دنیا میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہوتا ہے۔ آخرت میں وہ دوزخ والوں سے یہ سوال اس لیے کریں گے کہ دنیا میں جس بات کا تم یقین نہیں کر سکے آگ میں پہنچ کر یقین آ گیا ہے؟ یہ بات وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو سچ ثابت



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنے کے لیے کہیں گے اور جہنمیوں ''کی ہاں'' پر بات کٹ جائے گی کیونکہ مقصد پورا ہو جائے گا۔

(8) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (٥٢) وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۭ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (٥٣)﴾ ''پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا کہ ہمیشگی کا عذاب چکھو، تمہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا جو تم کماتے تھے۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ واقعی حق ہے؟ آپ فرما دیں کہ ہاں میرے رب کی قسم! یقینا وہ حق ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں۔'' (یونس:53,52)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (١٤) اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (١٥) اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَاۗءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (١٦)﴾ ''یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟ اُس جہنم میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تم پر برابر ہے۔ تمہیں انہی اعمال کا بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔'' (الطور:14-16)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ بدر کے دن کنویں میں گرے ہوئے مقتول کفار قریش کو ملامت کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''اے ابوجہل بن ہشام! اے عتبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! بھلا جو وعدہ تمہارے پروردگار نے تم سے کیا تھا، کیا تم نے بھی اسے سچا پایا؟ میرے پروردگار نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا میں نے تو اسے سچا پایا ہے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ کیسے سنتے ہیں اور کیسے جواب دیں گے، وہ تو مردہ لاشے ہیں؟ فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں ان سے جو بات کہہ رہا ہوں، اسے تم ان کی نسبت زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔'' (بخاری:3976، مسلم:7223)

(11) ﴿فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ﴾ ''پھر ایک پکارنے والا اُن کے درمیان میں پکارے گا'' پکارنے والا اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان اعلان کرے گا۔

(12) ﴿اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے!'' کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جن پر اس نے اپنی رحمت کے دروازے کھولے، علم نافع اور عمل صالح پر کاربند کرنے کے لیے ان کے پاس رسول بھیجے، مگر انہوں نے ظلم کی وجہ سے ان سے منہ موڑا۔ خود بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے رکے اور دوسروں کو بھی روکا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 2: آخرت میں ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ان کے کن اعمال کی وجہ سے ہوگی؟

جواب: (1) حق کے دلائل پر اعتراضات کی وجہ سے۔

(2) خود شک میں مبتلا ہوئے اور دوسروں کو مبتلا کرنے کی وجہ سے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے۔

(4) اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کی وجہ سے۔

(5) آخرت کے انکار کی وجہ سے آخرت میں ظالم اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہوں گے خواہ دنیا میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سب سے زیادہ حق دار سمجھتے رہے ہوں۔

﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ﴾

''جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے اور وہ اس میں کجی تلاش کرتے تھے اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے تھے'' (45)

سوال 1: ظالموں کے اوصاف کی وضاحت ﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ ... كٰفِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق ہونے والے ظالموں کے اوصاف یہ ہیں کہ ﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے'' وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول کی پیروی سے اور شریعت کی اطاعت سے رکتے ہیں اور ہر بھلائی سے محروم رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں۔

(2) ﴿وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ ''اور وہ اس میں کجی تلاش کرتے تھے'' یعنی وہ سیدھے راستے سے ہٹا ہوا راستہ تلاش کرتے ہیں۔ انہیں شہوات اور خواہشات کے راستے پر چلاتے ہیں۔

(3) ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ﴾ ''اور وہی آخرت کا انکار کرنے والے تھے'' اللہ تعالیٰ کے راستے کو وہ ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں جو آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

(4) یہی کفر سیدھے راستے سے انحراف کا باعث بنتا ہے یہی کفر نفس کی شہوت کو زندگی کا محور و مرکز بناتا ہے، یہی کفر ہے جو آخرت کے عذاب کا منکر بناتا ہے اور یہی کفر ہے جو اللہ تعالیٰ کے ثواب سے ناامیدی کے مقام تک پہنچاتا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے جو تحریک اٹھتی ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنے کے لئے ہوتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلانے کے لئے جو لوگ اٹھتے ہیں ان کے مقابلے میں اٹھ کھڑے ہونا ان پر



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اعتراضات کرنا۔(3)ان کے خلاف پروپیگنڈا کرنا۔(4)انسانوں کو بے فائدہ اور فضول کاموں میں الجھا دینا مثلاً لھو ولعب، موسیقی وغیرہ دراصل اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا ہے۔(5)خود اسلام کی سچائی کا انکار کرنا۔

(6)طاقت کے ذریعے زبردستی اسلام کے راستے سے روکنا۔

﴿وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ

''اور اُن دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا اور بلندیوں (اعراف) پر کچھ مرد ہوں گے جو ہر ایک کو ان کی خاص علامتوں ہی سے پہچان

وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۫ لَمْ يَدْخُلُوْهَا

جائیں گے اور وہ جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو! وہ ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے

وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ﴾

اور وہ طمع رکھتے ہوں گے''(46)

سوال: مقام اعراف اور اصحاب اعراف کی وضاحت ﴿وَبَيْنَهُمَا ... يَطْمَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ﴾ ''اور اُن دونوں کے درمیان ایک پردہ ہوگا'' جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار حائل ہے جو جنت والوں کو جہنم والوں سے جدا رکھتی ہے، یہ وہی دیوار ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ ''جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔'' کہا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو'' چنانچہ ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی اور اس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا۔''

(الحدید:13)(مختصر ابن کثیر:585/1)

(2)جنت اور جہنم کے درمیان ایک حجاب ہوگا جسے مقام اعراف کہا گیا ہے۔ یہ مقام نہ جنت میں ہوگا نہ جہنم میں۔ اس مقام سے جنت اور جہنم دونوں کو جھانکا جا سکے گا۔

(3)﴿وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ﴾ ''اور بلندیوں (اعراف) پر کچھ مرد ہوں گے'' اصحاب اعراف وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی، نہ نیکی انہیں جنت لے جا سکے گی نہ برائی جہنم میں۔



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں پوچھا گیا جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں۔ فرمایا: ''یہ اعراف والے ہوں گے جو جنت میں داخل نہ ہوں گے مگر دخول جنت کے امیدوار ہوں گے۔'' (ابن مردویہ)

(5) ﴿يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ﴾ ''جو ہر ایک کو ان کی خاص علامتوں ہی سے پہچان جائیں گے'' مقام اعراف پر جو لوگ ہوں گے وہ اہل جنت اور اہل جہنم کو ان کی علامات کے ذریعے پہچانیں گے جو ان کی امتیازی علامات ہوں گی۔

(6) ﴿وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور وہ جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو'' اصحاب اعراف اہل جنت کو دیکھ کر سلام کہیں گے اور امید کریں گے کہ جلد ہی اس جنت کے مستحق بن جائیں گے۔

(7) ﴿لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ﴾ ''وہ ابھی تک جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور وہ طمع رکھتے ہوں گے'' وہ جنت میں داخلے کے امیدوار ہوں گے۔ یہ امید رب العزت کی جانب سے ہوگی۔

(8) یہ امید اللہ تعالیٰ تب ہی جاگزیں کرتے ہیں جب اس کا اپنے فضل وکرم سے نوازنے کا ارادہ ہوتا ہے۔

(9) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے انتظار میں ہوں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ اعراف پر قیام کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

﴿وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

''اور جب اُن کی نگاہیں آگ والوں کی جانب پھیر دی جائیں گی، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمیں اِن

مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾

ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کرنا'' (47)

ع 5 6 12

سوال: اصحاب اعراف جہنم والوں کو دیکھ کر کیا کہیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا صُرِفَتْ... مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ ''اور جب ان کی نگاہیں آگ والوں کی جانب پھیر دی جائیں گی'' یہ نظر ارادے سے نہیں ہوگی نہ وہ ان پر نگاہ ڈالنا پسند کریں گے۔ ان کی نگاہیں آگ والوں کی طرف پھیر دی جائیں گی اور ایک قبیح منظر دیکھنے کو ملے گا۔

(2) اصحاب اعراف اہل جہنم کے چہروں کی سیاہی سے انہیں پہچانیں گے۔ (ابن عباس)



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



(3)﴿قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمیں اِن ظالم لوگوں کے ساتھ نہ کرنا'' اصحاب اعراف اہل جہنم کو دیکھتے ہی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے لگیں گے کہ ہمیں ظالموں کا ساتھی نہ بنانا۔

﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ

''اور بلندیوں والے کچھ مَردوں کو پکاریں گے جنہیں وہ اُن کی نشانیوں سے ہی پہچانتے ہوں گے، وہ کہیں گے کہ تمہارا گروہ

جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

تمہارے کام نہ آیا اور نہ وہ جو تم بڑے بنتے تھے'' (48)

سوال: اصحاب اعراف جہنم والوں کو پہچان کر کیا کہیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَنَادٰٓى...تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ﴾ ''اور بلندیوں والے کچھ مردوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانیوں سے ہی پہچانتے ہوں گے'' اصحاب اعراف مشرکین کے کئی سرداروں کو ان کی صورتوں سے پہچانتے ہوں گے۔ وہ ان کو شرمندہ کرنے کے لیے پکاریں گے۔

(2)﴿قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ''وہ کہیں گے کہ تمہارا گروہ تمہارے کام نہ آیا اور نہ وہ جو تم بڑے بنتے تھے'' اعراف والے کچھ مردوں کو پکاریں گے اور وہ جہنم والے ہوں گے جن کے پاس دنیا میں کثیر مال تھا، ان کو اکیلے عذاب میں مبتلا دیکھ کر ان سے سوال کریں گے۔

(3) اصحاب اعراف معروف شخصیات سے کہیں گے تمہاری کثرت تعداد کہاں ہے! تمہاری تو Following بہت تھی اپنے حالات دیکھو کہاں پہنچ گئے ہو؟ تمہارے تکبر نے تمہیں اس آگ سے محفوظ رکھا؟ تمہاری گروہ بندی نے تمہیں کیا فائدہ دیا؟ آج تم بری طرح عذابوں میں جکڑ دیئے گئے ہو۔

﴿اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ

''کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائی تھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت نہ پہنچائے گا، جنت میں داخل ہو

لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾

جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے'' (49)



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



سوال 1: اصحاب اعراف اہل جہنم سے کیا کہیں گے، اس کی وضاحت ﴿اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ ... تَحْزَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اصحاب اعراف اہل جنت کی طرف، جو دنیا میں کمزور و ناتواں تھے، اشارہ کر کے اہل جہنم سے کہیں گے: ﴿اَهٰٓؤُلَآءِ﴾ "کیا یہ وہی لوگ ہیں" کیا یہی لوگ جو جنت میں داخل ہو گئے ہیں؟

(2) ﴿الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ﴾ "جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائی تھیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت نہ پہنچائے گا" جن کے بارے میں تم خود پسندی اور تکبر کے ساتھ قسمیں کھاتے تھے، نفرت اور حقارت کا اظہار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے نہیں نوازے گا۔

(3) اصحاب اعراف کہیں گے کہ تم اہل ایمان کے بارے میں کہتے تھے یہ گمراہ ہو گئے اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہیں۔ دیکھ لو حقیقت کیا تھی اور تم نے کیا سمجھی تھی؟ اب دیکھو کامیاب کون ہے اور ناکام کون؟

(4) ﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ "جنت میں داخل ہو جاؤ" کمزور اور ناتواں لوگوں سے کہا جائے گا کہ اپنے صالح اعمال اور نیکیوں کی وجہ سے بڑے احترام کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(5) ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ﴾ "نہ تم پر کوئی خوف ہے" تمہیں مستقبل کا کوئی دھڑکا نہیں ہوگا۔

(6) ﴿وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ "اور نہ تم غمگین ہو گے" اور ماضی کے بارے میں تم غم زدہ نہیں ہو گے۔

(7) اس آیت کے بارے میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اعراف والوں کی طرف اشارہ کر کے جہنم والوں سے خطاب فرمائے گا کہ تم ان ہی کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوگی، اے اعراف والو! بے کھٹکے خیر و عافیت سے جنت میں جا کر اس کی بہاریں لوٹو۔ (مختصر ابن کثیر: 1/586)

(8) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ (۲۹) وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ (۳۰) وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ (۳۱) وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ (۳۲) وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ (۳۳) فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ (۳۴) عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (۳۵)﴾ "وہ لوگ جنہوں نے جرم کیے وہ ان پر جو لوگ ایمان لائے، ہنسا کرتے تھے۔ اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آتے تو مزے لیتے ہوئے واپس آتے تھے اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے: "یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔" حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بھیجے گئے تھے۔ سو آج جو لوگ ایمان لائے ہیں، کافروں پر ہنستے ہیں۔ تختوں پر بیٹھے وہ دیکھ رہے ہیں۔" (المطففین:29-35)

سوال 2: حق کا انکار کرنے والے حق قبول کرنے والوں کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں؟

جواب: (1) حق کا انکار کرنے والوں کی حیثیت مضبوط ہوتی ہے۔ (2) وہ جمے ہوئے نظام کے ستون ہوتے ہیں۔

(3) حق کا ساتھ دینے والوں کی حیثیت کمزور ہوتی ہے۔

(4) حق کا ساتھ دینے کے بعد جمے ہوئے نظام کی سرپرستی انہیں حاصل نہیں رہتی۔

(5) ان وجوہات کی بنیاد پر حق کا انکار کرنے والے حق قبول کرنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ

"اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہا دو یا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾

وہ جواب دیں گے: "یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں" (50)

سوال: جنت کی نعمتیں کافروں پر حرام ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ ... عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے جہنمیوں کی ذلت و رسوائی بیان فرمائی ہے کہ وہ جنت والوں سے کھانے پینے کی چیزیں مانگیں گے لیکن انہیں وہ نہیں دی جائیں گی۔

(2) ﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ﴾ "اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے" جب دوزخ والوں کو عذاب پوری طرح قبضے میں لے لے گا اور وہ بھوک پیاس سے بے تاب ہوں گے تو اہل جنت کو مدد کے لیے پکاریں گے۔

(3) ﴿اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ "کہ ہم پر کچھ پانی بہا دو یا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے" دوزخ والے جنت والوں سے کہیں گے ہمیں بھی کچھ کھانا اور پانی دے دو اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو رزق دیا ہے۔ یہ دوزخ والوں کی ذلت و خواری کا ذکر ہے، کیسے وہ اپنے قریبی عزیزوں، اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے آگے گڑگڑائیں گے کہ ہم جل بھن گئے، پیاس سے تڑپ رہے ہیں، تھوڑا سا پانی پلا دو، ہم بھوک سے جاں بلب ہیں، ہمیں اپنے کھانے میں سے تھوڑا سا دے دو۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(4) جہنمیوں کو کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ﴾ ''اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔'' (محمد:15)

(5)﴿قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''وہ جواب دیں گے:''یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں'' جنت والے جواب دیں گے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو کافروں کے لیے حرام کر دیا ہے۔جنت کے کھانے اور پانی کافروں کے لیے نہیں ہیں۔یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر ظلم نہیں ہے بلکہ ان کے اعمال کی جزا ہے۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا،اس کی آیات کا انکار کیا اور انہوں نے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا۔

(6)﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ پوچھیں:''کس نے اللہ تعالیٰ کی زینت کو حرام کر دیا اور پاکیزہ رزق کو جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے؟ آپ کہہ دیں:''یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں بھی اُن لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے ہیں اور قیامت کے دن وہ خالصتاً اُنہی کے لیے ہوں گی،اس طرح ہم آیات کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔'' (الاعراف:32)

﴿الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ

''جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا تو آج ہم بھی انہیں بھلائے

كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾

دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے'' (51)

سوال1: آخرت سے غفلت کا انجام قیامت کے دن کیسے سامنے آئے گا،اس کی وضاحت ﴿الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ... يَجْحَدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا﴾ ''جن لوگوں نے اپنے دین کو دل لگی اور کھیل بنایا تھا'' کافروں کے اعمال کا ذکر ہے کہ انہوں نے دین کو دل لگی اور کھیل بنا لیا تھا یعنی ان کے دل دنیا میں سرشار اور مست تھے اور آخرت کو بھلا بیٹھے تھے۔اسی وجہ سے وہ دین سے گریزاں تھے،انہوں نے دین کا مذاق اڑایا،انہوں نے دین کے عوض کھیل، تماشوں کو اہمیت دی اور آخرت سے غافل ہو گئے۔ان کی اس غفلت کا انجام قیامت کے دن سامنے آئے گا جب اللہ تعالیٰ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انہیں بھلا دیں گے جیسے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔

(2)﴿وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ''اور دنیا کی زندگی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا'' دنیا کی زیب وزینت نے اور دنیا کی ترغیب دلانے والوں کی کثرت نے انہیں دھوکے میں ڈال دیا کہ زندگی تو بس یہی زندگی ہے۔کھالے، پی لے، جی لے اور من کی مان لے وغیرہ۔

(3)وہ دنیا سے مطمئن ہو کر اس سے خوش اور راضی ہو گئے اور آخرت سے منہ موڑ کر اسے بھول گئے۔

(4)﴿فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ﴾ ''تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں'' یعنی آج ہم بھی ان کے ساتھ ایک بھول جانے والے شخص جیسا معاملہ کریں گے کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اسے کچھ نہیں بھولتا۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى﴾ ''میرا رب نہ بھولتا ہے اور نہ وہ غلطی کرتا ہے۔''(طٰہٰ:52)

(5)﴿فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ﴾ ''تو آج ہم بھی انہیں بھلائے دیتے ہیں'' انسان کے بھلا دینے کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ انسان کو بھلا دیں گے اس لیے کہ جو انسان موت سے پہلے والی زندگی میں آخرت کو چھوڑتا ہے اس کو موت کے بعد والی زندگی میں آخرت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔(6)اللہ تعالیٰ انہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے۔

(7)﴿كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا﴾ ''جیسا کہ انہوں نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا'' انسان کے سامنے جب کوئی اور مقصد اور جزا ہو تو وہ آخرت کی ملاقات بھلا دیتا ہے۔

(8)﴿قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا:''اسی طرح ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں تو تو نے انہیں بھلا دیا اور اسی طرح آج تو بھلایا جا رہا ہے۔''(طٰہٰ:126)

(9)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے فرمائے گا، کیا میں نے تیری عزت افزائی نہیں کی تھی؟ کیا میں نے تجھے سردار نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ تیرے لیے مسخر نہیں کر دیے تھے اور تجھے چھوڑ نہیں دیا تھا کہ تو عزت و وقار کے ساتھ جس طرح چاہے کھائے اور پیے؟ بندہ عرض کرے گا: ہاں! یہ سب کچھ درست ہے، تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یقین تھا کہ تو ایک دن میرے ساتھ ملاقات کرے گا؟ بندہ جواب دے گا: نہیں، میرے پروردگار! مجھے یہ یقین نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: آج میں بھی تجھے بھلا دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔''(مسلم:7438، مسند احمد، ابن حبان:7445)

(10)﴿وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے'' ان کا انکار اس بنا پر تھا کہ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سمجھنے سے قاصر تھے۔

سوال 2: اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنانے سے مراد اپنے دین کو اہمیت نہ دینا ہے۔ اس وجہ سے انسان کے اندر سے لطیف احساسات مثلاً حیا، شرافت، وسعت ظرفی اور پاکیزہ طریقوں کو پسند کرنا وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں، یہ احساسات انسان کے اندر چوکیدار کا کام کرتے اور اسے برائیوں سے روکتے ہیں لیکن جب یہ احساسات ختم ہو جاتے ہیں تو انسان حیوانی سطح پر اتر آتا ہے، اس کی انسانیت مسخ ہوتی ہے اس طرح وہ اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انتقام کا مستحق بن جاتا ہے۔

(2) دین کو اپنے لئے زندگی کا ضابطہ قرار دے کر اس کا صحیح مقام اسے نہ دینا اسے پروقار نہ بنانا۔

(3) دینی موضوعات پر بات کرنا اور اسلامی احکامات کو ہلکا سمجھ کر ان کی تضحیک کرنا اور مذاق اڑانا۔ مثلاً غیبی معاملات کا مذاق اڑانا۔ (ایسی جنت سے کیا) جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں دین کو کھیل اور تماشا بنانا ہے۔

سوال 3: انسان آخرت کی ملاقات کو کیوں بھول جاتا ہے؟

جواب: (1) انسان اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو اس لیے بھول جاتا ہے کہ دنیا کی رونقوں میں گم ہو جاتا ہے، گویا وہ صرف دنیا کے لیے پیدا ہوا ہے۔

(2) وہ ظاہر ہونے والی چیزوں کی طرف جھکتا ہے تو اپنے رب کی ملاقات کو بھول جاتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کون لوگ کرتے ہیں؟

جواب: (1) جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ (2) جو اپنی ذات کو بڑا دیکھتے ہیں۔

(3) جو دنیا کی رونقیں پا کر خوشیاں حاصل کرتے ہیں۔ (4) جو مادی ساز و سامان پا کر اپنے آپ کو کامیاب سمجھے ہیں۔

(5) جو اپنے رب اور آخرت کو بھول جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کی آیات آتی ہیں تو وہ غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو اپنے لئے سنجیدہ معاملہ نہیں سمجھتے اور انکار کر دیتے ہیں۔

﴿وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى

"اور بلاشبہ ہم ان لوگوں کے پاس یقیناً ایک ایسی کتاب لائے ہیں جس کو ہم نے علم کی بنیاد پر مفصل بنایا ہے اور ان لوگوں کے لیے ہدایت



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں" (52)

سوال1: نزول قرآن کے بعد مشرکوں کے لیے عذر کی کوئی گنجائش نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ ... يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر اور محمد ﷺ پر اس مفصل کتاب قرآن مجید کو نازل فرما کر مشرکوں کے تمام بہانے ختم کر دیے ہیں۔ اب مشرکوں کے لیے عذر کی کوئی گنجائش باقی نہیں۔

(2) ﴿وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ﴾ "اور بلاشبہ ہم اُن لوگوں کے پاس یقیناً ایک ایسی کتاب لائے ہیں جس کو ہم نے مفصل بنایا ہے" اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ ہم ان کے پاس ایسی کتاب لے کر آئے ہیں جس میں ہم نے ان چیزوں کو کھول کر بیان کر دیا ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہوتی ہے۔

(3) ﴿عَلٰى عِلْمٍ﴾ "علم کی بنیاد پر" یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ ہر زمان و مکان کا بھی علم رکھتا ہے اور اپنے بندوں کے حالات کا بھی۔ اس نے اپنے علم سے انسانوں کے لیے اس کتاب میں فیصلے کیے ہیں کہ کیا چیز انسانوں کے لیے درست ہے اور کیا چیز درست نہیں ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ﴾ "اس نے اسے اپنے علم سے اتارا ہے۔" (النساء:166)

(4) ﴿الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ "الر۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں۔ پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔" (ہود:1)

(5) ﴿هُدًى﴾ "ہدایت ہے" یعنی اس کتاب کے ذریعے سے اہل ایمان کے لیے گمراہی میں سے ہدایت واضح ہو جاتی ہے اور حق و باطل اور رشد و ضلالت کے درمیان فرق واضح اور نمایاں ہو جاتا ہے۔

(6) ﴿وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ "اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں" وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مستحق بن جاتے ہیں اور یہ دنیا و آخرت میں بھلائی اور سعادت کا نام ہے اور ان سے اس رحمت کے ذریعے سے گمراہی اور شقاوت دور ہو جاتی ہے۔ (تفسیر سعدی:1/881)

سوال2: قرآن مجید انسان کے لئے ہدایت اور رحمت کیسے بنتا ہے؟

جواب: (1) قرآن مجید انسان کی زندگی کے لئے راہ نمائی دیتا ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(2) قرآن مجید اس زندگی میں اور موت کے بعد آنے والی زندگی میں پیش آنے والے معاملات کو واضح کرتا ہے۔

(3) قرآن مجید انسانوں کو حساب کتاب سے آگاہ کرتا ہے۔

(4) جو لوگ قرآن حکیم کی ہدایات کو قبول کر لیتے ہیں وہ اپنی زندگی کی اصلاح کر لیتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جاتے ہیں، یوں یہ کتاب ہدایت اور رحمت کا باعث بنتی ہے۔

سوال 3: قرآن مجید کن لوگوں کے لئے زندگی اور یقین کا خزانہ بن جاتا ہے؟

جواب: (1) جو لوگ اپنی فطرت کو نہیں بگاڑتے وہ قرآن کو اپنے دل کی آواز بنا لیتے ہیں۔

(2) جو لوگ فطری زندگی گزارتے ہیں اور حق کی تلاش میں ہوتے ہیں جب وہ قرآن سنتے ہیں تو وہ ان کے لئے زندگی اور یقین کا خزانہ بن جاتا ہے۔

﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ

"نہیں وہ انتظار کرتے مگر اس کے انجام کا جس دن اس کا انجام آجائے گا، جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اُسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں

قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ

گے کہ ہمارے رب کے رسول یقیناً حق لائے تھے تو کیا اب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں؟ یا ہم واپس بھیج دیئے

فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

جائیں تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے یقیناً انہوں نے اپنی جانوں کو ہی خسارے میں ڈالا اور اُن سے گم ہو گیا

مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے" (53)

ع 6/6 13

سوال 1: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ ... يَفْتَرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ﴾ "نہیں وہ انتظار کرتے مگر اس کے انجام کا" کیا اب وہ اس کے انتظار میں ہیں کہ جنت جہنم کی خبر اب واقع ہو جائے؟

(2) ﴿يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ﴾ "جس دن اس کا انجام آجائے گا" جس دن اس کا نتیجہ ظاہر ہو گا، آج کی خبریں واقع ہو جائیں گی اور ظاہر ہے وہ قیامت کا دن ہو گا۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(3)﴿يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ﴾ ''جن لوگوں نے اس سے پہلے ہی اسے بھلا دیا تھا وہ بول اٹھیں گے'' جس دن وہ انجام سامنے آجائے گا جس کی خبریں دی جارہی ہیں تو وہ لوگ حسرت سے بول اٹھیں گے جنہوں نے پہلے اسے بھلا دیا تھا اپنے گناہوں کی بخشش کی سفارش تلاش کرتے ہوئے اور اس کا اقرار کرتے ہوئے جسے رسول لے کر آئے تھے۔

(4)﴿قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ﴾ ''ہمارے رب کے رسول یقینا حق لائے تھے تو کیا اب ہمارے کچھ سفارشی ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں'' وہ اعتراف کریں گے کہ ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے۔ کاش ہمارا کوئی معبود جسے ہم دنیا میں پوجا کرتے تھے ہماری سفارش کے لیے کھڑا ہو جاتا۔

(5)﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔'' (البقرۃ:48)

(6)﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ﴾ ''چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش ان کو کوئی نفع نہ دے گی۔'' (المدثر:48)

(7)﴿اَوْ نُرَدُّ﴾ ''یا ہم واپس بھیج دیئے جائیں'' یا ہم دنیا میں واپس بھیج دیئے جائیں حالانکہ لوٹنے کا وقت تو گزر چکا۔

(8)﴿فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ﴾ ''تو ہم اس سے مختلف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے'' یا پھر ہمیں دنیا میں بھیج دیا جاتا اور ہم اس کے برعکس کرتے جو ہم کیا کرتے تھے۔

(9)﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۷) بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (۲۸)﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقینا دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلاشبہ وہ یقینا جھوٹے ہیں۔'' (الانعام:28,27)

(10) وہ کہیں گے ہم شرک، شر اور فساد نہیں کریں گے۔

(11) تو ہم اس کے برعکس عمل کریں گے حالانکہ اگر وہ لوٹا بھی دیئے جائیں تو وہی کام کریں گے جن سے روکا گیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ پر توکل کیا، ان سے امیدیں باندھیں، تو آج ان کا کوئی حمایتی نہیں جو عذاب سے بچا لے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(12)﴿قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''یقیناً انہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا'' یہ ایسا خسارہ ہے جس میں مال، اولاد، اثاثے سب کچھ گیا۔ منافع سے محروم ہوئے اور خسارہ پانے والوں کی تلافی بھی نہیں ہو سکتی۔

(13)﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور ان سے گم ہو گیا جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: جو دنیا میں وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے وہ ان سے گم ہو جائے گا۔ (ابن ابی حاتم: 1496/5)

(14) دنیا میں شیطان کے وعدوں اور نفس کی خواہشات کے مطابق جو جھوٹ وہ گھڑتے تھے وہ سب گم ہو جائے گا۔ اب وہ چیز سامنے آ گئی جس کا کبھی تصور نہیں کیا تھا۔ ان کے سامنے حق اور باطل صاف واضح ہو گیا۔

سوال 2: کیا موت کے بعد انسان کو دنیا میں دوبارہ بھیجا جا سکتا ہے؟

جواب: موت کے بعد زندگی کا موقع کبھی ملنے والا نہیں۔

سوال 3: انسان اپنے آپ کو گھاٹے میں کیسے ڈال دیتا ہے؟

جواب: (1) انسان جس دنیا پر بھروسہ کرتا ہے، جس میں مشغول رہتا ہے اور جس کو سب کچھ سمجھتا ہے، موت کے بعد وہ اس کے ہاتھ نہیں آئے گی۔

(2) انسان آخرت کے معاملے کو غیر اہم سمجھتا ہے تو جہ نہیں دیتا اور آخرت آ جاتی ہے جب کہ کوئی تیاری نہیں ہوتی، یوں دنیا بھی گئی اور آخرت بھی، یہی اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالنا ہے۔

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر

الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ

بلند ہوا، وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب

مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ

اس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

جو سارے جہانوں کا رب ہے'' (54)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 1: کائنات چھ دن میں تخلیق کی گئی، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ ... اَیَّامٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ﴾ ''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے'' جو پسند کرتا ہے کہ وہ سب اس کی عبادت کریں، اس کو پکاریں اور اس کا قرب حاصل کریں اور اس کی اطاعت کریں۔ (ایسر التفاسیر: 455,454)

(2) اے لوگو! تمہارا آقا اور تمہارے امور کی اصلاح کرنے والا وہی معبود ہے جس کے لیے ہر طرح کی عبادت ہے۔ (جامع البیان: 214/8)

(3)﴿الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ﴾ ''جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' بے شک تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ آسمان وزمین کتنے عظیم اور کتنے محکم ہیں۔ اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے انتہائی مہارت سے کھڑا کیا۔ آسمان انوکھی تخلیق ہیں۔

(4)﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن دونوں کے درمیان کو چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر قائم ہوا، اُس کے سوا تمہارا نہ کوئی سرپرست ہے اور نہ سفارشی ہے، تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر وہ (کام) ایک دن میں اُس کی طرف اوپر جاتا ہے جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے، اس میں سے جو تم شمار کرتے ہو۔ وہی ہر غائب اور حاضر کا جاننے والا ہے، سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔ جس نے ہر چیز کو بڑے احسن انداز سے پیدا کیا۔ اور اس نے انسان کی تخلیق کی ابتداء تھوڑے سے گارے سے کی۔'' (السجدۃ: 4-7)

(5) وہی تمہارا حقیقی رب اور تمہارا معبود ہے، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں اور بتوں میں سے کوئی ایک تمہارا معبود نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ مخلوق ہیں، خالق نہیں اور خود اپنے آپ کو نفع پہنچانے سے بھی عاجز ہیں اور نقصان سے بچانے سے قاصر ہیں تو دوسروں کو کیسے پہنچا سکتے ہیں؟ بے شک تمہارا رب اور تمہارا معبود حق ہے، جس نے ہر چیز کو تخلیق کیا، ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے، وہی تصرف کا اختیار رکھتا ہے، اسی کا حکم چلتا ہے۔ وہ اپنی بادشاہت میں جو جی چاہتا ہے کرتا ہے، اوپر کے جہانوں میں بھی اور نیچے کے جہانوں میں بھی، بڑا برکت والا ہے رب العالمین۔ (ایسر التفاسیر: 455,454)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(6)﴿فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ ''چھ دنوں میں'' چھ دنوں میں سے پہلا دن اتوار تھا اور آخری دن جمعہ تھا۔ اتوار کے دن تخلیق کا آغاز کیا اور پھر تخلیق پوری کرنے کے بعد ان کے تمام امور انہیں سپرد کیے۔

(7) اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو حد درجہ کامل اور حکیمانہ نظام کے تحت بنایا ہے۔ اس نے ہر چیز کو ایسے چلا دیا ہے کہ وہ ٹھیک وہی کام کرے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا۔

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتے کے دن پیدا کیا اور اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا، درختوں کو اس میں پیر کے دن پیدا کیا، بری چیزوں (یعنی ظلمت و تاریکی وغیرہ) کو منگل کے دن اور نور (یعنی اعلیٰ و پاکیزہ چیزوں) کو بدھ کے دن، جاندار چیزوں کو جمعرات کے دن پیدا کر کے اس میں پھیلا دیا اور آدم علیہ السلام کو آخری مخلوق کے طور پر جمعہ کے دن آخری گھڑیوں میں عصر اور رات کے درمیان کی کسی گھڑی میں پیدا فرمایا تھا۔'' (مسلم: 7054، مسند احمد)

(9) یہاں دن سے مراد ہمارا یہ 24 گھنٹے کا دن نہیں جو سورج سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ یہ سورج تو اس وقت موجود ہی نہیں تھا۔ قرآن کریم میں ایک اور مقام پر یوم کی مقدار ایک ہزار سال کا ذکر ہے (الحج: 47) اور دوسرے مقام پر پچاس ہزار سال کا (المعارج: 4) لہٰذا یہاں چھ دن سے مراد چھ ادوار ہی مراد لیے جا سکتے ہیں۔ (تیسیر القرآن: 58/2)

(10) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۹) وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ (۱۰) ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ (۱۱) فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ کیا واقعی تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں بنایا اور تم اُس کے لیے شریک بناتے ہو؟ وہی تو سارے جہانوں کا رب ہے۔ اور اس نے زمین میں اس کے اوپر سے گڑے ہوئے پہاڑ بنا دیے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور اس میں اس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں چار دنوں میں، (جواب) برابر ہے سوال کرنے والوں کے لیے۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا: ''تم دونوں آ جاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔'' دونوں نے کہا: ''ہم خوش ہو کر آ گئے ہیں۔ تو اس نے دو دنوں میں ان کو پورا سات آسمان بنا دیا اور اس نے ہر آسمان میں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کا کام وحی کر دیا اور ہم نے آسمانِ دنیا کو چراغوں سے زینت دی اور محفوظ کر دیا، یہ اندازہ ہے سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا۔'' (فصلت:9-12)

(11)﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے؟ تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا، تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے؟'' (الانبیاء:30)

سوال2:﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''پھر وہ عرش پر بلند ہوا'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ عرش عظیم پر مستوی ہوا اور عرش عظیم تمام آسمانوں، زمین اور جو ان کے کچھ اندر ہے، سب پر محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش عظیم پر اس طرح مستوی ہوا جس طرح اس کے جلال، اس کی عظمت اور اس کی سلطنت کے لائق ہے۔ (تفسیر سعدی:882/1)

سوال3: رات دن اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، اس کی وضاحت ﴿يُغْشِي ... رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ﴾ ''وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے'' اللہ تعالیٰ اندھیری رات سے روشن دن کو ڈھانپ دیتا ہے اور زمین پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ رات کو رب العزت نے آرام کے لیے بنایا ہے۔ رات میں تمام انسان اور ساری مخلوقات آرام کرتے ہیں اور اپنی تھکاوٹ دور کرتے ہیں۔

(2)﴿يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ ''وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے'' پھر سیاہ رات کے جانے کے بعد دن آجاتا ہے اور لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں، رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ (۳۷) وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۳۸) وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (۳۹) لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (۴۰)﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اُس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔ اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔'' (یٰس:37-40) رات دن کا یہ سلسلہ جاری رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی اور



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بندے اس دنیا سے اگلے جہان میں منتقل ہو جائیں گے۔

(3)﴿وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ﴾ ''اور سورج، چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں'' یعنی سورج، چاند اور ستارے اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر سے مسخر کر رکھے ہیں۔

(4) ان کی تخلیق اور ان کی وسعت اللہ تعالیٰ کی قدرت کامل کی دلیل ہے۔

(5) کائنات کا منظم ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت کی دلیل ہے۔

(6) سورج، چاند اور ستاروں میں فوائد کا ہونا اس کے کمال علم اور کمال رحمت کی دلیل ہے۔

(7) اس کائنات کی ہر چیز اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(8)﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ﴾ ''سن لو! پیدا کرنا اسی کا کام ہے'' اللہ تعالیٰ خالق ہے اور وہ اپنی مخلوقات کا مالک ہے۔ اسی نے اپنی مخلوق کے اوصاف اور افعال تخلیق کیے۔

(9)﴿وَالْاَمْرُ﴾ ''اور حکم دینا'' اللہ تعالیٰ ہی کا امر ہے، وہ اپنے امر کا مالک ہے۔

(10) تخلیق اس کے احکام کونی وقدری اور ''امر'' احکام دینی کے بارے میں ہے اور احکام جزائی اس جہان کے فنا کے بعد ہوں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''یقیناً جب ہم کسی چیز کا ارادہ کر لیں تو ہم اسے کہتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔'' (النحل:40)

(11) سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز حدیبیہ میں پڑھائی اور رات کو بارش ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟'' انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے بندوں نے صبح اس حال میں کی ہے کہ کچھ لوگ مجھ پر ایمان لانے والے تھے اور کچھ کافر۔ جس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت، اس کے رزق اور اس کے فضل سے بارش ہوئی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان لایا اور اس نے ستارے کے ساتھ کفر کیا اور جس نے کہا کہ ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور وہ ستارے پر ایمان لایا۔'' (بخاری:4147، مسلم:231)

(12)﴿تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے'' برکت کا مطلب یہ ہے کہ جن متوقع فوائد اور خیر و بھلائی کے لیے کوئی چیز پیدا کی گئی ہے وہ پورے کے پورے فوائد اس سے حاصل ہو



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جائیں۔یہاں اللہ تعالیٰ کے بابرکت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی کوئی بھی چیز جس مقصد اور خیر و بھلائی کے لیے بنائی تھی اس سے پورے کے پورے مقاصد حاصل ہو رہے ہیں۔(تیسیر القرآن:60/2)

(13)یعنی وہ بلند اور عظمت والا ہے،اس کی بھلائی اور احسان بہت زیادہ ہے،وہ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اپنی عظمت اوصاف اور کمال صفات کی بنا پر بہت بابرکت ہے اور مخلوق کو بے پایاں بھلائی اور بے شمار نیکی سے نواز کر دوسروں کو بھی برکت عطا کرتا ہے۔اس کائنات میں جو برکات نظر آتی ہیں وہ اس کی رحمت کے آثار ہیں۔(تفسیر سعدی:883/1)

(14)﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ ''اور آپ کہہ دیں کہ تمام تعریف اُس اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ بادشاہت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے۔اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں،خوب بڑائی بیان کرنا۔''(بنی اسرائیل:111)

(15)﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے آسمان میں بُرج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔''(الفرقان:61)

﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

''تم اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے سے پکارو،یقیناوہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا''(55)

سوال1:دعائیں مانگنے کی جو ترغیب دلائی گئی ہے،اس کی وضاحت ﴿اُدْعُوْا ... الْمُعْتَدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ﴾ ''تم اپنے رب کو پکارو'' اے لوگو!اپنے ایک رب کو پکارو۔اس کے لیے دعا کو خالص کرو۔دعائیں مانگنے کا شوق دلایا جا رہا ہے۔اس سے دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی۔(جامع البیان)

(2)اللہ تعالیٰ سے اپنی دنیاوی اور اخروی ضروریات مانگو بے شک وہ تمہارا رب ہے اس سے سوال کرتے ہوئے حیا نہ کرو۔(ایسر التفاسیر:455)

(3)﴿تَضَرُّعًا﴾ ''گڑگڑا کر'' یعنی گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔دعا عبودیت کا عظیم عمل ہے،اللہ تعالیٰ کی معرفت کا عنوان ہے۔جب ہم اس کے آگے ہاتھ بلند کرتے ہیں اور اسے پکارتے ہیں تو اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے وہ سب کچھ سننے والا سمیع اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔اور وہی ہے جو غم دور کرتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے۔ دعا خضوع اور عاجزی کا راز ہے اس لیے دعائیں کثرت سے کرنی چاہیں اور جم کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ﴾ ''دعا عبادت کا مغز ہے۔'' (ترمذی:3371)

(4) ﴿وَّخُفْيَةً﴾ ''اور چپکے چپکے سے'' یعنی دل کے خضوع اور اس کی وحدانیت پر یقین رکھتے ہوئے چھپ چھپ کر خالص اللہ تعالیٰ کے لیے آہ وزاری کریں۔ بلند آواز سے اعلانیہ نہ گڑگڑائیں، جس سے ریاکاری کا اندیشہ ہو۔

(5) ﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ ''اور آپ اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح وشام یاد کیا کرو اور غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔'' (الاعراف:205)

(6) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ تکبیر وتہلیل کے دوران ہماری آوازیں بلند ہوئیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''لوگو! اطمینان اور سکون اختیار کرو کہ تم نہ کسی بہرے کو پکارتے ہو اور نہ کسی غائب کو، بلکہ جسے تم پکارتے ہو بے شک وہ سننے والا بھی ہے اور قریب بھی۔'' (بخاری:2992، مسلم:6862)

(7) اللہ تعالیٰ سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعائیں مانگو۔ (8) قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر فرمایا ہے: ﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا﴾ ''جب اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔'' (مریم:3) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دُعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔'' (المؤمن:60)

(9) ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ ''اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہی ہوں، میں پکارنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے تو لازم ہے کہ وہ میری بات مانیں اور مجھ پر ہی ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔'' (البقرہ:186)

(10) ﴿اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا'' میں ﴿معتدی﴾ سے دعا میں حد سے بڑھ جانے والے مراد ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر) (11) اللہ تعالیٰ کسی بھی معاملے میں حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ (12) یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کا سوال کرے جو اس کے لیے درست نہیں۔

(13) ابونعامہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو کہتے سنا: اے اللہ! میں جب جنت میں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



داخل ہوں تو مجھے جنت کے دائیں طرف کا سفید محل عطا فرما، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بیٹے! تم اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرو اور جہنم سے پناہ مانگو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''اس امت میں عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو طہارت اور دعا میں حد سے تجاوز کریں گے۔'' (ابوداؤد:96، ابن ماجہ:3864)

(14) یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ بندہ سوال کرنا ہی چھوڑ دے۔

(15) یہ بھی حد سے تجاوز ہے کہ بندہ بہت زیادہ بلند آواز میں دعا مانگے۔

سوال 2: دعا کے آداب وشرائط کیا ہیں؟

جواب: دعا مانگتے ہوئے مندرجہ ذیل آداب کو ملحوظِ خاطر رکھنا ضروری ہے

(1) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ مانگا جائے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ﴾ ''جب تو سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کر اور جب مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر۔'' (ترمذی)

(2) دعا کے شروع اور آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور نبی ﷺ پر درود بھیجنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''ہر دعا معلق رہتی ہے جب تک کہ دعا کے ساتھ (اوّل وآخر) نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجا جائے۔'' (صحیح الجامع:4389/4)

(3) اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنی چاہیے، یہ قبولیت کا اصل اور قریب ترین سبب ہے۔

(4) دعا مانگتے ہوئے قبولیت کا مکمل یقین رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگا کرو۔'' (ترمذی:3479) سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تم دعا کرو تو یہ مت سمجھو کہ ہم گناہ گار ہیں، ہماری دعا قبول نہیں ہوگی۔ مخلوق میں شیطان سے بڑھ کر کون گناہ گار ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی دعا رد نہیں فرمائی۔

(5) دعا پوری رغبت، توجہ اور یکسوئی کے ساتھ کرنی چاہیے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللهَ لَا يَسْتَجِيْبُ دُعَآءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ﴾ ''اور جان رکھو! اللہ تعالیٰ غافل اور بے دھیان دل کی دعا قبول نہیں کرتا۔'' (ترمذی:3479)

(6) دعا میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تک کوئی بندہ گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے اور قبولیت کے معاملے میں جلد بازی نہ کرے، اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے۔'' عرض کی گئی: اللہ کے رسول! جلد بازی کرنا کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ کہے: میں نے دعا کی اور میں نے دعا کی اور مجھے نظر نہیں آتا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ وہ میرے حق میں قبول کرے گا، پھر اس مرحلے میں (مایوس ہوکر) تھک جائے اور دعا کرنا چھوڑ دے۔'' (مسلم:6936)

(7) دعا مانگتے ہوئے آواز پست رکھنی چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پست آواز سے دعا مانگو، تم کسی بہرے یا غائب ہستی کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم ایک سمیع اور بصیر ذات کو پکار رہے ہو۔'' (بخاری و مسلم)

(8) دعا میں تصنّع اور قافیہ بندی نہیں کرنی چاہیے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: ''اس بات کا خیال رکھو کہ تمہاری دعائیں تکلف اور قافیہ آرائی سے پاک ہونی چاہئیں کیونکہ میں نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا ہے کہ وہ اس قسم کی باتوں سے بچا کرتے تھے۔'' (صحیح بخاری) (9) اللہ تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کرنی چاہیے۔

(10) دل کو حاضر رکھنا چاہیے۔

(11) دعا کو تین تین بار دہرانا چاہیے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اپنے رب سے سوال کرتے یا دعا مانگتے تو تین تین بار دہرایا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

(12) قبلہ رو ہوکر بیٹھنا چاہیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے جنگِ بدر میں مشرکین کی طرف نظر دوڑائی تو ان کی تعداد ایک ہزار تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین 319 تھے تو نبی ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ کیا، ہاتھ پھیلا دیے اور پکار کر دعا کرنے لگے۔ (مسلم:1158)

(13) دعا میں ہاتھ بلند کرنے چاہئیں۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكُمْ حَيِيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖٓ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ فَيَرُدَّهُمَا صِفْرًا﴾ ''تمہارا رب بڑا حیا کرنے والا اور سخی ہے، جب بندہ اس کے حضور ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں خالی لوٹاتے ہوئے اسے شرم آتی ہے۔'' (ابن ماجہ)

(14) دعا مانگنے والے کا رزق حلال ہونا چاہیے۔

(15) اللہ تعالیٰ کے ناموں کے حوالے سے دعا کرنی چاہیے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ ''اور سب اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں سو اسے ان کے ساتھ پکارو۔'' (الاعراف:180)

(16) قطع رحمی یا گناہ کی دعا نہیں مانگنی چاہیے۔

(17) دعا دلجمعی کے ساتھ اور دوٹوک الفاظ میں کرنی چاہیے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ سے پختہ ارادے کے ساتھ سوال کرے اور یوں نہ کہے: اے اللہ! اگر تو چاہے تو عطا فرما اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی زبردستی نہیں کرسکتا۔ (جو اسے دعا قبول کرنے سے روک لے)'' (بخاری)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(18) دعا مانگنے سے پہلے اپنے گناہوں کا اعتراف اور اظہارِ ندامت کرنا چاہیے۔ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کرتے اور اس کے لیے دعا کرتے تو پہلے اپنے لیے دعا فرماتے۔ (ترمذی)

(19) اپنے نیک کاموں کو وسیلہ بنا کر مانگنا چاہیے۔ صحیحین میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کے تین اشخاص نے ایک غار میں بارش کی وجہ سے پناہ لے رکھی تھی کہ ایک پتھر سے غار کا منہ بند ہو گیا اور وہ غار میں پھنس گئے۔ ان میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اپنے نیک کام کو وسیلہ بنا کر دعا مانگی اور ان کی دعا قبول ہوئی اور غار کے منہ سے پتھر ہٹ گیا۔'' (مسلم، بخاری)

﴿وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ

''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ اُسی کو پکارو یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت

قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

نیکی کرنے والوں کے قریب ہے'' (56)

سوال 1: زمین میں فساد پھیلانے کی جو ممانعت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تُفْسِدُوْا ... مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور زمین میں فساد نہ کرو'' یعنی شرک اور نافرمانیوں سے زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔

(2) ﴿بَعْدَ اِصْلَاحِهَا﴾ ''اس کی اصلاح کے بعد'' یعنی توحید، اطاعت اور نیکیوں کے ذریعے اطاعت کر لینے کے بعد زمین میں نافرمانیاں نہ کریں۔ نیکیوں سے اخلاق، رزق، اعمال اور دنیا و آخرت کے حالات کی اصلاح ہوتی ہے۔ نافرمانیاں رزق، اخلاق اور اعمال کو بگاڑ دیتی ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے خشکی اور سمندر میں فساد برپا ہو گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض کاموں کا انہیں مزہ چکھائے تاکہ وہ پلٹ آئیں۔'' (الروم:41)

(3) تمام انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے عموماً ان حالات میں آئے کہ معاشرے میں طرح طرح کا بگاڑ پیدا ہو چکا تھا، تو انہوں نے اپنی دعوت کا آغاز توحید ہی سے کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی دوسرے کی بندگی سے اجتناب کو شرط اول قرار دیا یہ اصول



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اپنانے کے بعد معاشرے سے برائیاں خود بخود رخصت ہوتی چلی جاتی ہیں۔(4)﴿وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ ''اور خوف کے ساتھ اور طمع کے ساتھ اسی کو پکارو'' خوف وطمع سے پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی تمام امیدیں اللہ تعالیٰ سے وابستہ رکھے اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو اور ڈرنا اس بات سے چاہیے کہ کسی غلطی یا تقصیر کی وجہ سے کہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود ہی نہ ہو جاؤں۔ دونوں پہلوؤں کو بہر حال ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ سے حسن ظن کا پہلو غالب رہنا چاہیے جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ عزوجل سے اچھا گمان رکھتا ہو۔'' (مسلم:7229)(تیسیر القرآن:61/2)

(4) اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کے ثواب کی امید رکھتے ہوئے اسے پکارو، نیز یہ کہ امید بھی رکھو کہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمائے گا اور اس بات سے بھی ڈرو کہ کہیں اللہ تعالیٰ دعا کو رد نہ کر دے۔ اس بندے کی طرح دعا نہ مانگو جو ناز و ادا کے ذریعے سے اپنے رب کے سامنے جرأت اور گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو خود پسندی کا شکار ہے اور جس نے اپنے نفس کو اس کی اصل حیثیت سے بڑھ کر حیثیت دی ہے اور نہ اس شخص کی طرح دعا مانگو جو غافل دل کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آداب دعا کے بارے میں جو کچھ ذکر فرمایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ دعا میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص ہو اور دعائے خفی اللہ تعالیٰ کے اخلاص کو متضمن ہے۔ (تفسیر سعدی:884/1)

(5)﴿اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (۱۵) تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (۱۶)﴾ ''یقینا ہماری آیات پر تو وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں اُن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں۔ اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔'' (السجدۃ:16,15)

(6) طمع میں یہ چیز بھی داخل ہے کہ انسان دعا کے بعد مایوس نہ ہو جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلدی نہ کرے اور جلدی یہ ہے کہ انسان یہ کہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی مگر اس نے قبول نہ کی۔'' (بخاری ومسلم)

(7) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے (ذکر کے) ساتھ اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح:2285)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(8) نبی ﷺ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا: ''جس کا سفر لمبا ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں، غبار سے اٹا ہوا ہو وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر یارب یارب کہتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہو، پینا حرام ہو اور لباس حرام ہو اور اسے حرام سے غذا دی گئی ہو ان چیزوں کے ہوتے ہوئے اس کی دعا کہاں قبول ہوگی؟'' (صحیح مسلم:326/1)

(9) دعا کا چھپانا اور اس کا اخفاء یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ سے خائف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ دعا کی قبولیت کی امید رکھتا ہو، غافل دل کے ساتھ دعا نہ کرے، اپنے آپ کو مامون نہ سمجھے اور نہ قبولیت دعا کے بارے میں بے پروائی کا اظہار کرے اور یہ چیز دعا میں احسان کا درجہ رکھتی ہے۔ کیونکہ ہر عبادت میں احسان یہ ہے کہ بندہ اس عبادت میں اپنی پوری جدوجہد صرف کر دے، اسے نہایت کامل طریقے سے ادا کرے اور کسی طور بھی اس میں نقص واقع نہ ہونے دے۔ اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مقام احسان پر پہنچنے والے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے والے لوگ۔ پس بندہ جتنا زیادہ احسان کے مقام پر فائز ہوگا اتنی ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے قریب ہوگی۔ اس آیت کریمہ میں احسان کی ترغیب ہے، جو مخفی نہیں۔ (تفسیر سعدی:885,884/1)

(10) ﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے'' محسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھے، اس سے امید کا رشتہ رکھے، خوف کا رشتہ رکھے، طمع کا رشتہ رکھے۔ سب کچھ اسی کو سمجھنے والا محسن ہوتا ہے۔

(11) ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝﴾ ''آپ کہہ دیں جنہیں تم اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ سمجھتے ہو انہیں پکار دیکھو چنانچہ نہ وہ تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ہی بدلنے کا۔ یہی لوگ جنہیں وہ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ (قربت کا ذریعہ) تلاش کرتے ہیں، کہ کون ان میں سے زیادہ قریب ہے اور اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور وہ اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ یقیناً آپ کے رب کا عذاب وہ ہے جس سے ہمیشہ سے ہی ڈرا جاتا ہے۔'' (بنی اسرائیل:57,56)

(12) ﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو اسے میں جلد ہی ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ڈرتے ہیں اور وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔'' (الاعراف:156)

(13) ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔'' (الزمر:53)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی رحمت کن لوگوں کا حصّہ ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی رحمت ان لوگوں کا حصّہ ہے جو اس سے قریب ہو کر اپنے جذبوں کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو پکاریں اور اس کے سامنے عاجزی کا اظہار کریں۔

(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قربت چاہتے ہیں وہ بھی ان کو اپنے قریب جگہ دے دیتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا

''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اُٹھا لیتی ہیں، ہم اُسے

سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ

کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں پھر ہم اس سے پانی اُتارتے ہیں پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں،

كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾

اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت قبول کرو'' (57)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی رزق عطا فرماتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَهُوَ ... تَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہاں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہی رزق عطا فرمانے والا ہے اور وہی قیامت کے دن اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ اس نے اپنی قدرت اور رحمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ''اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے آگے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے'' وہ ہوائیں جو بارش کی خوش خبری دیتی ہیں۔

(2) سورۃ الروم میں فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ﴾ ''اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



بشارت دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے۔(الروم:46) یہ ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادلوں کو اڑاتی ہیں۔

(3)﴿رَحْمَتِهٖ﴾ ''اپنی رحمت سے'' اس سے مراد باران رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو دیکھ کر اس کی مخلوق خوش ہوتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ ''اور وہی ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد بارش برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔'' (الشوریٰ:28) بارش کے برسنے سے پہلے ہی دل خوشی سے جھوم اٹھتے ہیں۔

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب تیز آندھی آتی تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا پڑھتے:﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهٖ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهٖ﴾ ''اے اللہ! میں اس ہوا کی بہتری اور جو اس کے اندر ہے، اس کی بہتری اور جو اس میں بھیجا گیا ہے اس کی بہتری مانگتا ہوں اور اس ہوا کی برائی سے اور جو اس کے اندر ہے اس کی برائی سے اور جو چیز اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے، اس کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب آسمان پر بادل اور بجلی کڑکتی تو (خوف سے) آپ کا رنگ بدل جاتا، آپ کبھی باہر نکلتے اور کبھی اندر آتے، کبھی آگے جاتے اور کبھی پیچھے ہوتے۔ پھر اگر بارش برسنے لگتی تو آپ ﷺ کی گھبراہٹ جاتی رہتی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اس بات کو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے پہچان لیا تو آپ ﷺ سے اس سے متعلق پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو جیسے عاد کی قوم نے کہا:﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا﴾ ''تو جب انہوں نے اسے ایک بادل کی شکل میں اپنی وادیوں میں آتے ہوئے دیکھا تو کہا: ''یہ ہم پر بارش برسانے والا بادل ہے۔'' (الاحقاف:24)(مسلم:2085، بخاری:3206)

(5)﴿حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادلوں کو اٹھالاتی ہیں'' بعض ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں، بعض اکٹھا کرتی ہیں اور کچھ ہوائیں ان کو بار آور کرتی ہیں۔

(6)﴿سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ﴾ ''ہم اسے کسی مردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں'' وہ علاقہ جہاں نہ نباتات ہوتی ہیں، نہ گھاس اور اس علاقے کے جانور بھی ہلاکت کے قریب ہوتے ہیں اور وہاں کے رہنے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں۔

(7)﴿فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ﴾ ''پھر ہم اس سے پانی اُتارتے ہیں'' پھر ہم بادلوں کے ذریعے زمین پر خوب پانی برساتے ہیں۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ تعالیٰ ایک ہوا کو مسخر کرتے ہیں کہ وہ بادلوں کو پانی سے بھر دے اور دوسری ہوا اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادلوں کو بکھیر دیتی ہے۔

(8)﴿فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ ''پھر اس سے ہر قسم کے کچھ پھل نکالتے ہیں'' بارش کے پانی سے زمین طرح طرح کے پھل پیدا کرنے کے قابل ہو جاتی ہے تو لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خوش ہو جاتے ہیں اور خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔

(9)﴿كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى﴾ ''اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے'' اس طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریں گے جیسے بارش سے زمین زندہ ہوتی ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ نے زمین پر زندگی پیدا کی، وہ قدرت رکھتا ہے کہ آخرت میں انسان کو دوبارہ زندہ کر دے۔ جو قدرت اور قوت یہاں مردہ وجود کو زندگی میں لے سکتی ہے وہ دوبارہ مردوں کو زندگی کیوں نہیں بخش سکتی۔

(11)﴿كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى﴾ جیسے زمین کی موت کے بعد اسے زندگی عطا کرتے ہیں اسی طرح مردوں کو زمین سے نکالیں گے۔ رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (۳۳) وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ (۳۴) لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''اور ان کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا تو اس میں سے وہ کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے اور ہم نے اُس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیے۔ تاکہ وہ اس کے پھلوں میں سے کھائیں، یہ سب ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟'' (یٰس:33-35)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل فرمائے گا جس سے لوگوں کے جسم اس طرح (زمین سے) اگ پڑیں گے جس طرح سبزی اگتی ہے۔'' (مسلم:7414)

(13) حدیث میں آتا ہے کہ انسان کا جسم مٹی میں مل کر مٹی بن جاتا ہے صرف اس کی ریڑھ کی ہڈی کی دم جسے عجب الذنب کہتے ہیں باقی رہے گی اور یہی ہڈی بیج کا کام دے گی۔ نیز حدیث میں آیا ہے کہ جب صور میں دوسری بار پھونکا جائے گا تو لوگ زمین سے اس طرح اگ آئیں گے جیسے بارش سے نباتات اگ آتی ہیں یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ (تیسیر القرآن:62/2)

(14)﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تاکہ تم نصیحت قبول کرو'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چشم غفلت سے دیکھنے کی بجائے چشم عبرت سے ان میں غور کرنے اور تدبر و تفکر کی ترغیب دی گئی ہے۔ (تفسیر سعدی:886/1)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال2: ہوائیں کیسے چلتی ہیں؟

جواب:(1) ہوا ہر وقت چلتی ہے۔(2) ہوا بادلوں کو اڑاتی اور دوڑاتی ہے۔(3) اللہ تعالیٰ ہی ہواؤں کو چلاتا ہے۔

(4) ہوائیں اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق چلتی ہیں۔

(5) ہواؤں کا کسی خاص وقت اور خاص خطہ میں چلنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔

سوال3: اسلامی تصور حیات کے مطابق ہر واقعہ کیسے وقوع پذیر ہوتا ہے؟

جواب:(1) اسلامی تصور حیات کے مطابق کوئی واقعہ آزادانہ یا اتفاقی طور پر وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ ہر حرکت، ہر تبدیلی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔(2) ہر واقعہ کی حرکت کی مقدار مقرر ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔

سوال4: یہ تصور مومن کے دل پر کیسے اثر انداز ہوتا ہے؟

جواب:(1) دل مومن ہر حرکت سے چاک اٹھتا ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور سنت کو دیکھتا ہے۔

(2) یہ تصور حیات مومن کے اندر جوش اور ادراک پیدا کرتی ہے۔ وہ ہر حرکت میں، ہر حادثے میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور سنت کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔

﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۖ

''اور پاکیزہ شہر کی پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے۔

ع 7 5 14

كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ﴾

اسی طرح دلائل کو ہم بار بار بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو شکر ادا کرتے ہیں'' (58)

سوال: مومن اور کافر کے دل کی مثال کی وضاحت ﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ ... يَشْكُرُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا﴾ ''اور پاکیزہ شہر کی پیداوار اُس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے'' زرخیز اور اچھی زمین سے پیداوار جلدی اور خوب ہوتی ہے اور ردی زمین میں ناقص پیداوار ہوتی ہے یعنی شوریلی زمین میں کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ مومن کا دل زرخیز زمین کی طرح اور کافر کا شوریلی زمین کی طرح ہے، اس (مومن کے دل) پر نصیحت کا اثر ہوتا ہے اور اس (کافر کے دل) پر نہیں ہوتا۔ (مختصر ابن کثیر: 1/592)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(2)جوزمین زرخیز ہوتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے پودے اچھے اور نفع بخش نکلتے ہیں اور جو خراب ہوتی ہے جیسے کالے پتھروں والی یا بنجر زمین اس میں اچھے پودے پیدا نہیں ہوتے اور جو پیدا ہوتے ہیں وہ نفع بخش نہیں ہوتے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال کے ذریعے مومن وکافر کا حال بیان کیا ہے۔قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مومن قرآن کریم سن کر اسے یاد کرتا ہے اور اس کے معانی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے اور اس سے مستفید ہوتا ہے،اس زرخیز زمین کی مانند جس میں بارش ہونے کے بعد پودے اگتے ہیں۔لیکن کافر کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔(تیسیر الرحمن:472/1)

(3)﴿يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ﴾''اس کی پیداوار اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے''اس کا سبزہ اور نباتات اللہ تعالیٰ کے اذن،اس کے ارادے اور اس کی مشیت سے ظاہر ہوتی ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ نہ ہو تو پھر سارے اسباب بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

(4)﴿وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا﴾''اور جو خراب ہے اس سے ناقص پیداوار نکلتی ہے''خراب زمین سے خراب نباتات نکلتی ہیں جن میں کوئی فائدہ اور برکت نہیں ہوتی۔

(5)وحی الٰہی کی باران رحمت سے سلیم الفطرت لوگ تو خوب پھلتے پھولتے ہیں جن کے دلوں میں خبث بھرا ہوتا ہے۔اس باران رحمت کے بعد ان کے اندر سے وہی خبث باطن جھاڑ جھنکار کی صورت اختیار کر کے باہر نکل آتا ہے اور انہیں اعتراضات اور استہزا کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہیں۔(تیسیر القرآن:62/2)

(6)﴿كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ﴾''اسی طرح دلائل کو ہم بار بار بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو شکر ادا کرتے ہیں''یعنی ہم آیات کی مختلف قسمیں اور مثالیں لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اعتراف کر کے شکر گزار ہوتے ہیں۔شکر گزار اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اس کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔

(7)یعنی ہم آیات کی مختلف انواع اور مثالیں ان لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور اقرار کر کے اس کے شکر گزار ہوتے ہیں اور ان نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔پس یہی لوگ ہیں جو ان احکام اور مطالب الٰہیہ سے مستفید ہوتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تفصیل بیان کی ہے کیونکہ وہ ان احکام الٰہیہ کو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت خیال کرتے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس پہنچی ہے اور وہ اپنے آپ کو اس نعمت کا محتاج سمجھتے ہوئے اسے خوشی خوشی قبول کرتے ہیں اور ان احکام میں غور وفکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی استعداد کے مطابق ان کے سامنے ان احکام کے معانی بیان کر دیتا ہے۔یہ دلوں کے لیے ایک مثال ہے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جب ان پر وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے یہ مادۂ حیات ہے اور بادل بارش کا مادہ ہے۔قلوب طاہرہ کے پاس جب وحی آتی ہے تو اسے قبول کرتے ہیں اور اسے سیکھتے ہیں اور اپنی فطرت کی پاکیزگی اور اپنے عنصر کی اچھائی کے مطابق نشوونما پاتے ہیں۔قلوب خبیثہ،جن میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی جب ان کے پاس وحی آتی ہے تو وہ قابل قبول مقام اور محل نہیں پاتی بلکہ وہ انہیں غافل اور روگرداں یا مخالفت کرنے والے پاتی ہے۔پس اس کی مثال اس بارش کی مانند ہے جو شورزدہ زمین،ریت کے ٹیلوں اور چٹانوں پر برستی ہے تو ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا،چنانچہ کئی نالے اس سے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہہ نکلے،پھر سیلاب نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھالیا'' (الرعد:17)(تفسیر سعدی:1/886,887)

(8) سیدنا ابوموسیٰ علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو علم وہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال بے آباد زمین میں ہونے والی بارش کی ہے جس کا کچھ حصہ قابل کاشت تھا اس نے پانی قبول کیا اور گھاس ونباتات اگائے اور کچھ حصہ نشیبی تھا،جہاں پانی رک گیا اور لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے فائدہ مند بنا دیا کہ اس سے خود بھی پیتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں۔زمین کے ایک اور حصے پر بھی بارش ہوئی جو صرف چٹیل میدان کی صورت میں تھا نہ اس نے پانی کو جمع کیا اور نہ اس نے نباتات کو اگایا تو یہ مثال ہے ایسے شخص کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور تعلیم اور تعلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے مفید بنالیا اور ایسے شخص کی جس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول نہ کیا۔'' (صحیح بخاری:5953)

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

''بلاشبہ یقیناہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا:''اے میری قوم!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو،اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں،

اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾

یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' (59)

سوال 1: سورۃ الاعراف میں توحید کے دلائل ہیں اس رکوع سے آگے مسلسل توحید کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: توحید کے دلائل کے ساتھ یہ جاننے کی بھی ضرورت ہے کہ ماضی میں جب انبیاء علیہم السلام نے توحید کی دعوت دی تو ان



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی امتوں نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اللہ تعالیٰ نے اہل توحید کی کیسے مدد فرمائی؟ اور انبیاء و مرسلین سے دشمنی رکھنے والوں کو کیسے ہلاک کر دیا؟ اور سب سے بڑھ کر یہ یقین کہ سارے انبیاء علیہم السلام کی دعوت ایک تھی، توحید کی دعوت۔

سوال 2: سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا... عَظِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا'' سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تو انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام کا سلسلہ نسب چوتھی پشت میں سیدنا آدم علیہ السلام سے ملتا ہے۔ ان کے پردادا سیدنا ادریس علیہ السلام تھے۔ (ابن اسحاق)

(3) سیدنا نوح علیہ السلام چونکہ سب سے پہلے نبی مرسل تھے جو مشرک قوم کی طرف بھیجے گئے جیسا کہ حدیث شفاعۃ الکبری اور بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انہی کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر دس قرن ایسے گزرے ہیں کہ بنی آدم توحید پر قائم رہے اور سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم سب سے پہلی قوم ہے جس نے اپنے بعض نیک لوگوں کی یاد تازہ رکھنے کے لئے ان کے مجسمے بنائے اور پھر ان کی پوجا کرنے لگی۔ ان مجسموں کے نام سورہ نوح میں مذکور ہیں۔ قوم نوح ملک عراق میں آباد تھی جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا مولد ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کا زمانہ تقریباً 3800 ق م تا 2850 ق م ہے۔ (ابن کثیر، ابوالفداء)

(4) جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا جب کہ قوم بت پرست تھی، نوح علیہ السلام نے اکیلے ہی انہیں توحید کی دعوت دی۔

(5) اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آپ علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی قوم نے کیا کچھ کیا اور اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں پر طوفان کا کیسا عذاب بھیجا۔ پھر آپ علیہ السلام کو اور کشتی والوں کو کس طرح نجات دی؟ اس طرح متعدد سورتوں میں آپ علیہ السلام کا ذکر کیا اور پھر آخر میں پوری ''سورہ نوح'' آپ علیہ السلام کے نام سے نازل کر دی۔

(6) ﴿فَقَالَ﴾ ''تو اس نے کہا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

(7) ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''اے میری قوم صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' اس لیے کہ عبادت صرف اسی کے لیے ہے۔ اس لیے عاجزی سے اس کی اطاعت کرو اور اس کے آگے گڑگڑاؤ اور اس کے سوا دیگر شریکوں اور معبودوں کی عبادت چھوڑ دو کیونکہ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں جس کی عبادت تم پر واجب کی گئی ہو۔ (جامع البیان: 220/8)

(8) ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' کیونکہ حقیقی معبود تو وہی ہے جو خالق ہے، رازق



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے، سارے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، زندگی دیتا ہے، موت دیتا ہے، عطا کرتا ہے، روک لیتا ہے، نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ پھر یہ معبود کہاں کے معبود ہیں جنہیں تم ہاتھوں سے تراشتے ہو، گھروں میں رکھتے ہو، اندھے ہیں دیکھتے نہیں، بہرے ہیں سنتے نہیں، گونگے ہیں بولتے نہیں، پھر ان کا الٰہ نام رکھ لینا کیسے صحیح ہے؟ اور تم ان کی عبادت کرتے ہو۔ (ایسر التفاسیر:458)

(9) اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق اور تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے۔ اس کے سوا ہر چیز مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور تصرف کے تحت ہے اور کسی معاملے میں اسے کوئی اختیار نہیں۔

(10) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (سورۂ نوح میں مذکور بت) ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر قوم نوح کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے قوم کے دلوں میں بات ڈالی کہ ان کی مجالس میں جن میں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسمے نصب کر دو اور ان کے نام پر ان کے نام رکھ دو۔ انہوں نے ایسے ہی کیا اور ان کی عبادت نہیں کی جاتی تھی، یہاں تک کہ جب وہ نسل فوت ہو گئی اور علم مٹ گیا تو ان کی عبادت شروع ہو گئی۔ (بخاری:4920)

(11) ﴿اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ﴾ ''یقیناً میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو برے انجام سے ڈرایا۔ (i) انہوں نے ایسے نصیحت کی جیسے مشفق بھائی بھائی کو کرتا ہے۔

(ii) انہوں نے ایسے نصیحت کی جیسے خاندان کا سربراہ اپنی قوم اور خاندان والوں کو کرتا ہے۔

(iii) انہوں نے کہا کہ اگر تم نے مجھے جھٹلایا تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

(12) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قدیم ترین دین نوح میں بھی آخرت کا عقیدہ اپنی مکمل شکل میں موجود تھا۔

﴿قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

''اس کی قوم میں سے سرداروں نے جواب دیا: ''بلاشبہ ہم آپ کو یقیناً کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں'' (60)

سوال 1: سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے ان کی دعوت کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... مُّبِیْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''اس کی قوم میں سے سرداروں نے جواب دیا: بلاشبہ ہم آپ کو یقیناً کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے ان کی دعوت کا بدترین جواب دیا کہ تم کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(2) دولت مند راہ نما اور سردار حق کے سامنے ہمیشہ تکبر کرتے رہے ہیں۔

(3) معاشرے میں جو لوگ عزت کے مقام پر فائز رہے انہوں نے انبیاء و مرسلین کی اطاعت نہیں کی۔

(4) ﴿اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''بلاشبہ ہم آپ کو یقیناً کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں'' انہوں نے اسی پر بس نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ ان کا برا کرے کہ انہوں نے انبیاء و رسل کی اطاعت نہیں کی بلکہ وہ جناب نوح علیہ السلام سے تکبر کے ساتھ پیش آئے اور ان کی عیب چینی کی اور ان کو گمراہی سے منسوب کیا پھر انہوں نے آل جناب کو مجرد گمراہ کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ ایسی گمراہی سے منسوب کیا جو ہر ایک پر واضح ہوتی ہے۔ یہ انکار حق اور عناد کی بدترین قسم ہے جو کمزور لوگوں میں عقل و فہم نہیں چھوڑتی۔ یہ وصف تو قوم نوح پر منطبق ہوتا ہے جو بتوں کو خدا مانتے ہیں، جن کو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو تراش کر بنایا ہے، جو سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ ان کے کسی کام آسکتے ہیں۔ انہوں نے ان خداؤں کو وہی مقام دے دیا جو اس کائنات کو پیدا کرنے والے کا مقام ہے اور ان کے تقرب کے حصول کی خاطر مختلف عبادات ان کے لیے مقرر کر دیں۔ اگر ان کا ذہن نہ ہوتا جس کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوتی ہے تو ان کے بارے میں یہی فیصلہ ہوتا کہ فاتر العقل لوگ ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں بلکہ ان سے زیادہ عقل مند ہیں۔ (تفسیر سعدی: 888/1)

(5) ﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا﴾ ''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا: ''جنہوں نے کفر کیا: ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں۔'' (ہود: 27)

(6) ﴿وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ﴾ ''اور جب انہیں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: ''یقیناً یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔'' (المطففین: 32)

سوال 2: انسان دوسروں کو گمراہ کب سمجھتا ہے؟

جواب: (1) انسان جب خود گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے وہ لوگ گمراہ لگتے ہیں جو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں۔

(2) جب کوئی تکبر میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے اپنے مقابلے میں کسی کی بات ماننا توہین لگتی ہے اس لیے وہ ناحق کو بھی حق سمجھتا ہے اور دوسروں کو گمراہ سمجھتا ہے۔

سوال 3: آج کے دور میں کن لوگوں کو گمراہ سمجھا جاتا ہے؟

جواب: آج کے دور میں جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ہدایت لیتے ہیں انہیں لوگ گمراہ کہتے ہیں۔

سوال 4: آج کے دور میں ہدایت یافتہ اور ترقی یافتہ کسے سمجھا جاتا ہے؟



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



جواب: آج کے دور میں ہدایت یافتہ اور ترقی یافتہ انہیں سمجھا جاتا ہے جن کی ترجیحات کھیل کود، کھانے پینے، بننے سنورنے، مختلف مشاغل سے آگے نہیں بڑھتیں۔ جو لوگ اپنے آپ کو باطل تہذیب کے مکروہ ماحول میں آلودہ کر لیتے ہیں لوگ انہیں ہدایت یافتہ یا ترقی یافتہ سمجھتے ہیں۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''نوح نے کہا: ''اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں'' (61)

سوال: نوح علیہ السلام نے قوم کے گمراہ قرار دینے پر انہیں کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''نوح نے کہا'' سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کے گمراہ قرار دینے پر انہیں کہا: ﴿يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ﴾ ''اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے'' سیدنا نوح علیہ السلام نے یقین دلایا کہ وہ گمراہ نہیں ہیں۔ میں تمہیں جو بات بھی کہتا ہوں اسے کہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی خالص توحید اور سارے معبودوں کو چھوڑ کر صرف اس ایک کی اطاعت۔ (جامع البیان: 221/8)

(2) ﴿لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ﴾ ''مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے'' سیدنا نوح علیہ السلام کا یہ قول حسن ادب میں مبالغہ ہے۔ اور اپنی قوم کے ساتھ سختی سے گریز ہے۔ یہ ان کی کشادہ دلی ہے اور یہ اخلاق نبوت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ (تفسیر طبری: 43/3)

(3) ﴿وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''بلکہ میں جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں'' یعنی میں تو اپنے، تمہارے اور جہانوں کے رب کا رسول ہوں اور یہ اس کی ربوبیت ہے کہ اس نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں صحیح عقائد، اخلاق حسنہ اور اعمال صالح کی تعلیم دوں اور ان چیزوں سے روکوں جو ان کے برخلاف ہیں۔

(4) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے یہ بتایا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، اس کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور خیر خواہ ہوں۔

﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ

''میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو'' (62)



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



سوال 1: سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے مزید کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿اُبَلِّغُكُمْ ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم پر واضح کیا کہ ان کے پیغام کا سرچشمہ کیا ہے اور یہ کہ ان کے مقاصد کیا ہیں؟

(2) ﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ﴾ ''میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں'' یعنی مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں تمہیں توحید کی دعوت دوں اور یوم آخرت، وحی، رسالت، ملائکہ، جنت و دوزخ، آداب و مواعظ، عبادات و معاملات میں سے عام احکامات کو پہنچا دوں۔ (تفسیر مراغی: 333/3)

(3) ﴿وَاَنْصَحُ لَكُمْ﴾ ''اور میں تمہارے لیے خیر خواہی کرتا ہوں'' میں اپنی ذمہ داری خیر خواہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا کر ادا کرتا ہوں۔ میں تمہارے لیے خیر کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ (ایسر التفاسیر: 457)

(4) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اے لوگو!) تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟'' سب نے جواب دیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا، اپنے فرض کو ادا فرما دیا اور امت کی خیر خواہی کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ، اے اللہ! تو گواہ رہ۔'' (مسلم: 2950)

(5) ﴿وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو'' سیدنا نوح علیہ السلام وحی کا علم رکھتے تھے جو انسانوں کی راہ نمائی کے لیے آیا ہے، جسے دوسرے لوگ نہیں جانتے تھے۔

(6) سیدنا نوح علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب مجرموں سے ٹالا نہیں جاتا۔ (جامع البیان: 221/8)

(7) میں اس علم کی بنیاد پر ہوں جو میرے رب کی عظمت، اس کے عظیم اقتدار، اس کے جلال و جمال اور جو کچھ اس کی جانب سے رحمت اور احسان ہے۔ اور جو کچھ اس کے پاس عبرت ناک سزائیں اور عذاب ہیں، جسے تم نہیں جانتے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں تمہاری اجل کو پہنچا دے گا اور تمہارے فنا کرنے میں جلدی نہیں کرے گا۔ (ایسر التفاسیر: 458)

﴿اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

''اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت تم میں سے ایک آدمی پر آئی ہے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

کہ وہ تمہیں خبردار کردے تاکہ تم بچ جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' (63)

سوال 1: سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ نبی کا آنا انوکھی اور حیرت انگیز بات نہیں ہے، اس کی وضاحت ﴿اَوَعَجِبْتُمْ ... تُرْحَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب (1) ﴿اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ﴾ ''اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت تم میں سے ایک آدمی پر آئی ہے'' سیدنا نوح علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھا رہے ہیں کہ یہ کوئی انوکھی اور حیرت انگیز بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کسی انسان پر وحی نازل کر کے اسے منصب رسالت عطا فرما دے۔

(2) تم ایسی بات پر تعجب کر رہے ہو جس پر تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک آدمی کے ذریعے سے، جس کی سچائی اور حالات سے تم آگاہ ہو، تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے۔ اس احسان پر تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور نصیحت قبول کرنی چاہیے۔

(3) ﴿لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا﴾ ''کہ وہ تمہیں خبردار کردے تاکہ تم بچ جاؤ'' یعنی رسول تو اس لیے آیا ہے کہ تمہیں ڈرائے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو اور نجات پاؤ۔

(4) ﴿وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ ''اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' اور رسول تو اس لیے آیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے نواہی سے بچ جاؤ اور اس سے ثواب کی امید کے ساتھ ایسے عمل کرو جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

سوال 2: لوگ رسالت پر تعجب کیوں کرتے ہیں؟

جواب: (1) لوگوں کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ جو انسان دیکھنے میں ان جیسا ہے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے کیوں چنا گیا؟ (2) لوگوں کو رسول معمولی آدمی دکھائی دیتا ہے۔

(3) رسول بزرگوں کے دین پر نہیں چلتا تو یہ چیز بھی تعجب کا باعث بنتی ہے۔

سوال 3: رسولوں کا مشن کیا ہوتا ہے؟

جواب: رسولوں کا مشن یہ ہوتا ہے کہ انسانوں کو ڈرایا جائے، ان کے دل دہلائے جائیں تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا خوف رکھیں اور پھر ان پر رحم کیا جائے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ

"پھر انہوں نے اسے جھٹلا دیا، تو ہم نے اُس کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے اور جنہوں نے ہماری آیات

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ﴾

ع 8 15

کو جھٹلایا ان کو ہم نے ڈبو دیا، یقیناً وہ اندھے لوگ تھے" (64)

سوال: سیدنا نوح علیہ السلام کی دعوت کو جھٹلانے پر ان کی قوم کا جو انجام ہوا، اس کی وضاحت ﴿فَكَذَّبُوْهُ ... عَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم نے دعوت کو جھٹلا دیا تو سیدنا نوح علیہ السلام اور مومنوں کو بچا لیا گیا اور ان کی قوم کے جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا گیا۔

(2) ﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾ "پھر انہوں نے اسے جھٹلا دیا" قوم نوح نے حقائق سے اپنی آنکھیں بند کر لیں، غلط رخ سے سوچا۔ انہیں سیدنا نوح علیہ السلام میں اپنے سے بڑھ کر کوئی خصوصیت نظر نہ آئی، انہوں نے پیغامِ نصیحت قبول نہ کیا اسے جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈبو دیا۔

(3) ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ﴾ "تو ہم نے اس کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے" اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بچا لیا جو کشتی میں سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا تھا اور انہیں وحی کی تھی کہ تمام حیوانات میں سے ایک ایک جوڑا لے لیں اور اپنے گھر والوں اور اپنے ساتھی ایمان والوں کو کشتی میں سوار کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کشتی کے ذریعے نجات دی۔

(4) ﴿وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ "اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو ہم نے ڈبو دیا" انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو ماننے سے انکار کر دیا تو ان کو ہم نے ڈبو دیا۔

(5) انہوں نے خلوص بھری نصیحت اور حقیقی خطرے کی آگاہی کو قبول نہیں کیا۔

(6) ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ﴾ "یقیناً وہ اندھے لوگ تھے" سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم پر اللہ تعالیٰ نے آخری تبصرہ کیا کہ اندھے لوگ تھے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اندھے تھے۔

(7) یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت قبول کرنے کی بجائے اندھے رہنے کو پسند کیا۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(8) قوم نوح نے حق کو پہچان لیا، انہیں ایسی نشانیاں دکھائی گئی تھیں کہ وہ ایمان لے آتے مگر انہوں نے سیدنا نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں غرق کر دیا۔

(9) ایک مقام پر ڈوبنے کی کیفیت کو بیان کیا ہے جس کو یہاں بیان نہیں کیا گیا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار سال رہا پھر انہیں طوفان نے آ پکڑا اور وہی ظالم تھے۔'' (العنکبوت:14)

(10) ﴿فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ﴾ ''چنانچہ ہم نے آسمان کے دروازے ایسے پانی سے کھول دیے جو زور سے برسنے والا تھا۔'' (القمر:11)

﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

''اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا، اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

کوئی معبود نہیں تو کیا تم نہیں ڈرتے؟'' (65)

سوال 1: سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم عاد کی طرف بھیجے جانے پر جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿وَاِلٰى عَادٍ ... اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا﴾ ''اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا'' سیدنا ہود علیہ السلام کو رسول بنا کر قوم عاد کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی۔

(2) عاد ایک شخص تھا جو سیدنا نوح علیہ السلام کی پانچویں پشت میں سے تھا۔ اسی کے نام پر اس کی نسل قوم عاد کے نام سے مشہور ہوگئی۔ (انوار البیان:2/382,381)

(3) طوفان نوح کے بعد بھی ایک مدت تک سیدنا نوح علیہ السلام زندہ رہے۔ اس طوفان کے تقریباً چھ سو سال بعد سیدنا ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف بھیجا گیا۔ یہ سام کی اولاد میں سے تھے جو عاد عرب کی قدیم ترین قوم تھی، جس کے افسانے عرب میں زبان زد عام تھے اس قوم کو قوم عاد اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی شان و شوکت بھی ضرب المثل تھی اور دنیا سے اس کا نام مٹ جانا بھی



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



ضرب المثل بن گیا تھا۔اسی شہرت کی وجہ سے عربی زبان میں ہر قدیم چیز کے لیے عادی کا لفظ بولا جاتا ہے۔آثار قدیمہ کو عادیات کہتے ہیں اور جس زمین کے مالک باقی نہ رہے ہوں یا مدت سے بنجر پڑی ہو اسے عادی الارض کہا جاتا ہے۔اس قوم کا اصل مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو حجاز، یمن اور یمامہ کے درمیان الربع الخالی کے جنوب مغرب میں واقع ہے یہیں سے پھیل کر ان لوگوں نے یمن کے مغربی سواحل اور یمن اور حضر موت سے عراق تک اپنی طاقت کا سکہ رواں کر دیا تھا۔(تیسیر القرآن:65/2)

(4)رب العزت نے قوم عاد کے بارے میں فرمایا:﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ (۶) اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (۷) الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (۸)﴾''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ عاد ارم جو ستونوں والے تھے۔وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔''(الفجر:6-8)

(5)سیدنا ہود علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے تھے اور شرک سے روکتے تھے۔

(6)﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾''اس نے کہا:اے میری قوم!اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو''سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو،اس کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک نہ کرو۔

(7)﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں''اللہ تعالیٰ ہی حقیقی معبود ہے۔اس کے ماسوا جتنے معبود ہیں باطل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے اور وہ رزق نہیں دیتے اور وہ زندگی کے لیے تدبیر کرتا ہے جب کہ وہ تدبیر نہیں کرتے۔نہ وہ نفع کے مالک ہیں،نہ نقصان کے اور نہ موت کے اور نہ حیات کے اور نہ جی اٹھنے کے پھر کیسے وہ الٰہ ہو سکتے ہیں؟(ایسر التفاسیر:459)

(8)﴿اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾''تو کیا تم نہیں ڈرتے''اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے معبود بناتے ہوئے تمہیں ڈر نہیں لگتا؟

سوال2:سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کیا تھی؟

جواب:سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کے حوالے سے تین بنیادی چیزیں ہمیں ملتی ہیں:(1)اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

(2)اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں یعنی غیر اللہ کی عبادت نہ کرو،شرک چھوڑ دو۔

(3)کیا تم ڈرتے نہیں؟یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف،اس کا تقویٰ اختیار کرنے کی دعوت ہے۔

﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ

''اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا:''بلاشبہ ہم تجھے یقیناً بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾

اور بلاشبہ ہم تجھے یقینا جھوٹوں میں سے خیال کرتے ہیں'' (66)

سوال: قوم عاد کے سرداروں نے سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''بلاشبہ ہم تجھے یقینا بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں اور بلاشبہ ہم تجھے یقینا جھوٹوں میں سے خیال کرتے ہیں'' قوم کے سرداروں نے ہود علیہ السلام کی دعوت کا جواب دیتے ہوئے کہا: (i) ہم تمہیں بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ (ii) ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹے ہو۔

(2) ﴿اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ﴾ ''بلاشبہ ہم تجھے یقینا بے عقلی میں مبتلا دیکھتے ہیں'' سفاہت عقل کی کمی، قلت ادراک اور قلت حلم کو کہتے ہیں۔ یعنی ہم تمہیں احمق، غصے والا اور زندگی کے معاملات میں عدم بصیرت رکھنے والا سمجھتے ہیں۔ تم نے قوم کے معبودوں میں عیب لگائے ہیں اور انہیں بے عقل قرار دیا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 459)

(3) سرداران قریش نے بھی اللہ واحدہ لاشریک کی طرف دعوت دینے پر تعجب کرتے ہوئے کہا تھا: ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ ''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟'' (ص: 5)

(4) قوم ہود نے اپنے نبی کی مذمت کی۔ وہ خود بے وقوف اور جھوٹے تھے۔ انہوں نے ہود علیہ السلام پر یہ الزام لگائے کہ ان کے نزدیک شرک کو چھوڑنے کی دعوت پاگل پن ہے۔ اس شخص سے بڑھ کر بے وقوف کون ہوسکتا ہے جو حق کو ٹھکرا دیتا ہے اور راہ نمائی کرنے والے خیر خواہوں کے سامنے اکڑتا اور تکبر کرتا ہے۔ احمق تو وہ ہے جو شیاطین کی اطاعت کرتا ہے اور غیر اللہ کی یعنی پتھروں، درختوں وغیرہ کی عبادت کرتا ہے۔

(5) ﴿وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم تجھے یقینا جھوٹوں میں سے خیال کرتے ہیں'' قوم ہود نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا کہا حالانکہ وہ توحید کی دعوت دیتے تھے۔ اس سے بڑا جھوٹا کون ہوسکتا ہے جو اپنے رب کو جھوٹا قرار دے؟

﴿قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''ہود نے جواب دیا: ''اے میری قوم! مجھ میں کوئی بے عقلی نہیں ہے بلکہ میں تو جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں'' (67)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال: سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کے الزامات کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''ہود نے جواب دیا'' سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ﴾ ''اے میری قوم! مجھ میں کوئی بے عقلی نہیں ہے'' سیدنا ہود علیہ السلام نے سچائی اور سنجیدگی کے ساتھ بے وقوفی اور گمراہی کی نفی کی اور کہا میں بے عقل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، ہدایت یافتہ ہوں اور ہدایت دینے کے لیے آیا ہوں۔

(2) ﴿وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''بلکہ میں تو جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں'' میں جہانوں کے خالق، مالک، رازق اور پروردگار کی جانب سے رسول ہوں اور تمہیں اسی کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔

﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ﴾

''میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے امانت دار، خیر خواہ ہوں'' (68)

سوال: سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم پر واضح کیا کہ وہ خیر خواہ اور امین ہیں، اس کی وضاحت ﴿اُبَلِّغُكُمْ ... اَمِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ﴾ ''میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارے لیے امانت دار، خیر خواہ ہوں'' سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم پر واضح کیا کہ ان کے پیغام کا سرچشمہ کیا ہے اور یہ کہ ان کے مقاصد کیا ہیں؟

(2) سیدنا ہود علیہ السلام نے یہ بھی واضح کر دیا کہ میں امانت دار اور خیر خواہ ہوں۔ لہٰذا تم میری رسالت کو تسلیم کر کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔

(3) سیدنا ہود علیہ السلام نے واضح کیا کہ نہ میں تم سے خیانت کر رہا ہوں نہ دھوکا دے رہا ہوں اور نہ میں تم سے جھوٹ بول رہا ہوں۔

(4) سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دین خیر خواہی کرنے (کا نام) ہے۔'' ہم نے پوچھا، کس کی خیر خواہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے حکمرانوں کی اور عام مسلمانوں کی۔'' (مسلم: 196)

(5) سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ (بخاری: 57؛ مسلم: 200)



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ

''اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نصیحت تم ہی میں سے ایک شخص پر آ گئی ہے تا کہ وہ تمہیں

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ

خبردار کرے؟'' اور یاد کرو جب اُس نے قومِ نوح کے بعد تمہیں جانشین بنایا اور اُس نے تمہیں قدوقامت میں زیادہ پھیلایا،

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾

سو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' (69)

سوال 1: سیدنا ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ بعثت انبیاء پر شکر کرنا چاہئے، اس کی وضاحت ﴿اَوَعَجِبْتُمْ --- تُفْلِحُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو سمجھاتے ہوئے کہا: ﴿اَوَعَجِبْتُمْ﴾ ''اور کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے'' یعنی تمہیں ایسے معاملے میں تعجب ہوا ہے جس میں تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

(2) ﴿اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ﴾ ''کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نصیحت تم ہی میں سے ایک شخص پر آ گئی ہے'' تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک آدمی کے ذریعے سے جس کی سچائی اور حالات سے تم آگاہ ہو، تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی ہے۔ اس احسان پر تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور نصیحت قبول کرنی چاہیے۔ (3) ﴿لِيُنْذِرَكُمْ﴾ ''تا کہ وہ تمہیں خبردار کرے؟'' یعنی رسول تو اس لیے آیا ہے کہ تمہیں ڈرائے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور نجات پاؤ۔ (4) انبیاء کی بعثت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ اس پر شکر ادا کرنا چاہئے۔

(5) ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ﴾ ''اور یاد کرو جب اُس نے قومِ نوح کے بعد تمہیں جانشین بنایا'' تم یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین میں اقتدار دیا اور تمہیں ہلاک ہونے والی قوموں کا جانشین بنایا۔

(6) اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو جھٹلانے والی قوم نوح کو ہلاک کر دیا اور تمہیں باقی رکھا اس پر اپنے رب کا شکر ادا کرو اور اس کی حمد بیان کرو۔ (7) اللہ تعالیٰ نے تمہیں باقی رکھا ہے تا کہ وہ تمہیں دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

(8) ﴿وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً﴾ ''اور اس نے تمہیں قدوقامت میں زیادہ پھیلایا'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوت عطا کی، مضبوط جسم اور سخت پکڑ عطا کی تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد رکھو اور رسولوں کو جھٹلانے سے بچو۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(9)﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ﴾ ''پھر جو عاد تھے وہ زمین میں ناحق ہی بڑے بن بیٹھے اور انہوں نے کہا کہ کون ہے ہم سے زیادہ طاقت ور؟ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پیدا کیا وہ قوت میں اُن سے زیادہ ہے؟ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے تھے۔'' (حم السجدۃ:15)

(10)﴿فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ﴾ ''سو تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو'' سیدنا ہود علیہ السلام نے انعامات اس لئے یاد دلائے کہ ان پر شکر ادا کیا جائے۔

(11) شکر ادا کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انعامات کے اسباب کو قائم رکھا جائے۔

(12)﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' تا کہ تم آخرت میں اللہ تعالیٰ کی آگ سے نجات پاؤ اور دنیا میں ہلاکت سے۔ (ایسر التفاسیر:459)

(13) سیدنا ہود علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی، اپنے اوصاف بیان کیے کہ وہ ان کے لیے امانت دار اور خیر خواہ ہیں۔ انہیں اس بات سے ڈرایا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں نہ آجاؤ اور اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلائے تا کہ وہ ان پر شکر ادا کریں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور فلاح پائیں۔

سوال 2: پیغمبروں کی دعوت کی بنیاد کیا رہی ہے؟

جواب: پیغمبروں کی دعوت کی بنیاد یاد دہانی رہی ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد دلائے۔ پیغمبروں نے ہمیشہ اس بات سے ڈرایا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد نہ رکھا تو اس کی پکڑ میں آجاؤ گے۔

سوال 3: کیا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھنے سے ہی انسان کامیاب ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں وہی پا سکتا ہے جو دنیا میں نعمتوں کا اعتراف کرتا ہے۔

(2) جنت پہنچنے والا ہی کامیاب ہے اور جنت وہی پائے گا جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات کو پالیا، یہ پہچان ہی جنت کی قیمت ہے، یہی کامیابی کی کلید ہے۔

﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ

''انہوں نے کہا: ''کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

کرتے تھے؟ تو وہ عذاب لے آ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو" (70)

سوال 1: قوم عاد نے سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا ... الصّٰدِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا﴾ "انہوں نے کہا" قوم عاد نے سیدنا ہود علیہ السلام کی دعوت کا جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾ "کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور ان کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟" قوم عاد نے یہ محسوس کیا کہ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی وجہ سے آباء و اجداد کے معبود چھوٹ جائیں گے۔

(2) قوم عاد نے یہ محسوس کیا کہ ان کی عادات اور رسومات چھوٹ جائیں گی اس لئے انہوں نے ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت پر حیرت کا اظہار کیا۔

(3) قوم ہود علیہ السلام نے اپنا مذہب پیش کیا کہ وہ آباء کے پیچھے چلیں گے یعنی آباء پرستی ہی اختیار کریں گے حالانکہ ان کے آباء و اجداد مشرک اور گمراہ تھے۔

(4) ﴿قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ "انہوں نے کہا: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آئے اور ہم اپنے معبودوں کو تمہاری بات کی وجہ سے چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہی تم پر ہم ایمان لانے والے ہیں۔" (ہود:53)

(5) ﴿فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ "تو وہ عذاب لے آ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو" قوم ہود نے عذاب کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا، لے آ اگر تم سچے ہو۔

(6) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: ﴿مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ سے مراد ہے نیت اور عمل میں سچے ہو۔ (ابن ابی حاتم)

(7) کفار قریش نے بھی عذاب کا مطالبہ کیا: ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ "اور جب انہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔" (الانفال:32)

سوال 2: آباؤ اجداد کی تقلید اور عادات و رسومات کی پابندی انسان کو کیوں عزیز ہو جاتی ہے؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب: جو چیز باپ دادا سے چلی آ رہی ہو وہ تاریخی اہمیت حاصل کر جاتی ہے۔ طویل روایات میں ماضی کا تقدس شامل ہو جاتا ہے تو لوگوں کی نظروں میں ان کا مقام بڑا ہو جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں نئی دعوت ہلکی دکھائی دیتی ہے۔ یہ اعتماد ہوتا ہے کہ باپ دادا کی عظمتوں کے وارث ہیں تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کسی شخص کے ساتھ کوئی اچھا نام لگ جاتا ہے تو لوگ ان شخصیات کو غیر معمولی سمجھ لیتے ہیں۔ لوگ ان شخصیات سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور اس میں پختہ ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ یہ عقیدت ان کی عادت بن جاتی ہے اور وہ اس کے خلاف کچھ سوچ نہیں سکتے۔ اس لئے اس عقیدت کی پابندی انہیں عزیز ہو جاتی ہے۔

سوال 3: آباؤ اجداد کی تقلید اور عادات و رسومات کی پابندی انسان پر علم اور معرفت کے دروازے کیسے بند کر دیتی ہے؟

جواب: جو لوگ روایات اور موجودہ حالات کو عزیز رکھتے ہیں وہ ان کے غلام بن جاتے ہیں۔ روایات، عادات اور رسومات کی غلامی انسان کے دل و دماغ کو اپنا قیدی بنا لیتی ہے۔ اس طرح لوگ خود کو رائے کی آزادی اور عقیدے کی آزادی کے حق سے محروم کر لیتے ہیں۔ یہ قید علم اور معرفت کے دروازے بند کر دیتی ہے۔

سوال 4: عذاب کا مطالبہ کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: (1) عذاب کا مطالبہ ثابت کرتا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ڈھیٹ ہو چکے ہیں۔

(2) لوگ آہستہ آہستہ بے حس ہو چکے ہیں۔

(3) بے حسی کی وجہ سے نصیحت قبول کرنے کے قابل نہیں۔

(4) اب حالت یہ ہے کہ حق سے بھاگنے کے لئے خودکشی کرنے پر تیار ہیں اور عذاب کو جلدی دیکھنا چاہتے ہیں۔

(5) وہ اپنے حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھی تیار نہیں کہ وہ کس جہالت کے غلام ہیں۔

(6) اپنے خیر خواہ اور امانت دار نبی سے عذاب کا مطالبہ یہ ثابت کرتا ہے کہ لوگ حماقت اور جہالت کے قیدی ہیں۔

﴿قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ

''ہود نے کہا: ''یقیناً تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب واقع ہو چکا۔ کیا تم مجھ سے اُن ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو

سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا

جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں؟ جن کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اُتاری؟ تو انتظار کرو،



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ﴾

یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' (71)

سوال: عذاب کے مطالبے پر سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم سے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''ہود نے کہا'' عذاب کے مطالبے پر سیدنا ہود علیہ السلام نے قوم سے کہا: ﴿قَدْ وَقَعَ عَلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ﴾ ''یقیناً تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب واقع ہو چکا'' تم پر تمہارے رب کی طرف سے ناپاکی اور غصہ واقع ہو چکا ہے۔ یعنی اس کا عذاب اور غضب واقع ہو چکا ہے کیونکہ ہلاکت کے اسباب وجود میں آ گئے ہیں۔ اب تو وقت قریب ہی ہے۔

(2) ﴿اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾ ''کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ چھوڑے ہیں؟'' سیدنا ہود علیہ السلام نے کہا: (i) ناموں کی کوئی حقیقت نہیں۔ (ii) نام تو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں۔

(3) ﴿مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ ''جن کی کوئی دلیل بھی اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری'' اگر بت حقیقی معبود ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی تائید ہوتی کیونکہ وہ خالق ہے، مالک ہے، تصرف کرتا ہے، اور اس کے فیصلے نافذ ہوتے ہیں۔

(4) ﴿فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ﴾ ''تو انتظار کرو، یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' سیدنا ہود علیہ السلام نے عذاب کے مطالبے پر اطمینان سے جواب دیا کیونکہ (i) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں انہیں باطل کے بے وزن اور ہلکا ہونے پر یقین ہوتا ہے۔ (ii) دعوت دینے والے کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کی پشت پر اللہ تعالیٰ کی قوت ہے اس لئے وہ دوسروں کو انتظار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ (iii) ہود علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا: اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو جو تم پر ٹوٹنے کے لیے تیار ہے۔

(5) ''میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' انتظار کی دونوں اقسام میں فرق ہے ایک انتظار اس شخص کا انتظار ہے جو عذاب کے واقع ہونے سے ڈرتا ہے دوسرا انتظار اس شخص کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد اور ثواب کا امیدوار ہے۔

﴿فَاَنْجَیْنٰهُ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ

''چنانچہ ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی اور ہم نے اُن لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com





﴿كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾

ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے‘‘ (72)

سوال: قوم عاد کا کیا انجام ہوا، اس کی وضاحت ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ ... مُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا﴾ ’’چنانچہ ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے، اپنی رحمت کے ساتھ نجات دی‘‘ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ہود علیہ السلام کو اپنی رحمت سے نجات دے دی اور ان لوگوں کو بھی جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ایمان کو ایسا سبب بنایا جس کے ذریعے وہ رحمت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انہیں نجات عطا کر دی۔ (تفسیر سعدی: 893/1)

(3) ﴿وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ’’اور ہم نے ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے‘‘ اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب سے قوم ہود کی جڑ کاٹ دی جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے تھے اور ایمان لانے والے نہ تھے۔ ان میں سے کوئی باقی نہ بچا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ’’تو ہم نے ان پر چند منحوس دنوں میں سخت طوفانی ہوا بھیج دی تاکہ ہم ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب چکھادیں اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے زیادہ رسوا کن ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔‘‘ (حم السجدہ: 16)

(5) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿19﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿20﴾﴾ ’’اور یقیناً ہم نے دائمی نحوست کے دن ان پر تند و تیز ہوا بھیج دی۔ وہ لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی گویا وہ کھجور کے اکھڑے ہوئے تنے ہوں۔‘‘ (القمر: 20,19)

(6) ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿6﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿7﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ﴿8﴾﴾ ’’اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں۔ کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو؟'' (الحاقۃ:6-8)

(7) ﴿وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (۴۱) مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ (۴۲)﴾ ''اور عاد میں بھی (ایک نشانی ہے)۔ جب ان پر ہم نے ایک بے برکت ہوا بھیجی۔ کسی چیز کو وہ نہ چھوڑتی تھی وہ جس پر سے بھی گزرتی اسے بوسیدہ ہڈی جیسا بنا چھوڑتی۔'' (الذاریات:41,42)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب آسمان میں کوئی بادل دیکھتے تھے تو آپ ﷺ کا رنگ بدل جاتا تھا اور آپ ﷺ کبھی اندر جاتے اور کبھی باہر آتے جب بارش ہو جاتی تو آپ ﷺ کی یہ کیفیت جاری رہتی تھی۔ میں نے اس بات کو پہچان لیا اور اس بارے میں آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ! میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو جیسا قوم عاد نے بادل کو دیکھ کر کہا جو ان کی دیواروں کی طرف آ رہا تھا کہ یہ بادل بارش برسانے والا ہے (لیکن بارش برسانے والا بادل نہ تھا بلکہ ہوا کی صورت میں عذاب تھا جو ان پر نازل ہوا)۔ (مسلم:2085)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی چیز ہے۔ وہ رحمت لاتی ہے اور عذاب بھی لاتی ہے لہٰذا تم اسے برا نہ کہو۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی خیر کا سوال کرو اور اس کے شر سے پناہ مانگو۔'' (مشکوۃ:130)

(10) جب اس قوم کی سرکشی انتہا پر پہنچ گئی اور سیدنا ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا چیلنج دے دیا تو اس پر تیز آندھی کا عذاب آیا جس میں شدید ٹھنڈک تھی۔ یہ آندھی ان کے زمین دوز گھروں میں گھس گئی اور مسلسل آٹھ دن اور سات راتیں چلتی رہی اور اس نے اس قوم کے ایک ایک فرد کو ان کے اپنے گھروں ہی کے اندر ہلاک کر ڈالا اور وہ تن و توش رکھنے والی اور اپنی قوت و طاقت پر گھمنڈ کرنے والی قوم اپنے گھروں میں یوں گری پڑی تھی جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔ اس طرح اس قوم کا نام و نشان ہی صفحہ ہستی سے مٹا ڈالا گیا۔ رہے وہ چند لوگ جو سیدنا ہود علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے تو بذریعہ وحی ایسے عذاب کی آمد سے پہلے ہی مطلع کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنے پیروکاروں کے ساتھ ایک احاطہ میں محصور ہو گئے تھے اور یہ احاطہ آندھی کی زد سے باہر تھا لہٰذا یہ لوگ محفوظ و مامون رہے اور قوم ثمود بھی انہی کی نسل سے پیدا ہوئی جسے عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:2/68)

(11) ﴿وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے'' قوم ہود کی پہچان ان کا جھٹلانا، عناد اور فساد تھا۔

﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا) اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں،



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا

یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی واضح دلیل آچکی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے، چنانچہ اس کو چھوڑے رکھنا

تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿

کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے اور اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا" (73)

سوال 1: قوم ثمود کا علاقہ کون سا تھا؟

جواب: قوم ثمود کا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان واقع تھا۔ انہیں قرآن کریم نے اصحاب الحجر بھی کہا ہے۔ حجر ان کے ایک بارونق شہر کا نام تھا جو مدینہ سے تبوک کے راستہ پر واقع ہے چنانچہ جب آپ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے تو مقام حجر پر اترے۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جلدی سے وہاں کے کسی کنوئیں سے پانی لے کر آٹا گوندھ لیا تھا، آپ ﷺ نے اس گوندھے ہوئے آٹے کو پھینک دینے اور اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا اور جو پانی مشکوں میں بھرا گیا تھا اسے بہا دینے کا حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو وہ کنواں دکھایا جہاں سے سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر پانی لینا ہے تو اس کنوئیں سے لے کر استعمال کرو" پھر آپ ﷺ نے جلد از جلد وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: "گناہ گاروں کی بستیوں میں نہ جایا کرو مگر روتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عذاب ان پر آیا تھا کہیں تم پر بھی آن پڑے" یہ کہہ کر آپ ﷺ نے کجاوے ہی پر اپنا منہ چادر سے ڈھانک لیا۔ (بخاری) (تیسیر القرآن: 69/2)

سوال 2: قوم ثمود کی خصوصیات کیا تھیں؟

جواب: (1) انہوں نے زراعت اور تعمیرات میں ترقیاں کیں۔ (2) میدانوں میں محل بنائے۔

(3) پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بنائے۔

سوال 3: قوم ثمود میں کیا خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں؟

جواب: (1) عیش پرستی۔ (2) خدا فراموشی۔ (3) اللہ تعالیٰ کی حدود سے بے پروائی۔

(4) اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو بھول کر اپنی بڑائی قائم کرنا۔

سوال 4: سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجے جانے پر جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ ... اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ کی روشنی میں کریں؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب:(1)﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا﴾ ''اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)'' اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود ہی میں سے ایک بندے کو نبوت کے منصب پر فائز کر کے ان کی طرف بھیجا، اس نبی کا نام صالح تھا جو کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ سیدنا صالح علیہ السلام نے انہیں توحید کی دعوت دی۔

(2)﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''صالح علیہ السلام نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' سیدنا صالح علیہ السلام کی دعوت بھی باقی انبیاء جیسی تھی یعنی اللہ وحدہ لاشریک الٰہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(3)﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' سیدنا صالح علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ تمہارے لیے جائز نہیں کہ اس کے سوا تم کسی کی عبادت کرو۔ (جامع البیان:231/8) صالح علیہ السلام نے توحید کی رغبت اور شرک سے نفرت دلائی۔

(4)﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ ہی حقیقی معبود ہے۔ اس کے ماسوا جتنے معبود ہیں باطل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے اور وہ رزق نہیں دیتے اور وہ زندگی کے لیے تدبیر کرتا ہے جب کہ وہ تدبیر نہیں کرتے۔ نہ وہ نفع کے مالک ہیں، نہ نقصان کے اور نہ موت کے اور نہ حیات کے اور نہ جی اٹھنے کے پھر کیسے وہ الٰہ ہو سکتے ہیں؟ (ایسر التفاسیر:459)

(5)﴿قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی واضح دلیل آ چکی'' تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے آسمانی معجزہ آ گیا ہے۔

(6) یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ (ایسر التفاسیر:461)

(7) تمہارے پاس میری سچائی پر دلیل اور برہان آ گئی ہے۔ اور میں جو کہتا ہوں اس کی حقیقت یہ ہے کہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، خالص توحید اور اس کی عبادت کی طرف اور جو کچھ میں لایا ہوں وہ میرے اوپر دلیل ہے۔ (جامع البیان:231/8)

(8)﴿هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی تمہارے لیے نشانی ہے'' اونٹنی اللہ تعالیٰ کی آیت یعنی علامت تھی۔

(9) اونٹنی اللہ تعالیٰ کی نشانی تھی کہ صالح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس لیے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (ایسر التفاسیر:461)

(10)﴿فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ اس کو چھوڑے رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی رہے'' سیدنا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اونٹنی کو چھوڑ دو، وہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر کھائے یا پیے تم پر اس کا بوجھ یا ذمہ داری نہیں ہے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(11)رب العزت نے فرمایا:﴿قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ﴾''صالح علیہ السلام نے کہا: ''یہ ایک اونٹنی ہے ایک اس کے پانی پینے کی باری ہے اور ایک مقرر دن تمہارے لیے پانی پینے کی باری ہے۔''(الشعرآء:155)

(12)قوم ثمود کے ہاں ایک بہت بڑا کنواں تھا جو اونٹنی والا کنواں کے نام سے مشہور تھا اسی کنوئیں میں سے وہ اور اونٹنی اپنی اپنی باری کے مطابق پیتے تھے۔ایک دن اونٹنی کے پانی پینے کے لیے مقرر تھا وہ اس اونٹنی کے تھنوں سے دودھ پیتے تھے۔ایک دن لوگوں کے لیے مقرر تھا۔اس دن وہ کنوئیں پر پانی لینے کی غرض سے آتے تھے تو اونٹنی وہاں سے چلی جاتی۔(تفسیر سعدی:1/895)

(13)﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾''اور اس کو بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا''یعنی اس کی کونچیں کاٹنے کی نیت سے اس اونٹنی کو نہ چھونا ورنہ تمہیں دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

سوال5:قوم ثمود کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اونٹنی کو نشانی کے طور پر مقرر کر دیا اور ان سے کہا گیا اس اونٹنی کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھائے پیئے،اسے تکلیف نہ پہنچانا ورنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کیسے غیر معمولی تھی؟

جواب:اونٹنی اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی تھی جو بڑے شرف وفضل والی تھی۔اس کی پیدائش معجزانہ انداز میں ہوئی اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی نشانی تھی۔

سوال7:اونٹنی کو بطور نشانی مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:(1)درندے کے مقابلے میں اونٹنی کمزور ہوتی ہے اور انسان کا امتحان ''اونٹنی'' کی سطح پر لیا جاتا ہے۔

(2)امتحان یہ ہے کہ انسان کمزوروں کے ساتھ جن کے ساتھ کوئی مادی قوت نہیں ہوتی،ان کے خلاف کاروائی کرنے سے رکتا ہے یا نہیں۔(3)انسان کا امتحان یہ ہے کہ جن لوگوں کے ساتھ محض اخلاقی حس کی وجہ سے انسان نے حسن سلوک کرنا ہوتا ہے اور اس کا محرک ڈر نہیں ہوتا،کیا اللہ تعالیٰ پر ایمان کی وجہ سے انسان ان کے ساتھ زیادتی کرنے سے رکتا ہے یا نہیں۔

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ

''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا،تم اس کے میدانوں میں

سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ

محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو،چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾

اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ'' (74)

سوال: سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ کے جو احسانات یاد دلائے، ان کی وضاحت ﴿وَاذْكُرُوْٓا... مُفْسِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلاتے ہوئے کہا: ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ﴾ ''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا'' یعنی ان انعامات کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم عاد کی ہلاکت کے بعد زمین میں ان کا جانشین بنایا۔

(2) ﴿وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور تمہیں زمین میں ٹھکانہ دیا'' یعنی تمہیں زمین میں بہترین ٹھکانہ عطا فرمایا۔

(3) ﴿تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا﴾ ''تم اس کے میدانوں میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے ہو'' قوم ثمود پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتی تھی اور میدانوں میں محلات بناتی تھی۔

(4) ان لوگوں کے قد و قامت بھی بہت بڑے اور عمریں بھی بہت لمبی ہوتی تھیں اور اگر وہ عام لکڑی کی چھت والے مکان بناتے تو بنانے والے کی زندگی ہی میں کئی بار بوسیدہ ہو کر گر پڑتے تھے۔ عام روایت کے مطابق اس دور میں عمریں تین سو سے چھ سو سال کے درمیان ہوتیں اور لکڑی کے مکان زیادہ سے زیادہ ایک سو سال چلتے پھر بوسیدہ اور کمزور ہو کر گر پڑتے تھے اس لیے وہ اپنے مکان پہاڑوں میں بناتے۔ اعلیٰ درجے کے سنگ تراش اور انجینئر تھے۔ پہاڑوں کو اندر سے تراش تراش کر مکان بناتے جن میں کھڑکیاں دروازے سب کچھ ہوتا تھا اور ان کی پائیداری کی وجہ سے ایک طویل عرصہ وہاں گزار سکتے تھے اور کسی ہموار زمین پر مکان بناتے تو وہ بھی اتنا مضبوط ہوتا جیسے کوئی محل کھڑا کر دیا گیا ہو۔ (تیسیر القرآن: 69/2)

(5) ﴿فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو'' ﴿اٰلَآءَ اللّٰهِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی کثیر نعمتیں، اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود پر بہت احسانات کیے۔

(6) سیدنا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، اس کی قوت اور رزق جیسے انعامات یاد دلائے تاکہ قوم اس کا شکر ادا کرنے کے لیے اس کی عبادت کرے اور بتوں کی بندگی نہ کرے۔ انہوں نے فساد کے برے انجام سے ڈرایا۔ (ایسر التفاسیر: 462,461)

(7) ﴿وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور زمین میں فساد کرتے ہوئے دنگا نہ مچاؤ'' یعنی زمین میں شرک اور نافرمانی کے کاموں کا ارتکاب کرتے ہوئے نہ پھرو۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(8)اس دعوت کا ہدف قوم کی ہدایت اور اصلاح تھی تا کہ وہ شرک، شر اور فساد کے برے انجام سے بچیں۔(ایسر التفاسیر:462,461)

﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ

''اُس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے ان کے لئے جو ایمان

مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا

لائے تھے ان سے کہا: ''کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب ہی کا بھیجا ہوا رسول ہے؟'' انہوں نے جواب دیا: ''یقیناً ہم

بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾

اس پر بھی ایمان رکھنے والے ہیں جس کے ساتھ اُسے بھیجا گیا ہے'' (75)

سوال1: قوم ثمود کے سرداروں نے ایمان لانے والے کمزور لوگوں سے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...مُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ﴾ ''اُس کی قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہا'' قوم ثمود کے سرداروں نے تکبر سے دعوت کو ٹھکرایا۔ انہوں نے کہا:

(2)﴿لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ﴾ ''ان لوگوں سے جو کمزور سمجھے جاتے تھے، ان میں سے ان کے لئے جو ایمان لائے تھے'' چونکہ تمام کمزور لوگ مومن نہیں تھے اس لیے انہوں نے کمزور ایمان والوں سے کہا۔

(3)﴿اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب ہی کا بھیجا ہوا رسول ہے؟'' کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ انہوں نے یہ سوال یہ جاننے کے لیے کیا کہ وہ صالح علیہ السلام کو سچا سمجھتے ہیں یا جھوٹا؟

(4)﴿قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾ ''جو وہ لے کر آئے ہیں ہم اُس پر ایمان رکھتے ہیں'' یعنی مومنوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے احکامات و نواہی پر ایمان رکھتے ہیں۔

سوال2: سوسائٹی کے کمزور لوگ ہی کیوں ایمان لاتے ہیں؟

جواب: کمزور لوگوں کے لیے کوئی نفسیاتی رکاوٹیں نہیں ہوتیں۔ انہیں اپنے مقام اور مرتبے سے گر جانے کا خوف نہیں ہوتا۔ انہیں مال کے چھن جانے کا کوئی فرضی غم نہیں ہوتا۔ سچائی کے اور ان کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس لئے جوں ہی سچ ان کے سامنے آتا ہے وہ اسے قبول کر لیتے ہیں۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال3: کمزور لوگ ایمان لانے کے بعد کیسے ہو جاتے ہیں؟

جواب: کمزور لوگ ایمان لانے کے بعد کمزور نہیں رہتے، ایمان ان کے دلوں میں اطمینان اور یقین پیدا کرتا ہے اور انہیں اپنے عقیدے پر یقین ہوتا ہے۔ ایمان ان کے دلوں میں قوت اور جرأت بھر دیتا ہے اس لئے ان پر کسی ڈراوے کا، مذاق کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے انہیں سچائی کا اقرار کرتے ہوئے کوئی خوف نہیں رہتا۔

﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾

''ان لوگوں نے کہا جو بڑے بنے ہوئے تھے: ''بلاشبہ جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اُس کا انکار کرنے والے ہیں'' (76)

سوال1: کمزور لوگوں کا اقرار ایمان سن کر قوم کے سرداروں نے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ الَّذِيْنَ ... كٰفِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ﴾ ''ان لوگوں نے کہا جو بڑے بنے ہوئے تھے: ''بلاشبہ جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' کمزور لوگوں کا اقرار ایمان سن کر قوم کے سرداروں نے تکبر کی وجہ سے جواب دیا کہ ہم اس چیز کا انکار کرنے والے ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔

(2) تکبر کی وجہ سے انہوں نے اطاعت نہ کی، حق قبول نہ کیا اور کافر ہوئے۔

سوال2: قوم ثمود نے دعوت کا کیا جواب دیا؟

جواب: (1) قوم ثمود نے نصیحت قبول نہ کی۔

(2) قوم ثمود اپنے بگاڑ کو ماننے اور اپنی اصلاح کرنے کے لئے تیار نہ ہوئی۔

(3) قوم ثمود نے سرکش بن کر رہنا چاہا جب کہ ان کے اردگرد کی کائنات اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار تھی۔

(4) قوم ثمود نے حد سے تجاوز کر کے زندگی گزاری حالانکہ ہر چیز اپنی حد میں رہ کر عمل کرتی ہے۔

(5) قوم ثمود نے اللہ تعالیٰ کی اصلاح یافتہ دنیا میں بگاڑ پیدا کرنا چاہا، اس لئے دنیا میں رہنے کے لئے نااہل قرار دیئے گئے۔

سوال3: قوم کے سرداروں نے سیدنا صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے سے کیوں انکار کر دیا تھا؟

جواب: (1) سیدنا صالح علیہ السلام دلائل لے کر آئے تھے لیکن بات دلائل کی نہ تھی۔

(2) سیدنا صالح علیہ السلام معجزہ لے کر آئے تھے لیکن بات معجزے کی بھی نہ تھی۔

(3) بات یہ تھی کہ وہ ایک ایسے دین کو قبول نہیں کرنا چاہتے تھے جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو۔

(4) وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو قبول کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے انہوں نے انکار کر دیا۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سوال 4: صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کرنے والوں اور اس دعوت کا انکار کرنے والوں کی سوچ میں کیا فرق تھا؟

جواب:

| مومنین صالح علیہ السلام | منکرین صالح علیہ السلام |
|---|---|
| 1۔مومنین صالح علیہ السلام نے سیدنا صالح علیہ السلام کے پیغام کو دیکھا۔ | 1۔منکرین صالح علیہ السلام نے سیدنا صالح علیہ السلام کی شخصیت کو دیکھا۔ |
| 2۔پیغام کی طرف نظر کرنے والوں کو پیغام میں حق کے دلائل اور سچائی نظر آئی تو وہ سیدنا صالح علیہ السلام کے ساتھی بن گئے۔ | 2۔شخصیت دیکھنے والوں کو سیدنا صالح علیہ السلام میں ظاہری بڑائی نظر نہ آئی۔ |
| 3۔دلائل سے سچائی کو پا لینے والے یقین کی منزل تک پہنچ گئے۔ | 3۔ظاہری عظمت نہ دیکھنے پر مشتبہ ہو گئے۔ |
| 4۔وہ سیدنا صالح علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ | 4۔انہوں نے سیدنا صالح علیہ السلام کا انکار کر دیا۔ |
| 5۔انہیں سچ کا ساتھ دینا نصیب ہوا۔ | 5۔انہیں سچ کا ساتھ دینا نصیب نہیں ہوا۔ |

﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا

"چنانچہ انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے، اور انہوں نے کہا: "اے صالح! اگر تم واقعی رسولوں

تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

میں سے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو" (77)

سوال 1: قوم ثمود نے اونٹنی کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس کی وضاحت ﴿فَعَقَرُوا ... الْمُرْسَلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَقَرُوا النَّاقَةَ﴾ "چنانچہ انہوں نے اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں" قوم ثمود نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے تھے جس کے بارے میں سیدنا صالح علیہ السلام نے دھمکی دی تھی کہ اگر اسے بری نیت سے ہاتھ لگایا تو دردناک عذاب نازل ہوگا۔

(2) ﴿وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ﴾ "اور اپنے رب کے حکم سے سرکش ہوئے" ﴿عَتَوْا﴾ یہ لفظ نافرمانی کے ساتھ ساتھ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خودسری اور سرکشی کو بھی ظاہر کر رہا ہے۔قوم ثمود نے سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ٹھکرا دیا، اس کی نافرمانی کی، اطاعت نہ کی۔(ایسر التفاسیر:462)

(3)﴿وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''اے صالح! اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کو عاجز سمجھتے ہوئے فخر سے سیدنا صالح علیہ السلام سے کہا، جس عذاب کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ اگر تو واقعی رسول ہے۔

(4) جب کوئی سرکشی کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مزہ چکھنا ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے عذاب میں پکڑا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔

(5) یہ اونٹنی جنگلوں میں چلتی پھرتی تھی، ایک دن چھوڑ کر پانی پیتی تھی، جب یہ پانی پینے لگتی تھی تو کنوئیں میں سر لٹکا کر سارا پانی پی جاتی تھی۔ان لوگوں کو یہ بات کھٹکی اور چونکہ اس اونٹنی کی وجہ سے ان کے مویشی خوف زدہ ہو کر دور دور بھاگ جاتے تھے اس وجہ سے ان لوگوں کو اونٹنی کا وجود ناگوار ہوا ان میں دو عورتیں زیادہ مال دار تھیں جن کے بہت مویشی تھے، انہوں نے قوم میں سے دو آدمیوں کو اونٹنی کو قتل کر دینے پر آمادہ کیا۔یہ دونوں آدمی جن میں ایک کا نام مصدع اور دوسرے کا نام قدار تھا چھپ کر بیٹھ گئے جب اونٹنی ادھر سے گزری تو مصدع نے اس کی پنڈلی میں تیر مارا، پھر قدار نے اس کو ذبح کر دیا بستی کے لوگ نکلے اور اس کا گوشت تقسیم کر لیا جب وہ ایسی حرکت کرنے کو نکلے تھے تو سیدنا صالح علیہ السلام نے ان کو متنبہ کر دیا تھا کہ ایسا نہ کرو۔سورۃ الشمس میں فرمایا:﴿اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا (۱۲) فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا (۱۳)﴾ ''جب اس کا بدبخت ترین آدمی اٹھا۔تو اللہ کے رسول (صالح) نے ان سے کہہ دیا تھا اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی اور اُس کی پینے کی باری کا خیال کرو۔'' (سورۃ الشمس:13,12)(تفسیر انوار البیان:387,386/2)

(6) ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ کے دوران فرمایا: ''یہ شخص اپنی قوم کا ایک زور آور، شریر مضبوط شخص تھا جو اونٹنی کو زخمی کرنے کی مہم پر اٹھ کھڑا ہوا اسکا نام قدار تھا-اپنی قوم میں ایسے ہی تھا جیسے تم میں ابوزمعہ (جو سیدنا زبیر بن عوام کا چچا تھا)(بخاری۔کتاب التفسیر۔تفسیر سورۃ الشمس) یہ قدار بن سالف سرخ رنگ کا، نیلی آنکھوں والا، بڑے ڈیل وڈول کا مالک اور ولد الزنا تھا۔خود بھی بدکار تھا اور شہر کے مشہور و معروف نو بدمعاشوں کا سرغنہ تھا۔اس نے اپنی آشنا عورت کی انگیخت ہی پر اونٹنی کو زخمی کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا تھا البتہ اس نے دوسرے کافروں اور ان کی عورتوں سے اس کے متعلق مشورہ ضرور کر لیا تھا اور یہ سب لوگ اس بات پر خوش تھے کہ اس اونٹنی سے کسی طرح ہمیں نجات مل جائے۔ چنانچہ جب اس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو اونٹنی نے ایک ہولناک قسم کی چیخ ماری اور دوڑ کر اسی پہاڑ کی طرف چلی گئی جس سے برآمد ہوئی



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



تھی، اس کا بچہ بھی اپنی ماں کے ساتھ چلا گیا اور یہ دونوں معجزانہ طور پر اسی پہاڑ میں غائب ہو گئے۔'' (تفسیر تیسیر القرآن: 71/2)

سوال 2: اونٹنی کے پاؤں ایک شخص نے کاٹے، ایک شخص کے عمل کو پورے گروہ کا عمل کیوں قرار دیا گیا؟

جواب: کسی گروہ کا ایک فرد جب برا عمل کرتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے کام پر راضی رہتے ہیں تو سب اس عمل میں شریک سمجھے جاتے ہیں۔

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾

''تو انہیں زلزلے نے آ پکڑا تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گرے پڑے تھے'' (78)

سوال: قوم ثمود کو ان کی سرکشی کی جو سزا دی گئی، اس کی وضاحت ﴿فَاَخَذَتْهُمُ ... جٰثِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ''تو انہیں زلزلے نے آ پکڑا تو انہوں نے اس حال میں صبح کی کہ وہ اپنے گھروں میں گرے پڑے تھے'' قوم ثمود کی اکڑ اور سرکشی کی سزا کے طور پر دل دہلا دینے والی آفت ان پر بھیجی گئی جس کے نتیجے میں وہ خوف زدہ ہوئے اور بے حس و حرکت اوندھے گرے۔ یہ سزا ان کی سرکشی کے لئے مناسب تھی۔

(2) سیدنا صالح علیہ السلام نے عذاب آنے سے پہلے انہیں تنبیہ کر دی تھی کہ تین دن تک فائدہ اٹھا لو جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ ''تین دن تک تم اپنے گھروں میں خوب فائدہ اُٹھا لو، یہ ایسا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔'' (ہود: 65)

(3) اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کو ہلاک کر دیا اور ان کی جڑ کاٹ دی۔

(4) ﴿فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمَىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾ ''چنانچہ جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اپنی رحمت سے صالح کو نجات دی اور اُن لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اور اُس دن کی رُسوائی سے بھی، یقیناً آپ کا رب ہی بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔'' (ہود: 66)

(5) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آسمان کے نیچے ان سب کو ہلاک کر دیا، صرف ایک شخص بچا جو حرم میں تھا'' پوچھا گیا، وہ کون تھا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ابو رغال تھا، لیکن جیسے ہی وہ حرم سے نکلا عذاب نے اسے بھی پکڑ لیا۔'' (مستدرک حاکم: 3248، مسند احمد: 14168، ابن حبان: 6197)

﴿فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ

''تو صالح نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: ''اے میری قوم! میں نے تو اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ﴾

تھی مگر تم خیر خواہوں سے محبت نہیں کرتے'' (79)

سوال 1: انبیاء کے نافرمانوں کا برا انجام ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَتَوَلّٰى... النّٰصِحِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ﴾ ''تو صالح نے ان سے منہ پھیر لیا'' جب اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا تو سیدنا صالح علیہ السلام ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔

(2) ﴿وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ﴾ ''اور کہا: ''اے میری قوم! میں نے تو اپنے رب کا پیغام تمہیں پہنچا دیا اور میں نے خیر خواہی کی'' انہوں نے اپنی قوم کی افسوس ناک تباہی دیکھ کر انہیں قائل کرنے کے لیے کہا کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچا دیئے، میں اسی کام پر بحیثیت رسول مقرر کیا گیا تھا۔ میں تمہاری ہدایت چاہتا تھا۔ (3) ﴿وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ﴾ ''مگر تم خیر خواہوں سے محبت نہیں کرتے'' سیدنا صالح علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں خیر خواہی پسند نہیں۔ تم نے ہر خیر خواہ کی بات کو ٹھکرا دیا جس کا تمہیں یہ برا انجام دیکھنا پڑا۔

(4) انبیاء کے نافرمانوں کا برا انجام ہوتا ہے۔

سوال 2: سیدنا صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے خیر خواہی کی تو لوگوں نے کیوں ناپسند کی؟

جواب: (1) خیر خواہ نقصان سے بچانا چاہتا ہے تو جن لوگوں کو نقصان کا شعور نہیں ہوتا انہیں یہ روک ٹوک اچھی نہیں لگتی۔

(2) سچا خیر خواہ نفع دینا چاہتا ہے پھر جن لوگوں کو نفع کا شعور نہیں ہوتا انہیں نفع کی دعوت جھوٹی لگتی ہے اس طرح وہ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا: ''کیا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو جو تم سے پہلے جہانوں میں کسی نے نہیں کیا؟'' (80)

سوال 1: سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بے حیائی سے ڈرایا، اس کی وضاحت ﴿وَلُوْطًا... الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب (1) ﴿وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ﴾ ''اور لوط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا'' سیدنا لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ وہ ہاران بن آزر کے بیٹے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کو کھلی بے حیائی سے ڈرایا۔

(2) آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے اور آپ علیہ السلام ہی کے ساتھ وطن سے ہجرت کر کے شام چلے آئے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اہل سدوم اور اس کی نواحی آبادیوں کے باشندوں کا رسول بنا کر بھیجا تھا۔ آپ انہیں توحید کی دعوت اور نیکیوں کی



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



رغبت دے رہے ہیں اور برائیوں اور بے حیائیوں سے اور ممنوعات سے نفرت دلا رہے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:602/1)

(3)﴿اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ﴾ ''کیا تم بے حیائی کا وہ کام کرتے ہو'' تم ایک ایسے گناہ کو اپنائے ہوئے ہو جس نے سارے بے حیائی کے کاموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔(4)﴿مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''جو تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔'' جس بے حیائی میں تم مبتلا ہو تم سے پہلے کوئی قوم اس کا شکار نہیں ہوئی۔ تم نے اس بے حیائی کو شروع کیا اور بعد میں آنے والوں کے لیے رواج دیا۔

سوال 2: قوم لوط کی کیا خصوصیات تھیں؟

جواب: (1) خوش حال قوم عیش پرست ہو گئی تھی۔ (2) بے راہ روی میں پڑ گئے۔

(3) اپنی شہوانی خواہشات کی تسکین کے لئے انہوں نے ہم جنسی کے راستے کو اختیار کیا۔

سوال 3: سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کس ''فاحشہ'' میں مبتلا تھی؟

جواب: سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم جس بگاڑ میں مبتلا تھی وہ جنسی تعلق کا غیر فطری طریقہ ہے۔

سوال 4: جنسی تعلق کا فطری طریقہ کیا ہے؟

جواب: جنسی تعلق کا فطری طریقہ یہ ہے کہ عورت اور مرد باہم شوہر اور بیوی بن کر رہیں۔

سوال 5: جنسی تعلق میں انسان کیسے حد سے بڑھ جاتا ہے؟

جواب: (1) دو مردوں کے درمیان اگر جنسی تعلق قائم ہو جائے تو یہ حد سے گزرنا ہے۔

(2) دو عورتوں کے درمیان اگر جنسی تعلق قائم ہو جائے تو یہ حد سے گزرنا ہے۔

سوال 6: جنسی بگاڑ کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: جنسی بگاڑ ذہنی، شعوری اور عقیدے کے بگاڑ سے پیدا ہوتا ہے۔

سوال 7: کیا کائنات میں کہیں اور بگاڑ پایا جاتا ہے؟

جواب: کائنات فطرت کے راستے پر یعنی اصلاح کے راستے پر چل رہی ہے صرف انسان اپنی آزادی کا غلط فائدہ اٹھاتا ہے۔ انسان فطرت کے خلاف چل کر بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ پوری کائنات میں اصلاح ہے اور انسان بگڑا ہوا ہے۔

﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾

''بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر یقیناً مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو'' (81)

سوال 1: سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کے گناہ کی سنگینی کا احساس کیسے دلایا، اس کی وضاحت ﴿اِنَّكُمْ ...



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کے گناہ کی سنگینی کا احساس دلاتے ہوئے کہا: ﴿اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ﴾ ''بلاشبہ تم عورتوں کو چھوڑ کر یقیناً مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو'' یعنی تم کیسے عورتوں کو چھوڑ کر، جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے، جن سے تمتع کرنا فطرت اور جبلی شہوت کے مطابق ہے مردوں کے ساتھ بدفعلی کرتے ہو، جو قباحت اور خباثت کی انتہا ہے۔ یہ جسم کا وہ حصہ ہے جہاں سے گندگی اور بدبودار مادے خارج ہوتے ہیں۔ اس حصے کو چھونا اور اس کے قریب جانا تو کجا اس کا نام لینے سے بھی شرم آتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 899/1)

(2) سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کے بعد دوسرے بدکردار لوگ بھی اس فحش مرض میں مبتلا رہے ہیں لیکن یہ فخر یونان کو حاصل ہے کہ اس کے فلاسفروں نے اس گھناؤنے جرم کو ایک اخلاقی خوبی کے مرتبہ تک پہنچا دیا اور رہی سہی کسر جدید مغربی تہذیب نے پوری کر دی ہے جس نے علی الاعلان ہم جنس پرستی (Homosexuality) کے حق میں پروپیگنڈا کیا یعنی اگر مرد، مرد سے اور عورت، عورت سے لپٹ کر اپنی جنسی خواہش پوری کر لیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور ملکی قانون کو ہرگز اس میں مزاحم نہ ہونا چاہیے۔ حتیٰ کہ کئی ممالک کی مجالس قانون ساز نے اس فعل کو جائز قرار دے دیا ہے۔ (تیسیر القرآن: 73/2)

(3) ﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ (۱۶۵) وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ (۱۶۶)﴾ ''کیا تم جہانوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو؟ اور تم چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔'' (الشعراء: 166,165)

(4) ﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ﴾ ''بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو'' اس لیے کہ وہ فعل فطرت کی وضع کے خلاف ہے اور مرد اور عورت کے جنسی اعضاء کی ساخت ان کے اس فعل بد کی تردید کا کھلا ہوا ثبوت ہے سوا ازیں انسانوں کے علاوہ دوسرے جانور خواہ وہ درندے ہوں یا پالتو ہوں یا پرندے ہوں کوئی بھی ایسی مذموم حرکت نہیں کرتے کہ نر، نر پر کودنے لگے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان حیوانات کی سطح سے بھی نیچے اتر آیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر عورتیں بھی عورتوں سے لپٹ کر یا کسی دوسرے جانور مثلاً کتے وغیرہ سے اپنی شہوت پوری کر لیں تو گویا سارا معاشرہ فحاشی کے سمندر میں ڈوب جائے گا۔ پھر انسان کی نسل آگے کیسے چلے گی؟ کیا یہ اپنی قوم کو اپنے ہاتھوں تباہ کرنے ہی کا ذریعہ نہیں؟ یہ ایسے واضح نتائج ہیں جو ایسے معاشرے کا تصور کرنے سے ہی سامنے آجاتے ہیں اور جو اس کے دوررس نتائج ہیں وہ بے شمار ہیں۔ قوم کے اس جواب سے یہ علم ہوتا ہے کہ سیدنا لوط علیہ السلام پر ایمان لانے اور اس بدفعلی سے اجتناب کرنے والے کم ہی لوگ تھے۔ یہ قوم جب اپنی اس بدفعلی کا کوئی عقلی جواز پیش نہ کر سکی تو الزامی جواب پر اتر آئے اور کہنے لگے کہ ہم تو ہوئے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گندے لوگ اور سیدنا لوط علیہ السلام اور اس کے پیروکار پاکباز رہنا چاہتے ہیں ان کا ہم گندوں میں کیا کام؟ لہٰذا انہیں اپنی بستی سے نکال دینا چاہیے تاکہ یہ روز روز کی تکرار اور جھگڑا ختم ہو جائے۔ (تیسیر القرآن: 73/2)

سوال 2: سیدنا لوط علیہ السلام اپنی قوم پر کیا الزامات لگاتے ہیں؟

جواب: سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم پر حد سے گزرنے کا الزام لگایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فطرت کا نظام بنایا ہے تم اس سے آگے گزر رہے ہو۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو جنسی قوت دی ہے اس کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کو آگے بڑھانے کے لئے جو قوتیں دی ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ زندگی کی نشوونما کے لئے ان قوتوں کو خرچ کیا جائے۔ سیدنا لوط علیہ السلام نے انہیں احساس دلایا کہ تم بنجر زمینوں میں قوتیں ضائع کر رہے ہو۔

سوال 4: اسلام لذت کوشی اور شہوت کے حصول کے لئے کیا راستہ بتاتا ہے؟

جواب: اسلام شہوت اور لذت کے حصول کے لئے فطری راستہ بتاتا ہے کہ اس کے لئے مرد اور عورت میں تعلق قائم ہوگا۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ کے طریقے سے ہٹ کر لذت کے حصول کے لئے کوشش کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی سنت سے ہٹ کر لذت کے حصول کے لئے کوشش کرنا بے راہ روی اور غیر فطری عمل ہے جو اخلاق کے خلاف ہے۔

سوال 6: آج کے دور میں جنسی بگاڑ کے لئے کون سے ادارے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں؟

جواب: نشر و اشاعت کے ادارے دن رات جنسی بگاڑ کے لئے کام کر رہے ہیں۔

سوال 7: جنسی انتشار کے لئے اہل یورپ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کا سبب ''عورت کا پردہ کرنا ہے'' اس کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: (1) حالات دعوے کے بالکل برعکس ہیں اور ہر دعوے کے لئے حالات سے ثبوت چاہیے۔

(2) حالات و واقعات یہ بتاتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں جنسی ملاپ کے لئے کوئی ضابطہ یا قید نہیں جیسے جانور وقت پر ضرورت پوری کرتے ہیں ایسے ہی جانور نما انسان بھی کھلے عام اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان معاشروں میں ہم جنس پرستی مردوں میں بھی رائج ہے اور عورتوں میں بھی۔ اس لئے یہ دعویٰ بے بنیاد ہے کہ اس کا سبب پردہ ہے۔ اس کا سبب غلط عقیدہ ہے۔

﴿وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ

''اور اس کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''انہیں اپنی بستی سے نکال دو، یقیناً وہ



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾

لوگ بڑے پاک باز بنتے ہیں" (82)

سوال 1: سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم نے ان کی مخلصانہ دعوت پر کیا جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم نے ان کی مخلصانہ دعوت کے جواب میں ان کی جلاوطنی کا ارادہ کرلیا۔

(2) ﴿وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ﴾ "اور اس کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا: "انہیں اپنی بستی سے نکال دو" ان کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہیں تھا کہ انہیں اپنی بستی سے نکال دو، یہ پاک باز بننا چاہتے ہیں یعنی اپنے آپ کو اس بے حیائی سے بچانا چاہتے ہیں۔

(3) ﴿اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ﴾ "یقیناوہ لوگ بڑے پاک باز بنتے ہیں" یہ جملہ قوم لوط نے طعنے کے طور پر کہا تھا کہ سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے عقیدت مندوں کو جلاوطن کردو یہ پاک باز بنتے ہیں اور تمہیں لواطت سے روکتے ہیں۔ پھر بھلا گندوں میں ان پاکبازوں کا کیا کام! اس لیے انہیں نکال دیا جائے۔ (مختصر ابن کثیر: 603/1)

سوال 2: قوم ثمود نے پاکیزگی کی سزا جلاوطنی کیوں تجویز کی تھی؟

جواب: (1) جاہلیت پاکیزگی کو کبھی قبول نہیں کرسکتی۔

(2) جاہلیت کو صرف وہی قبول کرتے ہیں جو ناپاک ہوں، برائیوں میں مبتلا ہوں اور گندے ہوں۔

(3) پاک لوگوں کے لئے جاہلیت کا دامن تنگ ہوتا ہے اس لئے قوم ثمود نے پاکیزگی کی سزا جلاوطنی تجویز کی ہے۔

سوال 3: کیا دور جدید میں بھی پاک بازی کو برا خیال کیا جاتا ہے؟

جواب: دور جدید میں بھی پاکیزہ لوگوں کو مسترد کیا جاتا ہے، ایسے لوگوں پر رزق کے دروازے بند کئے جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے تعلقات نہیں رکھے جاتے، پوری سختی اور تشدد کے ساتھ اپنی اولادوں کے پاکیزہ بننے پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔

﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾

"پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی اس کی بیوی کے سوا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی" (83)

سوال 1: سیدنا لوط علیہ السلام اور مسلمان عذاب سے محفوظ رہے، اس کی وضاحت ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ ... مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ﴾ "پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی" اللہ تعالیٰ کے عذاب سے



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے گھرانے کو بچا لیا گیا۔ آپ علیہ السلام پر آپ کے گھر والوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا تھا۔

(2)﴿اِلَّا امْرَاَتَهٗ ؕ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''اس کی بیوی کے سوا جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی'' چونکہ سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی ان بدکرداروں سے پوری ساز باز رکھتی تھی۔ گھر میں کوئی مہمان آتا تو فوراً خفیہ طور پر اطلاع ان لوگوں کو کر دیتی اور ان لوگوں کو اس مہمان سے بدکرداری کرنے کی ترغیب دیا کرتی تھی لہٰذا وہ بھی قوم کے جرم میں برابر کی شریک تھی اور اسے اسی عذاب سے دوچار ہونا پڑا جو اس قوم میں نازل ہوا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی بھی انہی کی قوم سے تعلق رکھتی تھی اور سیدنا لوط علیہ السلام بابل سے ہجرت کر کے یہاں مقیم ہوئے۔ (تیسیر القرآن:2/74,73)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ (۱۷۰) اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ (۱۷۱)﴾ ''تو ہم نے اُسے اور اُس کے سب گھر والوں کو نجات دی۔ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔'' (الشعراء:171,170)

(4)﴿فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۳۵) فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۳۶)﴾ ''سو ہم نے اس میں جو ایمان والا تھا اسے نکال دیا۔ تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے گھر کے سوا کوئی نہ پایا۔'' (الذاریات:36,35)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کب نجات دی؟

جواب: جب اللہ تعالیٰ کے نافرمان اس کے بندوں کے لئے خطرہ بن گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نجات دی۔

سوال 3: سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی کو ان لوگوں میں کیوں شامل کیا گیا جنہیں عذاب دیا گیا تھا؟

جواب: سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی عقیدے کے اعتبار سے انہی لوگوں میں شامل تھی جو ہلاک ہوئے، اس لئے وہ ہلاکت سے نہ بچ سکی۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کا انصاف کیسا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا انصاف بے لاگ ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے ترازو میں رشتوں اور دوستیوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باپ، سیدنا لوط علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کی بیویوں کو معاف نہیں کیا گیا جب کہ فرعون کی بیوی نے صالح اعمال کیے تو اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

ع 10 12 17

''اور ہم نے ان پر پتھروں کی سخت بارش برسائی، پس آپ دیکھیں ان مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟'' (84)

سوال: سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب بھیجا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَاَمْطَرْنَا ... الْمُجْرِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب:(1)﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا﴾ ''اور ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا'' یعنی ہم نے سخت گرم کھنگر کے پتھر ان پر برسائے اور اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو الٹ کر اوپر نیچے کر دیا۔

(2)اس مقام پر صرف اتنا ہی مذکور ہے کہ اس قوم پر ہم نے بدفعلی اور سرکشی کی پاداش میں بری طرح کی بارش برسائی۔لیکن قرآن کے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کی سب بستیوں کو اٹھا کر بلندی سے زمین پر دے مارا گیا۔سیدنا جبرئیل علیہ السلام آئے انہوں نے زمین کے اتنے حصہ کو زمین سے الگ کر کے اپنے پروں پر اٹھایا پھر اوپر سے زمین پر پٹخ دیا پھر اوپر سے اللہ تعالیٰ نے پتھروں کی بارش برسائی،اس طرح اس بدکار قوم کا نام ونشان تک مٹا دیا گیا۔(تیسیر القرآن:74/2)

(3)ان لوگوں پر سخت گرم پتھر برسائے گئے اور ان کی بستی کو الٹ دیا گیا۔

(4)﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''پس آپ دیکھیں ان مجرموں کا کیسا انجام ہوا؟'' اللہ رب العزت نے قوم لوط کے واقعے کے بعد عبرت حاصل کرنے کے لیے تاکید کی ہے کہ گناہ کا انجام دیکھو،دائمی رسوائی اور ہلاکت ہے۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۙ (۸۲) مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِىَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ (۸۳)﴾ ''پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اس کے اوپر کے حصے کو اس کا نچلا کر دیا اور ہم نے اس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔آپ کے رب کی جانب سے نشان زدہ تھے اور ان ظالموں سے وہ کچھ دور نہیں۔'' (ہود:83,82)

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ (۷۳) فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (۷۴)﴾ ''پس دن نکلتے ہی انہیں ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا۔تو ہم نے اس بستی کے اوپر کو اس کے نیچے کر دیا اور ان پر پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی بارش برسائی۔'' (الحجر:74,73)

(7)ان سب آیات کو ملانے سے معلوم ہوا کہ سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم پر تینوں طرح کا عذاب آیا چیخ نے آ پکڑا،ان کی سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور ان پر پتھر برسائے گئے۔ان بستیوں کو سورہ برأت میں ﴿اَلْمُؤْتَفِكٰتِ﴾ سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی الٹی ہوئی بستیاں۔سورۃ ہود اور سورۃ ذاریات اور سورۃ عنکبوت میں ہے کہ جب سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے فرشتے آئے تو پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے ان کی مہمانی کا انتظام کرنے کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا آپ حضرات کیوں بھیجے گئے۔سورۃ الذاریات میں ہے:﴿قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (۳۲) لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (۳۳) مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ (۳۴) فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۳۵) فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۳۶)﴾ ''انہوں نے کہا:''بلاشبہ ہمیں



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



گناہ گار لوگوں کی جانب بھیجا گیا ہے۔ تاکہ ہم ان پر مٹی کی پتھر پھینکیں۔ جو حد سے گزرنے والوں کے لئے آپ کے رب کی جناب سے نشان زدہ ہیں۔ سو ہم نے اس میں جو ایمان والا تھا اسے نکال لیا۔ تو ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا کوئی نہ پایا۔'' (سورۃ الذاریات: 32-36) (انوار البیان: 2/390) (8) سورۃ ہود کی آیات کے آخر میں قرآن کریم نے اہل عرب کی مزید تنبیہ کے لئے یہ بھی فرمایا: ﴿وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ﴾ یعنی ''اور الٹی ہوئی بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں'' سفر شام کے راستہ پر ہر وقت ان کے سامنے آتی ہیں۔ مگر حیرت ہے کہ یہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور یہ منظر صرف نزول قرآن کے زمانہ میں نہیں آج بھی موجود ہے۔ بیت المقدس اور نہر اردن کے درمیان آج بھی یہ قطعہ زمین بحر لوط یا بحر میت کے نام سے موسوم ہے۔ اس کی زمین سطح سمندر سے بہت زیادہ گہرائی میں ہے اور اس کے ایک خاص حصے پر ایک دریا کی صورت میں ایک عجیب قسم کا پانی موجود ہے جس میں کوئی جاندار مچھلی، مینڈک وغیرہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے اس کو بحر میت بولتے ہیں۔ یہی مقام سدوم کا بتلایا جاتا ہے۔ ﴿نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِهٖ وَغَضَبِهٖ﴾ ''ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کے غضب سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔'' (معارف القرآن: 3/619)

(9) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جسے تم قوم لوط جیسا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔'' (مسند احمد: 2730، ابوداؤد: 4462، ترمذی: 1456، ابن ماجہ: 2561)

﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)، اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں،

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک واضح دلیل آ گئی ہے، چنانچہ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم

اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

کر کے نہ دو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

اگر تم مومن ہو'' (85)

سوال 1: سیدنا شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کی طرف بھیجا گیا تو انہوں نے کیا دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿وَاِلٰى ...



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا﴾ ''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا)'' اہل مدین کی طرف اللہ تعالیٰ نے سیدنا شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے مدیان تھے جو ان کی تیسری بیوی قطورہ سے پیدا ہوئے۔ اہل مدین ان ہی کی اولاد سے تھے۔

(2) یہ قوم بحر احمر کے عرب ساحل پر آباد تھی۔

(3) اہل مدین اللہ تعالیٰ کے ماننے والے تھے مگر دوسروں کو اس کے ساتھ شریک سمجھتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر سمجھتے تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پانچ سو برس بعد ان میں بگاڑ آیا۔

(4) یہ تجارت پیشہ قوم تھی، ناپ تول اور لین دین میں دیانت داری کے اصولوں پر قائم نہیں تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عادلانہ قوانین کی پیروی نہ کرتے تھے۔

(5)﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دیتے ہوئے کہا: اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ سیدنا شعیب علیہ السلام کی دعوت بھی باقی انبیاء علیہم السلام جیسی تھی یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

(6)﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' اے میری قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ تمہارے لیے کوئی الٰہ نہیں جس کی عبادت تم پر واجب ہو سوائے اس کے جس نے تمہیں پیدا کیا اور جس کے ہاتھ میں تمہارا نفع ونقصان ہے۔ (جامع البیان:244/8)

(7) شعیب علیہ السلام نے توحید کی رغبت اور شرک سے نفرت دلائی۔

(8)﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' کیونکہ حقیقی معبود تو وہی ہے جو خالق ہے، رازق ہے، سارے معاملات کی تدبیر کرتا ہے، زندگی دیتا ہے، موت دیتا ہے، عطا کرتا ہے، روک لیتا ہے، نقصان دیتا ہے اور نفع دیتا ہے۔ وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:458)

(9)﴿قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک واضح دلیل آ گئی ہے'' اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کوئی بینہ لے کر آئے تھے جس کے نتیجے میں انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ناپ تول میں کمی نہ کریں، زمین کا نظام بگاڑنے کے طریقوں سے بچیں جیسے راہزنی اور ڈاکہ وغیرہ، لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیں۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی کوئی نہ کوئی معجزہ دے کر بھیجا گیا جس کے مطابق لوگ اس پر ایمان لائے اور مجھے جو (معجزہ) دیا گیا وہ وحی (یعنی قرآن) ہے، جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمائی اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔'' (بخاری:4981، مسلم:385)

(11) ﴿فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ﴾ ''چنانچہ ناپ اور تول پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت کے ساتھ معاشی خرابیوں سے بچنے کی تلقین کی۔

(12) ﴿وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو، تمہارے لیے یہی بہتر ہے اگر تم مومن ہو'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے کہا: زمین میں نافرمانی کے کام، شرک اور کفر وغیرہ نہ کرو۔ اصلاح بہتر اور فائدہ مند ہے۔

(13) بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے گناہوں کو ترک کر دو۔

سوال 2: ہر پیغمبر کی دعوت کا نقطہ آغاز کیا ہوتا ہے؟

جواب: ہر پیغمبر کی دعوت کا نقطہ آغاز ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ہوتا ہے جس پر تمام معاملات کا دارومدار ہے۔ انسان کے اخلاق اور باہمی معاملات اسی اصول سے پھوٹتے ہیں۔

سوال 3: دوسروں سے معاملہ کرتے وقت بے انصافی اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام اصلاح کے خلاف ہے، کیسے وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مکمل انصاف کے نظام پر قائم کیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جو لیتے وقت دوسرے سے زیادہ لے اور دیتے وقت کم دے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی کائنات میں انصاف حسابی صحت کی حد تک قائم ہے۔

(4) انسان کو بھی کائنات کی طرح اصلاح کے رویے پر گامزن ہونا چاہیے۔

(5) ﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ (۱) الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ (۲) وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ (۳) اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ (۴) لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ (۵) يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۶)﴾ ''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ لوگ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو انہیں کم دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقیناً وہ اٹھائے جانے والے ہیں؟ ایک بڑے دن میں۔ جس دن تمام لوگ جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔'' (المطففین:1-6)

سوال 4: ناپ اور تول میں کمی کے معاشرے پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی مسلط کر دی جاتی ہے ان پر معاشی تنگی اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔'' (ابن ماجہ:4019)

﴿وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ

''اور ہر راستے پر نہ بیٹھ جاؤ کہ تم دھمکاتے رہو اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اُن کو روکتے رہو جو اس پر ایمان لائے

وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ص

اور تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، سو اس نے تمہیں زیادہ کر دیا

وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾

اور دیکھو فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا'' (86)

سوال 1: سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو نصیحت کی، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَقْعُدُوْا ... الْمُفْسِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ﴿وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ﴾ ''اور ہر راستے پر نہ بیٹھ جاؤ'' یعنی تم لوگوں کے لیے ان راستوں پر گھات لگا کر نہ بیٹھو جہاں سے کثرت سے لوگوں کا گزر ہوتا ہے۔

(2) ﴿تُوْعِدُوْنَ﴾ ''کہ تم دھمکاتے رہو'' یعنی تم لوگوں کو ڈراتے ہو کہ اگر انہوں نے تمہیں اپنا مال نہ دیا تو تم انہیں قتل کر دو گے۔ (المصباح المنیر: 2/654)

(3) ﴿وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے اُن کو روکتے رہو جو اس پر ایمان لائے'' یعنی جو سیدھے راستے پر چلنا چاہتا ہے اسے تم اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہو۔

(4) یعنی تم اللہ تعالیٰ کی عبادت سے، اس کے دین سے اور اس کے طریقے سے روکتے ہو۔ (الاساس فی التفسیر: 4/1948)

(5) ﴿وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا﴾ ''اور تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو'' تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں کجی چاہتے ہو اور اپنی خواہشات نفس کی پیروی میں اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو۔ (تفسیر سعدی: 1/901)

(6) تم پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی تعظیم اور احترام کرو جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کر دیا ہے، تاکہ وہ اس کی رضا کی منزل اور عزت والے گھر تک پہنچنے کے لیے اس پر گامزن ہوں اور اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اپنے بندوں کو اپنی عظیم رحمت سے نوازے، تمہیں تو چاہیے کہ تم اس کی مدد کرو، اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو اور اس کا دفاع



'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com



کرو۔ نہ اس کے برعکس کہ تم اس راستے کے راہزن بن کر اس کو مسدود کر دو اور لوگوں کو اس راستے سے روکو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناسپاسی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ عداوت اور سب سے درست اور معتدل راستے کو ٹیڑھا کرنا ہے اور تم ان لوگوں کو برا بھلا کہتے ہو جو اس راستے پر گامزن ہیں۔ (تفسیر سعدی:1/901)

(7) ﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ﴾ ''اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے، سو اس نے تمہیں زیادہ کر دیا'' سیدنا شعیب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد دلائے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں صحت عطا کی، تمہاری نسل کو بڑھایا، کسی بیماری یا وبا میں مبتلا نہیں کیا، تم پر ایسا دشمن مسلط نہیں کیا جو تمہیں ختم کر دے۔

(8) ﴿وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''اور دیکھو فساد کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا'' دنیا میں مفسدوں کا انجام دیکھنے کے لیے اس لیے کہا جا رہا ہے کہ وہ خود بھی فساد کے لیے آمادہ تھے۔ کہ دیکھو اگر فساد ہی کرنا چاہتے ہو تو مفسدوں کا انجام دیکھ لو۔

(9) شعیب نے قوم سے یہ بھی کہا: ﴿وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾ ''اور اے میری قوم! میری مخالفت تمہیں ہرگز مستحق نہ بنا دے کہ تمہیں بھی اس جیسی مصیبت پہنچے جیسی مصیبت قومِ نوح یا قومِ ہود یا قومِ صالح کو پہنچی تھی اور قومِ لوط تو تم سے کچھ دور نہیں۔'' (ہود:89)

(10) دنیا میں جہاں بھی لوگ فساد کرتے ہیں ان کے گھروں میں وحشت اور ہلاکت اترتی ہے، انہیں دنیا میں رسوائی ملتی ہے، لعنت ان کا پیچھا کر رہی ہوتی ہے۔ اس لیے برے لوگوں کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟'' (ص:28)

سوال 2: لوگوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے ان کے راستے میں کیسے بیٹھا جاتا ہے؟

جواب: لوگوں کے راستے میں خاص مقاصد کے لیے بیٹھا جاتا ہے یہاں اس کے مقاصد یہ ہیں:

(1) لوگوں کو خوف زدہ کرنا۔

(2) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا۔

(3) اللہ تعالیٰ کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کی کوشش کرنا۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



﴿وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا

''اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا تو تم صبر کرو

حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ﴾

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' (87)

سوال 1: سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کو جو منصفانہ منصوبہ اپنانے کی دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا شعیب علیہ السلام نے قوم کو منصفانہ منصوبہ اپنانے کی دعوت دیتے ہوئے کہا: ﴿وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا﴾ ''اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان لایا جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا تو تم صبر کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے'' آپ کفر اور اسلام کی کشمکش میں غیر جانبدار ہو کر انتظار کریں، مسلمانوں کو اذیت نہ دیں، قوم جس دین کو چاہے اختیار کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ حق کو ماننے والوں کی مدد کرے گا اور اہل باطل پر عذاب نازل کرے گا۔

(2) ﴿وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ﴾ ''اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' اللہ تعالیٰ بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔ وہ یقیناً اپنے سے ڈرنے والوں کا اچھا انجام کرے گا اور کافروں کو تباہی و بربادی میں مبتلا کر دے گا۔

(3) ﴿وَیٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ﴾ ''اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے جاؤ یقیناً میں بھی عمل کرنے والا ہوں، جلد ہی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اُسے ذلیل کر دے گا اور کون جھوٹا ہے؟ اور تم بھی انتظار کرو۔ یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔'' (ہود:93)

سوال 2: اہل مدین کے بگاڑ کو درست کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا شعیب علیہ السلام کو اپنا پیغام دے کر بھیجا۔

(2) سیدنا شعیب علیہ السلام نے معاملات میں راستی اور دیانت داری کا طریقہ اختیار کرنے کی دعوت دی۔

(3) سیدنا شعیب علیہ السلام نے کھلے دلائل کے ذریعے نصیحت کی۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور

النوؔر پبلیکیشنز